مکتبہ برہان القرآن
مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ
الْاُمِّیِّ الْحَبِیْبِ الْعَالِی الْقَدْرِ
الْعَظِیْمِ الْجَاہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص ہر شبِ جُمعہ (جمعہ اور جمعرات کی درمیانی رات) اس درود شریف کو پابندی سے کم از کم ایک مرتبہ پڑھے گا، موت کے وقت سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے گا اور قبر میں داخل ہوتے وقت بھی یہاں تک کہ وہ دیکھے گا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے قبر میں اپنے رحمت بھرے ہاتھوں سے اُتار رہے ہیں۔ (افضل الصلوٰۃ علیٰ سیّد السادات)

جمال الوردہ

منظوم ترجمہ و شرح

قصیدہ بُردہ

شارح

مفسرِ قرآن علامہ حافظ قاری

محمد طیب نقشبندی

ناشر: مکتبہ برہان القرآن

مرکز الاولیس داتا دربار مارکیٹ لاہور 0321-4298570

نام کتاب جمال الوردہ منظوم ترجمہ و شرح قصیدہ بردہ

شارح مفسر قرآن علامہ حافظ قاری محمد طیب نقشبندی

طباعت اوّل صفر المظفر ۱۴۳۶ھ بمطابق دسمبر 2014ء

صفحات 384

باہتمام محمد نعمان رضا

ہدیہ

ملنے کے پتے

دار النور دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ فیضانِ مدینہ مدینہ ٹاؤن، سردار آباد (فیصل آباد)

Find us in UK

UK Branch: **Jamia Rasolia Islamic Center**

250 Upper Chorlton Road Old Trafford Manchester M16 0BL

Mob: 00447786888834 00447450005809

فہرست

فصل سابع

فصل ثامن

فصل تاسع

فصل عاشر

فصل حادی عشر

فصل ثانی عشر

فصل ثالث عشر

فصل خامس عشر

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ رب العزت نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے قصیدہ بردہ شریف کو جو قبول عام اور شہرہ دوام عطا فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جب بھی کسی محفل میں قصیدہ بردہ شریف پڑھا جاتا ہے تو اہل ایمان پہ وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو قبول کیا اور پسند فرمایا ہے۔ اور جسے آقا پسند فرمالیں اسے سارا جہان پسند کرتا ہے۔

مجھے بھی اس قصیدہ شریف سے والہانہ لگاؤ ہے۔ میں اپنے مواعظ میں بھی قصیدہ بردہ پڑھتا ہوں۔ جس سے سامعین کے ایمان تازہ ہوتے ہیں۔ ایک روز مجھے اچانک خیال آیا کہ اس قصیدہ شریف کا منظوم ترجمہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ مجھے بھی ایک شعری ذوق حاصل ہے اور قریباً دو تین ماہ سے طبیعت پر نعت گوئی کا غلبہ ہے۔ روزانہ نعت شریف کے چند اشعار منظوم کر دیتا ہوں۔ اور اب تک اسی (۸۰) کے قریب نعتیں ضبط تحریر میں آچکی ہیں جن میں سے کچھ عربی میں ہیں اور کچھ فارسی میں اور زیادہ اردو میں ہیں۔

اسی دوران یہ خیال ذہن میں آیا کہ قصیدہ بردہ شریف کا منظوم اردو ترجمہ لکھا جائے۔ چنانچہ میں باذن اللہ وبعونہ شروع ہوگیا۔ قریباً بارہ دنوں میں، میں نے پورے قصیدہ کا شعری ترجمہ کر ڈالا۔ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے روزانہ تین گھنٹوں سے زیادہ ٹائم نہیں دے پاتا تھا۔ گویا اسطرح صرف چھتیس گھنٹوں میں مکمل قصیدہ بردہ شریف کا منظوم اردو ترجمہ صفحۂ قرطاس پر آگیا۔

والحمد للہ علی ذالک، حمدا کثیرا۔

پھر میرے بیٹے حافظ محمد عزیر طیب نے مجھے مشورہ دیا کہ ہر شعر کے ساتھ جہاں اسکا منظوم ترجمہ لکھا جائے وہاں اسکا سادہ ترجمہ اور اسکی مختصر شرح بھی لکھ دی جائے۔ مثلا امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں جن معجزات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ احادیث میں جہاں مذکور ہیں اسکی وضاحت کر دی جائے اور جو فضائل انہوں نے بیان کیے ہیں قرآن و حدیث میں انکے کیا دلائل ہیں اس پر مختصر روشنی ڈال دی جائے۔

چنانچہ آج میں قلم و قرطاس لیکر بیٹھا ہوں، اللہ نے چاہا تو دو ماہ کے اندر یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ کل ۱۶۱ اشعار ہیں اگر میں روزانہ تین اشعار کی شرح لکھوں تو ۵۴ دنوں میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اور یہ کام میں شرح سنن ابو داؤد کو درمیان میں روک کر کر رہا ہوں اس لیے مجھے اسکی تکمیل کی جلدی ہے تا کہ اس سے فراغت پا کر شرح ابو داؤد کی طرف متوجہ ہو سکوں۔

ہر شعر کا میم پر ختم ہونا:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ آپ نے اس قصیدہ کے تمام ۱۶۱ اشعار کو میم پر ختم کیا ہے۔ تو آپ کی اتباع میں مجھ گناہگار نے بھی یہ التزام کیا ہے کہ ہر شعر کے منظوم ترجمہ کو میم پر ہی ختم کیا ہے۔ اور یہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ ہر شعر کے مقصد و مطلوب کو میں نے اپنے شعر میں ظاہر کیا ہے، یہ کام اگرچہ آسان نہ تھا مگر اللہ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی مدد نے مجھے اس کی توفیق دیدی ورنہ میں کہاں اور یہ اسقدر کٹھن کام کہاں

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست

سوئے قطار مے کشم ناقۂ بے زمام را

محمد طیب غفرلہ

۸ ربیع الآخر ۱۴۳۵ ہجری

مطابق ۱۹ فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اور قصیدہ بردہ شریف

امام ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن حماد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت:

آپ کی ولادت یکم شوال سن ہجری ۶۰۸ مطابق ۷ مارچ ۱۲۱۲ء مصر کے ایک قریہ دلاص میں ہوئی آپ بربری نسل کے ایک قبیلہ بنوجنون سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم آپ کا زیادہ وقت مصر ہی کے علاقہ بوصیر میں گزرا اس لیے آپ کو بوصیری کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

۱۳ برس کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کرلیا تھا پھر آپ علوم اسلامیہ اور فنون عربیہ کی طرف متوجہ ہوئے آپ حدیث، سیرت، مغازی، عربی صرف ونحو اور عربی شعروادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بلکہ عربی شعروادب میں آپ کی دل چسپی اسقدر بڑھی کہ آپ ایک قادر الکلام عربی شاعر ثابت ہوئے۔ اور آج ایک ضخیم دیوان بوصیری آپ کی یادگار ہے۔

شاعری اور علمی مقام:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو سیرت طیبہ سے بہت لگاؤ تھا، آپ یہود ونصاری سے بہت مناظرے کرتے تھے۔ اس شوق کے تحت آپ نے تورات وانجیل کو گہری نظر سے پڑھا۔ پھر اہل کتاب کا رد بلیغ کیا۔ قصیدہ بردہ سے قبل آپ کے دو قصیدے بہت مشہور ہوئے۔ ایک الامیة فی الرد علی الیھود والنصاریٰ ہے۔ دوسرا ذخر المعاد فی معارضة بانت سعاد ہے۔

آپ کی شاعری محض سادہ شاعری نہیں، بلکہ آپ اس میں علم نحو کی اصطلاحات کو تلمیحی انداز میں ایسے دل نشیں طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ قاری جھوم اٹھتا ہے۔ اس سے آپ کا علمی تبحر اور فنی شکوہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً قصیدہ بردہ میں ایک شعر ہے۔ ؎

خَفَضْتَ کُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ
نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اضافت کے ساتھ ہر مقام بلند کو جر دیدی ہے۔ کیونکہ آپ کو (شب معراج حظیرۃ القدس میں اللہ کی طرف سے یا محمد کہہ کر پکارگیا تو آپ کو) رفع کے ساتھ نداء کی گئی جیسے منادیٰ مفرد معرفہ کو رفع کے ساتھ نداء کی جاتی ہے۔

گویا امام بوصیری اشاروں کی زبان میں کہہ رہے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ جیسے علم نحو کے مطابق مضاف اپنے مضاف الیہ کو جر (کسرہ) دیدیتا ہے۔ اسی طرح آپ مضاف ہیں اور ہر مقام رفیع آپ کا مضاف الیہ ہے۔ آپ اسقدر عظیم ہیں کہ جس مقام رفیع کی طرف آپ کی اضافت (نسبت) کی جائے تو وہ مجرور ہو جاتا ہے یعنی جھک جاتا ہے۔ اسکا رفع یا نصب خفض میں بدل جاتا ہے۔ اور جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے یا محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا تو آپ منادیٰ مفرد علم تھے۔ اس لیے آپ کو مرفوع کیا گیا۔ یعنی آپ یکتا و سردار تھے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء آرہی تھی، اس وقت آپ کو اس قدر رفعت دی گئی کہ کوئی اس کا تصور نہیں کرسکتا۔

اس شعر میں جو علمی گہرائی اور فنی لطافت ہے اسے اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ الغرض اللہ نے آپ کو علم وادب اور شاعری میں عظیم مقام عطا فرمایا۔

قصیدہ بردہ لکھنے کا سبب:

اس قصیدہ کا اصل نام الكواكب الدرية فی مدح خير البرية ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک بار فالج کا حملہ ہوا جس سے انکا آدھا جسم بالکل بیکار ہوگیا۔ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اس بیماری کی حالت میں یہ قصیدہ ترتیب دینا شروع کر دیا جب یہ مکمل ہوگیا تو میں اسے بار بار پڑھنے لگا۔ میں اسے پڑھتا اور گڑگڑا کر اللہ سے فریاد کرتا اور اپنی بیماری کے لیے دعائیں کرتا۔ اسی حالت میں ایک رات میں سوگیا تو خواب میں میرے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے میرے فالج زدہ جسم پر اپنا دست کرم پھیرا اور اپنی بردہ (چادر) میرے جسم پر ڈال دی۔ جب میں بیدار ہوا تو میری ساری بیماری کافور ہوگئی تھی فالج کا کوئی نام ونشان نہ تھا، میں صحت یاب ہو کر اٹھا اور یوں چلنے لگا جیسے مجھے کبھی فالج ہوا ہی نہ تھا۔ میری صحت کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی۔ بلکہ

میرے قصیدہ کی برکت سے اسکے پڑھنے والوں کو بھی صحت وشفا نصیب ہونے لگی۔ [1]

اس قصیدہ کو اسی لیے قصیدہ بردہ کہا جاتا ہے کہ اس کے لکھنے پر رسول اللہ ﷺ نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں بردہ (چادر) عطا فرمائی۔

اس قصیدہ کے لکھنے کی طرف آپ اس لیے مائل ہوئے کہ ان سے پہلے آپ بڑے نوابوں، رئیسوں اور بادشاہوں کی شان میں قصیدے لکھتے تھے۔ پھر جب آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو آپ لاغر و لاچار ہو گئے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تب آپ اپنی سابقہ زندگی پہ غور و فکر کرنے لگے اور سوچنے لگے کہ اے بوصیری دنیا کے رئیسوں اور بادشاہوں کی قصیدہ خوانی سے تجھے کیا ملا اے کاش اگر تم انبیاء و مرسلین کے بادشاہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں کوئی قصیدہ لکھتے تو شائد اسکی برکت سے تجھے شفا ملتی تو آپ نے یہ قصیدہ لکھنا شروع کر دیا۔ اس حقیقت کو آپ نے اس قصیدہ میں ایک جگہ خود بھی بیان کیا ہے آپ شعر ۱۴۰ میں فرماتے ہیں۔

خَدَمْتُه بِمَدِيحٍ اَسْتَقِيلُ بِه
ذُنُوبَ عُمْرٍ مَّضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ مدح (مدحی قصیدہ) پیش کرتا ہوں تاکہ اس کے ساتھ اپنی تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ کروں جو شعر گوئی اور خدمتوں (چاپلوسیوں) میں گزر گئی اس سلسلے میں مزید آگے فرماتے ہیں۔

اَطَعْتُ غَیَّ الصِّبَافِى الْحَالَتِيْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَى الْاٰ ثَامِ وَالنَّدَمِ

یعنی میں ان دونوں حالتوں (شعر گوئی اور چاپلوسی) میں بچپن کی غفلت (نادانی کی مصیبت) میں مبتلا ہوا اور میں نے گناہوں اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی فریادرسی:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ جب کوئی مصیبت زدہ مسلمان اپنے آقا و مولیٰ

---

[1] شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۴۲۲ مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور

ﷺ کو پکارتا ہے تو آپ اسکی ضرور مدد فرماتے ہیں۔ جیسے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فالج کی لاچاری میں ہر طرف سے مایوس ہو کر امام الانبیاء ﷺ کو ان الفاظ سے پکارا"

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ أَلُوْذُبِهٖ

سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے سب مخلوق سے بڑھ کر میرے سخی آقا! آپ کے سوا میرا کون ہے جسکی میں پناہ لوں جب چھا جانے والا حادثہ گھیر لے، تو اس فریاد پر رسول اللہ ﷺ بوصیری کی مدد کو پہنچ گئے اور اس کے مرض دور کر کے باذن اللہ صحت مند کر دیا۔ اسی لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب فرماتے ہیں۔ ؎

فریاد امتی جو کرے حال زار میں　　ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

قصیدہ بردہ کے اشعار کی تعداد:

میرے پاس قصیدہ بردہ شریف کا جو نسخہ ہے اس میں ۱۶۱ اشعار ہیں۔ اور ان اشعار کو ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ فصول میں منقسم کیا ہے

پہلی فصل تا شعر ۱۲	:	مدینہ طیبہ کی یاد اور حب رسول ﷺ
دوسری فصل تا شعر ۲۸	:	نفس امارہ کی شرارتوں اور ان کے علاج کا بیان
تیسری فصل تا شعر ۵۸	:	اوصاف وفضائل مصطفیٰ ﷺ
چوتھی فصل تا شعر ۷۰	:	میلاد مصطفیٰ ﷺ کا بیان
پانچویں فصل تا شعر ۷۵	:	معجزات مصطفیٰ ﷺ
چھٹی فصل تا شعر ۷۹	:	ہجرت رسول ﷺ
ساتویں فصل تا شعر ۸۴	:	مرضی رسول ﷺ
آٹھویں فصل تا شعر ۹۰	:	برکت رسول ﷺ
نویں فصل تا شعر ۱۰۵	:	معجزہ قرآن کریم
دسویں فصل تا شعر ۱۱۹	:	معراج مصطفیٰ ﷺ
گیارہویں فصل تا شعر ۱۳۹	:	جہاد مصطفیٰ ﷺ
بارہویں فصل تا شعر ۱۴۸	:	قصیدہ خوانی کی عمر گزشتہ پر افسوس

رسول اللہ ﷺ کا اس قصیدہ سے خوش ہونا:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر مجھ سے قصیدہ سنا اور میرے جسم پر دست مبارک پھیر کر شفا بخشی تو اس دن میں اپنے گھر سے نکلا۔ راستہ میں شیخ ابوالرجا صدیق رحمۃ اللہ علیہ ملے۔ وہ اس وقت کے قطب الاقطاب تھے وہ فرمانے لگے اے بوصیری مجھے وہ قصیدہ سناؤ جو تم نے مدحت رسول ﷺ میں لکھا ہے۔ حالانکہ اس قصیدہ کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا کونسا قصیدہ؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں متعدد قصائد لکھے ہیں۔ شیخ ابوالرجاء رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: وہ قصیدہ سناؤ جسکا آغاز اس شعر سے ہے۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٖ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمٖ

میں نے حیرت سے کہا: اے شیخ! مِنْ اَيْنَ حَفِظْتَهَا "آپ نے یہ قصیدہ کہاں سے یاد کر لیا؟" میں نے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو یہ قصیدہ نہیں سنایا۔ وہ فرمانے لگے:

لَقَدْ سَمِعْتُهَا البارحة تُنْشِدُهَا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَتَمَايَلُ وَ يَتَحَرَّكُ اِسْتِحْسَانًا تَحَرُّكَ الْغُصْنِ الْمُثْمِرَةِ بِهُبُوْبِ نَسِيْمِ الرِّيَاحِ

ترجمہ: میں نے یہ قصیدہ اسوقت سنا جب آپ اسے کل رات نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ اور آقا ﷺ اسے سن کر خوشی سے یوں جھوم رہے اور حرکت فرما رہے تھے جیسے نسیم بہار میں پھل دار ڈالیاں جھومتی ہیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قصیدہ کو سن کر اظہار خوشی و مسرت فرمایا۔ اس

---

1 الشوارد الفردۃ۔ عطر الوردۃ۔ طیب الوردۃ۔ عقیدۃ الشہدۃ۔

قصیدہ میں رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارا گیا ہے جیسے کہا گیا:

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ أَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اور من تکن برسول اللہ لضر تہ وغیرہ معلوم ہوا آپ کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے شرک نہیں ہے۔ اگر یہ شرک ہوتا تو آپ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت نہ عطا فرماتے اور اگر عطا فرماتے تو خوش ہو کر شفا دینے کی بجائے سرزنش فرماتے۔

اس قصیدہ کا باعث شفا ہونا:

جب امام بوصیری رحمہ اللہ کے خواب میں رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا اور ان کو صحت یاب فرمانا مصر میں ہر طرف مشہور ہوا تو بادشاہ وقت ملک طاہر کے وزیر بہاؤ الدین تک خبر پہنچی۔ اس نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ سے اس قصیدہ کی نقل حاصل کی اور عہد کرلیا کہ وہ روزانہ اسے برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑے ہو کر پڑھا کرے گا یا سنا کرے گا تو اس عمل سے اسے دارین کی کثیر برکات حاصل ہوئیں اس وزیر موصوف کا ایک کاتب سعد الدین آشوب چشم کا شکار ہوا قریب تھا کہ اسکی بصارت چلی جائے۔ اسے کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر بہاؤ الدین سے قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں سے لگاؤ، اس نے وزیر موصوف سے جا کر اپنا خواب کہا۔ اس نے کہا میرے پاس اور تو کوئی چیز نہیں البتہ ایک قصیدہ میرے پاس ہے جو دفع امراض میں خاص تاثیر رکھتا ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی خوب مدح کہی گئی ہے۔ چنانچہ سعد الدین نے وزیر سے قصیدہ بردہ شریف لے کر خوب پڑھا اور آنکھوں سے لگایا، دیکھتے ہی دیکھتے انکی آنکھیں ایسے درست ہو گئیں جیسے ان میں کوئی مرض تھا ہی نہیں۔ [۱]

معلوم ہوا کہ اس قصیدہ کا پڑھنا اور سننا شفاء امراض کے لیے مجرب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مرض ہی میں لکھا تھا اور اسکا لکھنا ان کے لیے باعث شفا بنا، تو جو مریض ہر طرف سے مایوس ہو جائے اسے چاہیے کہ قصیدہ بردہ شریف پوری توجہ و انہماک سے پڑھے اور ترجمہ بھی سمجھے اور اگر پڑھ نہ سکتا ہو تو اسے ترجمہ کے ساتھ سنے اور اول و آخر میں وہ درود شریف بھی کثرت سے پڑھے

---

[۲] عطر الوردۃ، طیب الوردۃ

جوامام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے یعنی

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

وفات:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہجری ۶۹۶ میں اسی برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ مصر کے ساحلی شہر اسکندریہ میں آپکا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔ ۲۰۰۵ء میں راقم الحروف محمد طیب غفرلہ کو آپ کے مزار پرانوار پہ حاضری کا شرف حاصل ہوا، وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ آ کر قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور طبع شدہ قصیدہ بردہ بانٹا بھی جارہا تھا مجھے بھی ایک نسخہ حاصل ہوا۔ جو ابھی تک میرے پاس ہے آپ کے مزار مقدس کے ساتھ والے احاطہ میں آپ کے مرشد اور شیخ کامل حضرت ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جن کا وصال ۶۸۶ ہجری میں ہے۔ مگر جو ہجوم عوام انکے مرید امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہے وہ شیخ کے مزار پر نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ اللہ رب العزت ان نفوس قدسیہ کی برکت سے ہم گناہگاروں کی بخشش فرمائے۔

محمد طیب غفرلہ

۱۸ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۹ فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سادہ ترجمہ:

اے میرے مولا اپنے حبیب کریم محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے درود وسلام نازل فرما جو ساری مخلوق سے افضل واعلیٰ ہیں۔

منظوم ترجمہ:

درود ان پہ سلام ان پہ ہو مولا تاابد محکم
جو ہیں تیرے حبیب اور ساری خلقت سے وہ ہیں اکرم

شرح

یہ شعر اصل قصیدہ میں شامل نہیں ہے اصل قصیدہ اگلے شعر اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٖ سے شروع ہوتا ہے یہ شعر اصل میں ایک درود شریف ہے، جو امام بوصیری اپنے قصیدہ کے اول وآخر میں پڑھتے تھے۔ تاہم یہ بھی آپنے اپنے قصیدہ ہی کے انداز میں لکھا ہے۔

مروی ہے کہ امام بوصیری رحمہ اللہ جب سید المرسلین ﷺ کو خواب میں اپنا قصیدہ سنا رہے تھے تو ایک شعر میں وہ اٹک گئے پہلا مصرعہ سنا دیا اور اگلا ذہن میں نہ رہا۔ انکی طبیعت پہ شدید انقباض پیدا ہوا، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگلا مصرعہ میری طرف سے لگالو وہ شعر ۵۱ نمبر پہ اس قصیدہ میں یوں آتا ہے۔

فَمَبْلَغُ العِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللهِ کُلِّھِمِ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے ظاہری علم کے مطابق تو آپ ﷺ (عام بشروں جیسے ایک) بشر ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ اللہ کی ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

اس شعر کا دوسرا مصرعہ **وانہ خیر خلق اللہ کلھم** چونکہ امام بوصیری نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اس لیے انہوں نے یہ درود شریف لکھا:

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اور اس میں وہ الفاظ ڈالے جو انہوں نے زبان مصطفیٰ ﷺ سے سنے تھے۔ یہ درود شریف اس لیے تمام جہان میں مقبول ہے کہ اس میں خود صاحب درود ﷺ کے ارشاد فرمودہ الفاظ داخل ہیں۔ اور جب بھی قصیدہ بردہ پڑھا جاتا ہے تو ابتداء اسی درود شریف سے کی جاتی ہے، بلکہ اسے ہر شعر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

فصل اول

یاد شہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمٍ

حل لغات:

تَذَكُّرِ : یاد کرنا

جِيْرَانٍ : جارٌ کی جمع بمعنیٰ پڑوسی

ذِيْ سَلَمٍ : یہ ایک جگہ ہے مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو قباء پہنچنے سے پہلے مقام ذی سلم سے گزرے یعنی اس مقام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلووں کو بوسہ دینے کا شرف حاصل ہوا۔ ڈاکٹر شوقی ابو خلیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو طریق ہجرت بتایا ہے اس میں ذی سلم کو بھی ظاہر ہے۔[۱]
قصیدہ بردہ کے بعض شراح ذی سلم سے مدینہ طیبہ مراد لیتے ہیں یعنی سلامتی کی جگہ

مزجت : بھڑکانا اکسانا۔

دَمْعًا : آنسو

---

۱ اطلس السیرۃ النبویہ صفحہ ۷۶ مطبوعہ دار الفکر دمشق

مُقْلَةٍ : آنکھ کاڈھیلہ یا آنکھ کا کنارہ

دَمٍ : خون

سادہ ترجمہ:

کیامقام ذی سلم کے پڑوسیوں (رسول اللہ ﷺ) کی یاد نے تجھے تڑپایا ہے کہ تم آنسوؤں کو بڑھکا رہے ہو جو خون آلو دہو کر تمہاری آنکھوں سے بہہ رہے ہیں؟

منظوم ترجمہ:

کیا تڑپا رہی ہے تجھ کو یاد شاہ ذی سلم
یہ اشک خونی بہتے ہیں تیری آنکھوں سے کیوں چھم چھم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ خود سے مخاطب ہیں۔اور خود کلامی کے انداز میں کہتے ہیں کہ اے بوصیری! کیا تجھے مقام ذی سلم سے گزرنے والے محبوب کی یاد آئی ہے جس کی وجہ سے تیری آنکھوں سے خون بھرے آنسو بہہ رہے ہیں؟۔

اور واقعتاً رسول اللہ ﷺ کی یاد عشاق کے دل کو تڑپا دیتی اور آنکھوں کو برسا دیتی ہے۔ تاجدار گولڑہ شریف پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں نے لایاں کیوں جھڑیاں

گویا امام بوصیری نے جس طرح اپنے کلام کا آغاز یاد رسول ﷺ میں اشک باری کے ذکر سے کیا ہے پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے کلام کا آغاز اسی اشک باری سے کیا ہے جو اپنے حبیب کریم ﷺ کی یاد میں عاشقوں کی نشانی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جمال جہاں آراء سے فیض یاب فرمایا تھا، اس لیے دونوں اپنے کلام کا آغاز اسی محبوب کی یاد میں آنسو بہا کر کرتے ہیں۔

(۲) اَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ
وَاَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ اِضَمِ

حل لغات:

هَبَّتِ : ہوا کا چلنا

رِیْحُ : بمعنیٰ ہوا اور خوشبوئے رحمت۔

قرآن میں ہے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

ترجمہ: مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے۔ [1]

وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ

ترجمہ: کشتیاں انکو عمدہ ہوا کے سہارے لے کر چلتی ہیں۔ [2]

كَاظِمَةٍ : عرب کی ایک بستی ہے۔

اَوْمَضَ : بجلی کا چمکنا، آدمی کا دور سے روشنی دیکھنا۔

الظَّلْمَاءِ : تاریکی، رات کا پہلا حصہ۔

اِضَمِ : سرزمین حجاز کا ایک علاقہ جو ینبوع کے ساحل کے قریب ہے۔

اس سے مراد تمام سرزمین حجاز ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔

سادہ ترجمہ:

کیا "کاظمہ" یعنی بستی عرب کی طرف سے خوشبو دار ہوا آئی ہے؟ اور کیا "اضم" یعنی سرزمین حجاز کی جانب سے تاریکی میں کوئی نور چمکا ہے؟ (جس کی وجہ سے تیرا دل ادھر کھنچنے لگا ہے؟)

---

[1] یوسف، ۹۴

[2] یونس، ۲۲

منظوم ترجمہ:

مقام کاظمہ کی کیا تجھے ٹھنڈی ہوا آئی
یا کیا چمکا ہے تجھ پر نور از طرفِ مقام اضم

شرح:

یعنی امام بوصیری اپنے آپ سے کہہ رہے ہیں کہ اے بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کیا آج سرزمین عرب کی طرف سے کوئی نسیم صبح گام چلی ہے یا حجاز مقدس کی طرف سے کوئی نور چمکا ہے کہ جس کی وجہ سے آج تمہارا دل یادِ محبوب میں تڑپنے لگا ہے اور تمہاری آنکھیں برسنے لگی ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

حل لغات:

اكْفُفَا : كَفَّ يَكُفُّ سے تثنیہ مؤنث امر حاضر معروف کا صیغہ ہے۔ یعنی اے میری آنکھو! رونے سے رک جاؤ۔

هَمَتَا : هَمَا يَهْمُوْ سے تثنیہ مؤنث غائب فعل ماضی معلوم کا صیغہ ہے۔ جسکا معنیٰ آنکھوں کا آنسو برسانا ہے۔

اسْتَفِقْ : اِسْتَفَاقَ يَسْتَفِيْقُ سے واحد مذکر امر حاضر معروف۔ یعنی اے میرے دل افاقہ پا اور صبر سے کام لے۔

يَهِم : وَهَمَ يَهِمُ سے فعل مضارع ہے۔ مراد ہے دل کا وہم کرنا جو نسیان اور ہیجان کو مستلزم ہے۔

سادہ ترجمہ:

اے بوصیری تیری آنکھوں کو کیا ہے کہ اگر تو انہیں کہتا ہے کہ رک جاؤ تو وہ تیز برسنے لگتی ہیں، اور تمہارے دل کو کیا ہے کہ اگر تم اسے کہو کہ افاقہ پاؤ تو اسکا ہیجان اور الم مزید بڑھتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

اگر تو روکے آنکھوں کو تو وہ بڑھ کر برستی ہیں
تو بہلائے اگر دل کو تو کیوں بڑھتا ہے اسکا غم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ یاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھے میری آنکھوں اور میرے دل پہ قابو نہیں رہا، آنکھوں کو روکتا ہوں تو مزید برستی ہیں دل کو روکتا ہوں تو مزید تڑپتا ہے۔

یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رونا سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر حمیدی نے اپنی مسند میں دوسری حدیث یہ درج کی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو ایک دن منبر پہ وعظ کرنے کے لیے بیٹھے، کہنے لگے میں نے گزشتہ سال اسی منبر پہ بیٹھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا: بس اتنا کہنے کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہوگیا، وہ دیر تک روتے رہے، پھر بولے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگے اور دیر تک روتے رہے، کچھ طبیعت سنبھلی تو کہنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ سے معافی اور عافیت مانگو، کیونکہ مومن کو ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت یہ دی جاتی ہے کہ اسے عافیت ملے۔[1]

مجھے اسی برس چند ماہ قبل عمرہ شریف اور بارگاہ رسالت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، واپسی پہ میں نے چند اشعار فراق مدینہ طیبہ میں کہے تھے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ؏

افسوس صد افسوس ہم طیبہ کو چھوڑ آئے کیوں
کوئے حبیب پاک سے ہم نے قدم اٹھائے کیوں
طیبہ میں ہر غم حیات ہم نے تھا سب بھلا دیا
آہ پھر آلام یہ ہم نے گلے لگائے کیوں
چمن حیات کی مرے فصل بہار لٹ گئی
باغ ہی سب اجڑ گیا بلبل بھی چہچہائے کیوں
کوئے نبی کے ہجر میں دھڑکن دل حزین کی
نوحۂ غم سنائے ہے ساز طرب بجائے کیوں
صد حیف صرصر خزاں میرا چمن جلا گئی
غنچے ہی سارے جل گئے کوئی پھول مسکرائے کیوں
رونا فراق طیبہ میں ہے اک نعمت خدا
تازہ رہے یہ دل میں غم اس کو کوئی بھلائے کیوں
طیبؔ خدا سے مانگ لو مرنا در رسول پر
ان کے دیار کے سوا کہیں اور جان جائے کیوں

[1] مسند حمیدی باب مرویات ابو بکر صدیق اکبر حدیث ۲ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۴) اَيَحْسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ
مَّابَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِّنْهُ وَمُضْطَرِمٖ

حل لغات:

الصَّبُّ : عاشق۔ یہ صب الیہ سے صفت ہے، جس کا معنی کسی چیز پہ فریفتہ ہونا ہے۔
مُنْكَتِمٌ : اِنکتام سے اسم فاعل بمعنی چھپنے والا۔
مُنْسَجِمٍ : بہنے والا مراد آنسو عربی میں کہتے ہیں تَسَاجَمتِ الدُّموعُ آنسو بہنے لگے۔
مُضْطَرِم : اسم فاعل از اضطرم، کہتے ہیں اضطرمت النارُ آگ بڑھک اٹھی، مراد ہے بھڑکنے والا دل

سادہ ترجمہ:

کیا عاشق سمجھتا ہے کہ اس کی محبت چھپی ہوئی ہے؟ جبکہ اسکے آنسو بہہ رہے ہیں اور دل نار محبت میں سلگ رہا ہے۔

منظوم ترجمہ:

کیا عاشق سمجھتا ہے محبت اسکی مخفی ہے
دلِ بریاں ہے اسکا اور آنکھیں اسکی متلاطم

شرح:

یعنی اے بوصیری تم اپنے محبوب حضور سید المرسلین ﷺ کی محبت کو کیسے چھپا سکتے ہو جبکہ تمہاری آنکھیں انکی محبت میں چھما چھم برس رہی ہیں اور دل انکی الفت کی آگ میں سلگ رہا ہے۔

یعنی امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ دوسرے لفظوں میں اپنے آقا و مولی ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کر رہے ہیں کہ آقا! میری برستی آنکھوں اور تڑپتے دل پہ نظر کرم فرمائیں اور اپنا جلوہ بے حجاب عطا فرمائیں تاکہ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہو۔ چنانچہ سرکار نے آپ کی فریاد سن لی۔

(۵) لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَّلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

حل لغات:

الْهَوٰى : محبت اور خواہش نفس، جیسے مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا ہے۔[1]
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش نفس کے تحت کوئی بات نہیں کہتے۔[2]

لَمْ تُرِقْ : یہ اَرَاقَ يُرِيْقُ اِرَاقَةً سے ہے، جسکا معنیٰ بہانا ہے۔

طَلَلٍ : اونچی جگہ، کھنڈرات۔

اَرِقْتَ : اَرِقَ یَأْرِقُ سے واحد مذکر مخاطب فعل ماضی ہے۔ بمعنی بے خواب ہونا اور نیند نہ آنا۔

الْبَانِ : ایک درخت ہے جسکے پتوں سے خوش بودار تیل نکلتا ہے۔

الْعَلَمِ : اونچا پہاڑ۔ سردار

سادہ ترجمہ:

اے بوصیری رحمۃ اللہ علیہ! اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ ہوتی تو تم ٹیلوں اور اونچی جگہ پہ چڑھ کر نہ رویا کرتے۔ اور شہر طیبہ کے درختوں اور پہاڑوں کو یاد کر کے بے خواب و بے قرار نہ ہو جایا کرتے۔

---

۱ فرقان، ۴۳
۲ نجم، ۳

منظوم ترجمہ:

نہ ہوتا گر تو عاشق تو نہ روتا چڑھ کے ٹیلوں پہ
اور ہوتا نہ ذکر طیبہ سے بے خواب پڑ الم

شرح:

یعنی اے بوصیری رحمۃ اللہ علیہ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے جو تمہیں ٹیلوں پہ چڑھ چڑھ کر رولاتی ہے اور یہ شہر حبیب کی یاد ہے جو تمہیں رات کو بے خواب و بے قرار کر دیتی ہے اور یہ سچی محبت کی علامت ہے کہ وہ عاشق کو سونے نہیں دیتی۔ بلکہ نیند سے بیدار کر دیتی ہے۔ نماز تہجد بھی اسی معنیٰ میں ہے کہ محبوب حقیقی کے متوالوں کو اسکی یاد نیند سے بیدار کر دیتی ہے اور وہ اسکی یاد میں سر بسجود و دست بدعاء ہو کر رونے اور آہیں بھرنے لگتے ہیں۔ ؎

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
تے درد منداں نو یاد سجن دی ستیاں آن جگاوے

(۶) فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

حل لغات:

عُدُوْلُ : جمع عَادِلٌ بمعنی گواہ۔

السَّقَمِ : بمعنی بیماری، مراد غم دل ہے۔

سادہ ترجمہ:

تم محبت سے کیسے انکار کر سکتے ہو جبکہ تمہاری محبت پر دو عادل گواہ اپنی گواہی دے چکے ہیں۔ ایک آنسو دوسرا غم دل۔

منظوم ترجمہ:

محبت سے تو اپنی کیسے کر سکتا ہے کچھ انکار
تیری الفت پہ شاہد ہیں تیرے آنسو تیرا یہ غم

شرح:

عاشق اپنی محبت کو چھپانے میں جتنی کوشش کرلے وہ بے سود ہے۔ کیونکہ اسکے آنسو اور اس کے دل سے نکلنے والی سرد آہیں اسکے راز محبت کو آشکار کر دیتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔ ع

ضبط فریاد سے ہو جائیں نہ آنکھیں پر نم
پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو
میتواں داشت نہاں عشق زمردم لیکن
زردی رنگ و رخ خشکی لب راچہ علاج

یعنی لوگوں سے محبت کو مخفی رکھا جا سکتا ہے، مگر زرد رنگ اور خشک ہونٹوں کا کیا علاج ہو۔

(۷) وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَۃٍ وَّضَنًی
مِّثْلَ الْبَهَارِ عَلٰی خَدَّیْكَ وَالْعَنَمِ

حل لغات:

اَلْوَجْدُ	:	قلبی کیفیت مراد عشق ومحبت۔
خَطَّیْ	:	یہ اصل میں خَطَّیْنِ صیغہ تثنیہ ہے۔اضافت کے باعث نون تثنیہ گر گیا۔
عَبْرَۃٍ	:	آنسو۔
ضنی	:	لاغری اور بدحالی۔
اَلْبَهَارِ	:	ایک خوشبودار پھول جسکو عین البقر (گائے کی آنکھ) کہتے ہیں۔
اَلْعَنَمِ	:	سرخ پھل والا ایک درخت

سادہ ترجمہ:

اے عاشق! محبت نے تیرے رخساروں پر آنسوؤں اور لاغری کی دو سفید وسرخ لکیریں کھینچ دی ہیں۔جیسے دو پھول کھلے ہوں۔

منظوم ترجمہ:

محبت نے کھلائے پھول دو رخساروں پہ تیرے
رواں ہیں اشک وخوں کی دو لکیریں گالوں پہ ہر دم

شرح:

یعنی اے عاشق تم یاد محبوب میں اسقدر روئے کہ تمہارے رخساروں پہ دو لکیریں پڑ گئیں۔یعنی ہر آنکھ کے ساتھ ایک لکیر۔گویا تمہارے چہرے پر دو پھول کھلے ہیں۔

(۸) نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

حل لغات:

طَیْفُ : خیال۔ کہتے ہیں ”طاف الخیال“ خیال کا خواب میں آنا۔

مَنْ اَھْوٰی : جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ از ھوٰی یھوٰی

ارّقنی : از اَرَّقَ یُؤَرِّقُ بے خواب کرنا۔

سادہ ترجمہ:

ہاں، میں جس سے محبت رکھتا ہوں اسکے خیال نے مجھے رات کو آلیا اور مجھے رات بھر بے خواب رکھا۔ اور محبت غم والم کے ذریعے لذتوں کے آڑے آجاتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

خیال یار ساری رات مجھ کو مضطرب رکھے
محبت کاٹ دے لذت لگا دے دل پہ گہرا زخم

شرح:

یہ دل کے لیے تسلی ہے۔ کہ محبت کی وجہ سے رات کے سکون کے جاتے رہنے پہ تعجب اور افسوس کرنے کی ضرورت نہیں محبت کے ناز وانداز ایسے ہوتے ہی ہیں یعنی دعوی محبت رکھنا اور رات بھر گہری نیند سونا یہ دونوں باتیں یکجا نہیں رہ سکتیں۔

(۹) یَا لَائِمِی فِی الْهَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَةً
مِنِّی اِلَیْكَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

حل لغات:

الْهَوَی الْعُذْرِیِّ : یعنی عذری محبت، یہ یمن کے ایک قبیلۂ عشاق بنی عُذرۃ کی طرف نسبت ہے۔ اس قبیلہ میں عشق و محبت کی داستانیں مشہور ہیں اسکے نوجوان زیادہ عاشق مزاج ہیں اور کئی ان میں سے راہ عشق میں اپنی جانیں دے چکے ہیں۔ یا اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسی محبت جو حد عذر تک پہنچ گئی ہے

لَوْ اَنْصَفْتَ : اگر تم انصاف سے کام لیتے۔

تَلُم : از لَامَ یَلُوْمُ ملامت کرنا۔

سادہ ترجمہ:

اے میرے ملامت کرنے والے جو میری قبیلۂ بنی عذرہ جیسی محبت پر مجھے ملامت کرتے ہو۔ میری معذرت قبول کرو۔ اور اگر تم مجھ سے نصاف کرتے تو مجھے ملامت نہ کرتے۔ (بلکہ مجھے معذور جانتے)

منظوم ترجمہ:

اے طعنہ زن میری الفت پہ للہ کچھ توقف کر
اگر انصاف ہوتا تجھ میں نہ کرتا یہ مجھ پہ ظلم

شرح:

یعنی میں اپنی محبت میں بے خود اور مجبور ہوں، میرا دل میرے اختیار میں نہیں ہے۔ لہذا مجھے

ملامت نہ کرو میری معذرت قبول کرو۔ اگر تم میں کچھ انصاف ہوتا تو تم ایک مجبور شخص پہ طعنہ زنی کر کے ایسے ظلم کا ارتکاب نہ کرتے۔ یہ اس طرح ہے جیسے سیدہ زلیخا پر جب زنان مصر نے طعن و تشنیع کے تیر برسائے تو وہ کہنے لگی اے طعنہ زن عورتو! "اگر تم میرے محبوب کو دیکھ لو تو واقعی مجھے اس محبت پہ معذور جانو۔"

یعنی امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ جب میں عشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں روتا ہوں تو کئی طعنہ زن اور ملامت گر لوگ کہتے ہیں کہ تم جھوٹی محبت رکھتے ہو، مگر اے کاش اگر ان کو اس جام محبت کا ایک قطرہ مل جاتا تو وہ مجھے ملامت نہ کرتے۔

(۱۰) عَدَتْكَ حَالِيَ لَا سِرِّيْ بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَ لَا دَائِيْ بِمُنْحَسِمِ

حل لغات:

عَدَتْكَ : از عَدَا يَعْدُوْا عَدُوًّا" پہنچ جانا یعنی تجھ تک میرا حال پہنچ چکا ہے۔

الْوُشَاةِ : واشِی کی جمع۔" از وَشَی یَشِیْ وَشِیًا" چغل خوری کرنا۔

مُنْحَسِمِ : "انفعال از اِنْحَسَمَ يَنْحَسِمُ" یعنی کٹنے والا۔

سادہ ترجمہ:

اے میرے ملامت گر میرا حال تجھ تک پہنچ چکا ہے۔ اور چغلخوروں سے میرا راز پوشیدہ نہیں رہا اور میری بیماری اب کٹنے والی نہیں ہے۔

منظوم ترجمہ:

میرا حال اور میرا راز سب پہ ہو گیا ظاہر
چغل خوروں کو بھی میرے مرض کا ہو گیا ہے علم

شرح:

یعنی اے میری محبت پہ طعنہ زنی کرنے والو! یہ محبت ایسی چیز نہیں کہ طعنہ زنی کے تیر اور چغلخوری کی ضربیں اسکا نشہ اتار دیں۔ نہیں۔ دنیا کی کوئی تلخی اور سختی جنون عشق میں کمی نہیں لا سکتی۔ ؏

مریض عشق پہ رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

(۱۱) مَحَضْتَنِي النُّصحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُه
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِيْ صَمَمِ

حل لغات:

مَحَضْتَنِي : از مَحَّضَ يُمَحِّضُ تَمْحِيضاً یعنی تم نے مجھے بہت مخلصانہ نصیحت کی جو محض اور محض خلوص پر مبنی تھی۔

النُّصحَ : مصدر "از نَصَحَ يَنْصَحُ" (یعنی) نصیحت کرنا۔

عُذَّالِ : جمع عاذل یعنی ملامت کرنے والے

صَمَمِ : صَمَّ يَصُمُّ سے مصدر ہے بمعنیٰ بہرہ ہونا۔

سادہ ترجمہ:

اے میرے ملامت گر تم نے بڑے خلوص کے ساتھ مجھے نصیحت کی۔ مگر میں اسے سن نہیں سکتا، کیونکہ سچے محب کے کان ملامت گروں کی طرف سے بہرے ہوتے ہیں

منظوم ترجمہ:

اے ناصح سن نہیں سکتا میں تیری کچھ نصیحت کو
کہ عاشق تو ملامت سننے سے ہوتے ہیں قطعی صم

شرح:

مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کے شور کرنے سے ذکر رسول ﷺ نہیں چھوڑیں گے اس بارہ میں حرمت ہے کہ کسی چیز کی محبت انسان کو بہرہ اور اندھا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِ وَيُصِمُّ تمہاری کسی شے سے والہانہ محبت تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔[1]

---

1 سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ۱۱۶ احدیث ۵۱۳۰

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ فرمارہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجھے رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت ہے تو اس میں کسی ملامت گر کی مجھے کیا پرواہ ہے۔ یہ وہی چیز ہے جو آج ہم اہل سنت عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو درپیش ہے۔ ہم محبوب دو عالم ﷺ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں ہر بات میں انکا ذکر چھیڑتے ہیں ہم ہر محفل کا آغاز نعت رسول ﷺ سے کرتے ہیں بلکہ اسقدر نعت خوانان جمع ہو جاتے ہیں کہ سب کو وقت دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس پر نجدی وہابی فکر کے لوگ ہمیں ملامت اور طعنہ زنی کرتے ہیں کہ تم ایک بندے کی تعریف میں ساری حدیں توڑ دیتے ہو۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اے ملامت گرو تم جس قدر ہمیں روکو گے ہم اسی قدر بڑھ کر اپنے آقا کی تعریف کریں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

(۱۲) اِنِّی اتَّهَمْتُ نَصِيحَ الشَّيْبِ فِي عَذَلٍ
وَّالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِي نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

حل لغات:

اتَّهَمْتُ : میں عار دیتا اور شرم دلاتا ہوں۔
نَصِيحَ الشَّيْبِ : بڑھاپے کا ناصح۔ اصل میں (یا نصیح الشیب) ہے۔
عَذَلٍ : ملامت کرنا۔
التُّهَمِ : تُهْمَةٌ کی جمع

سادہ ترجمہ:

اے میرے بڑھاپے کے ملامت گر۔ میں خود ہی اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے عار دلاتا ہوں۔ اور بڑھاپا اس سے دور ہے کہ نصیحت کرتے ہوئے اسے تہمتیں دی جائیں۔

منظوم ترجمہ:

میں خود ہی کوستا ہوں اپنی پیری کو ملامت میں
اے طعنہ زن میری پیرانہ سالی کا تو رکھ لے بھرم

شرح:

یعنی میں بڑھاپا آجانے کے باوجود گناہوں سے باز نہیں آیا تو اے بڑھاپے کی وجہ سے مجھے ملامت کرنے والے! میں خود ہی اپنے آپ کو عار دلاتا ہوں، حالانکہ بڑھاپا قابل رحم ہے، تہمتوں کے لائق نہیں۔

فصل دوم:

خواہشات نفس کی مذمت

(۱۳) فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

حل لغات:

اَمَّارَتِیْ : برائی پہ اکسانے والا میرا نفس۔ قرآن میں ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ بے شک نفس برائی پہ برابر اکسانے والا ہے۔ [۱]

مَا اتَّعَظَتْ : وعظ سے باب افتعال ہے۔ یعنی نصیحت پکڑنا اور وعظ کا اثر لینا۔

الْهَرَمِ : مصدر از ''هَرِمَ يَهْرِمُ'' (یعنی) بہت بوڑھا اور کمزور ہو جانا۔

سادہ ترجمہ:

میرا نفس امارہ (جو مجھے برائی پر اکساتا ہے) اپنی جہالت کی وجہ سے بڑھاپے اور بہت کمزوری ولاغری کے واعظ سے بھی کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

منظوم ترجمہ:

میرا یہ نفس امارہ ہے باغی ہر نصیحت سے
بڑھاپے اور ضعیفی کا بھی اس کو کچھ نہیں ہے شرم

۱۔ یوسف، ۵۳۔

شرح:

یہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کسر نفسی ہے، کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا، لاغری و ناتوانی چھاگئی مگر میرے نفس امارہ کو اب بھی اس سے کچھ نصیحت نہیں ہو رہی حالانکہ بڑھاپا ایک بڑا ناصح ہے۔ جب بال سفید ہو جائیں نگاہ کمزور ہو جائے اور دانت جھڑنے لگیں تو انسان کو چاہیے کہ اطاعت و فرمانبرداری مولا اختیار کرے اور گناہوں سے باز آجائے۔ حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کالے وال مسافر ہوئے تے چٹیاں ڈیرے لائے

اکھاں کھول محمد بخشا موت سنیہے آئے

ستر سال کی عمر کے بعد اللہ تعالیٰ بندے کا کوئی عذر نہیں سنے گا

ساٹھ ستر برس کے بعد اللہ کوئی عذر نہیں سنے گا۔ اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ "جس شخص کو ساٹھ یا ستر برس کی عمر دی گئی اسکا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔" چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لقد اعذر الله الی عبد احیاہ حتی بلغ ستین او سبعین سنة . لقد اعذرہ الله لقد اعذرہ الله "اللہ اس بندے کا کوئی عذر نہیں سنے گا جسے اس نے ساٹھ برس یا ستر برس زندہ رکھا۔ اللہ نے اسکے سب عذر پورے کر دیے۔ سب عذر پورے کر دیے۔"[1]

یعنی جس کی عمر ساٹھ ستر برس ہو گئی وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے توبہ کا موقع نہیں ملا۔ مجھے مہلت نہیں ملی۔ اور جو ساٹھ برس کی عمر میں بھی گناہ نہ چھوڑے گویا اس نے توبہ سے مستقل منہ موڑلیا ہے۔

کہتے ہیں ایک شخص نے جنگل میں عبادت شروع کی، اور کہا! "اے اللہ جب موت قریب ہو تو مجھے بتا دینا تاکہ میں گھر چلا جاؤں اور میرا کفن دفن ہو سکے۔" اسے خواب میں بتایا گیا کہ ٹھیک ہے، ہم تجھے بتا دیں گے۔ ایک دن اچانک اسے فرشتہ موت نے آپکڑا، اس نے کہا! "اے اللہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے بتائے گا۔" اللہ نے فرمایا" "جب تیرے بال سفید ہوئے تو یہ ہمارا بتانا تھا جب تیرے دانت جھڑے تو یہ ہمارا بتانا تھا جب تیری نظر کمزور ہوئی تو یہ ہمارا بتانا تھا، اور ہم تجھے کیسے بتاتے۔"

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۷۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت

(۱۴) وَلَا اَعْدَدْتُ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰی
ضَيْفٍ اَلَمَّ بِرَأْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِمِ

حل لغات:

لَا اَعْدَدْتُ : واحد متکلم ماضی معروف از "اَعَدَّ يُعِدُّ اِعْدَادًا" بمعنی تیار کرنا۔
قِرٰی ضَيْفٍ: مصدر از "قَرٰی يَقْرِیْ" مہمان کی مہمان داری کرنا۔
اَلَمَّ : کہتے ہیں "اَلَمَّ بِالْقَوْمِ" کی قوم کے ہاں بطور مہمان یا مسافر اترنا۔

سادہ ترجمہ:

میں نے اس مہمان (بڑھاپے) کی میزبانی کے لیے کوئی عمل خیر تیار نہ کیا جو میرے سر میں اترا ہے۔اور میں نے اسکی کوئی عزت نہیں کی۔

منظوم ترجمہ:

رہا میں توشۂ اعمال حسنہ سے تہی دامن
تا آنکہ سر پہ آپہنچا بڑھاپا ضیف محتشم

شرح:

بڑھاپا ایک معزز مہمان ہے جو ہمارا محسن ہے کیونکہ ہمیں فکر آخرت دلاتا ہے۔اگلے جہان کے سفر کی تیاری کا ذہن دیتا ہے تو انسان کو چاہیے کہ بڑھاپے کا ایسے استقبال کرے جیسے معزز مہمان کا استقبال کیا جاتا ہے، یعنی اعمال خیر کا توشہ جمع کرلے۔ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ اس مہمان کے آنے کا کوئی نوٹس ہی نہ لیا جائے مگر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کسر نفسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے بڑھاپے کا شایان شان استقبال نہیں کیا۔

(۱۵) لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّیْ مَا اُوَقِّرُهٗ
كَتَمْتُ سِرًّا بَدَالِیْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

حل لغات:

اُوَقِّرُہ : از "وَقَّرَ یُوَقِّرُ تَوْقِیْرًا" کسی کی تعظیم بجالانا۔

بَدَالِیْ : جو میرے لیے ظاہر ہوا۔

بِالْكَتَمِ : کتم وہ بوٹی ہے جس کے پتوں سے خضاب بناتے ہیں۔

سادہ ترجمہ:

اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ میں بڑھاپے کی عزت نہ کر پاؤں گا تو بڑھاپے کا جو راز مجھ میں (میرے بالوں میں) ظاہر ہوا تھا اسے میں خضاب کے ساتھ چھپا دیتا۔

منظوم ترجمہ:

اگر میں جانتا عزت نہ کر پاؤں گا پیری کی
تو میں اس راز کو کر لیتا مخفی زیر رنگ کتم

شرح:

یعنی اگر مجھے پہلے سے اندازہ ہوتا کہ میں بڑھاپے کے سفید بالوں کا حیا نہیں رکھ سکوں گا اور گناہوں سے باز نہیں آؤں گا تو میں پہلے سے خضاب لگانا شروع کر دیتا تا کہ بڑھاپے میں سفید بالوں کے ساتھ سیاہ کاریوں کے طعنے نہ سننے پڑتے۔

یاد رہے کہ خالص سیاہ خضاب کے لگانے سے حدیث میں نہی وارد ہے اسے فقہاء نے حرام قرار دیا ہے۔ اور اگر اسکے ساتھ مہندی ملا لی جائے حتیٰ کہ سرخی غالب آجائے اور سیاہی مغلوب ہو جائے تو اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ لائے گئے ان کا سر اور داڑھی دونوں روئی کی طرح سفید تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سفیدی کو بدل دو مگر سیاہ خضاب سے بچنا۔[۱]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا: مومن کا خضاب زردی ہے، مسلم کا خضاب سرخی ہے (سرخ مہندی ہے) اور کافر کا خضاب سیاہی ہے۔[۲]

امام حصکفی حنفی فرماتے ہیں: مرد کو داڑھی اور سر کے بالوں میں رنگ لگانا (مہندی کرنا) جائز بلکہ مستحب ہے، مگر سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں ہے البتہ مجاہد سیاہ خضاب لگا سکتا ہے تا کہ دشمن پہ اسکی ہیبت قائم ہو۔[۳]

---

۱ مسلم کتاب اللباس حدیث ۸۰

۲ مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۶۷۵

۳ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ جلد ۹ صفحہ ۶۹۶

(۱۶) مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَایَتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

حل لغات:

جِمَاحٍ : منہ زور گھوڑا، مراد نفس سرکش ہے۔
اللُّجُم : یہ لجام کی جمع ہے۔ جسکا معنی لگام ہے۔ گویا لفظ لگام ہی کو معرب کر کے لجام بنا دیا گیا جیسے لفظ گناہ کو معرب کر کے جناح بنا دیا گیا ہے۔

سادہ ترجمہ:

کون ہے جو میرے نفس کے سرکش گھوڑے کو واپس لائے کیونکہ وہ گمراہ ہو گیا ہے۔ جیسے سرکش گھوڑے کو لگام ڈال کر واپس لایا جاتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

کوئی ہے میرے سرکش نفس کے گھوڑے کو جو روکے؟
لگام اسکو کوئی ڈالے تو آخر جائے وہ کچھ تھم

شرح:

یعنی امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی ضرورت محسوس فرما رہے ہیں کہ کوئی شیخ کامل میسر آئے جو میرے نفس کے سرکش گھوڑے کو لگام ڈالے۔ چنانچہ آپ کو شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن رحمت ہاتھ آ گیا اور ایسا مرشد کامل مل گیا جس نے آپ کو منازل سلوک طے کروا دیں اور معرفت الٰہیہ کی دولت عطا فرما دی۔ اے کاش ہمیں بھی کوئی ایسا مرد حق میسر آ جائے جو ہمارے نفس کے سرکش کو بھی لگام ڈالے اور گناہوں کی دلدل سے نکال لے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(۱۷) فَلَاتَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَھْوَتِھَا
اِنَّ الطَّعَامَ یُقَوِّیْ شَھْوَۃَ النَّھِمِ

حل لغات:

فَلَاتَرُمْ : نہی حاضر از ''رَامَ یَرُوْمُ'' طلب کرنا ارادہ کرنا اسی کا مصدر میمی مرام بمعنی مقصد ہے۔

النَّھِمِ : مصدر از باب ''نَھِمَ یَنْھَمُ'' بمعنی کھانے میں حریص ہونا

سادہ ترجمہ:

تم یہ نہ چاہو کہ گناہوں سے نفس کی شہوت توڑو (ایسا کرنے کی کوشش نہ کرو) کیونکہ زیادہ کھانا شہوت طعام کو مزید بڑھا دیتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

یہ مت سمجھو گناہوں سے مٹے گی نفس کی شہوت
کسی کا بھر نہیں سکتا ہے کھانے سے یہ پاپی شکم

شرح:

بعض قوموں نے اس شیطانی وسوسے کو اپنایا ہے کہ گناہ کی عام اجازت دیدو تا کہ لوگ گناہ کر کر کے تھک جائیں اور آخر اس سے باز آ جائیں، مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ گناہ کا بازار گرم سے گرم تر ہوتا گیا۔ آج یورپ وامریکہ نے یہی فلسفہ اپنا رکھا ہے وہاں بے حیائی کا جذبہ کم نہیں ہوا زیادہ بڑھا ہے۔ عورتوں کی عصمت دری کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ ہر تیسرا یا چوتھا آدمی وہاں حرام کی اولاد ہے حتی کہ وہاں پاسپوٹ میں سے ولدیت کا خانہ ختم کر دیا گیا ہے کیونکہ ہر تیسرا یا چوتھا انگریز بتا نہیں سکتا کہ اس کا

باپ کون ہے۔ مگر اس کے باوجود وہاں کی عورت مردوں کی چیرہ دستی سے محفوظ نہیں ہے، اگر قانون کی سختی نہ ہو تو کسی عورت کی عزت بلکہ جان محفوظ نہ رہے، گویا بے حیائی کی کھلی اجازت کے باوجود شہوت نفس کی آگ وہاں ٹھنڈی نہیں ہوئی

الغرض امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ گناہوں کی کثرت سے نفس کی شہوت مٹائی نہیں جا سکتی۔ یہ اس طرح ہے کہ زیادہ کھانے سے بھوک مٹتی نہیں بلکہ آدمی بسیار خور بنتا جاتا ہے۔ اسکا حل یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر کنٹرول سیکھے۔

(۱۸) وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى
حُبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

حل لغات:

تُهْمِلْهُ : از اَهْمَلَ يُهْمِلُ باب افعال۔ کسی چیز کو آزاد چھوڑ دینا۔
شَبَّ : از شَبَّ یَشُبُّ بمعنی دلیر ہونا گھوڑے کا اپنی اگلی ٹانگیں اٹھانا۔
تَفْطِمْهُ : از فَطَمَ يَفْطِمُ (ض) کسی کی عادت چھڑانا۔ بچے کا دودھ چھڑانا
يَنْفَطِمُ یعنی عادت کا چھوڑ دینا۔ بچے کا دودھ چھوڑ دینا۔

سادہ ترجمہ:

نفس بچے کی طرح ہے۔ اگر تم اسے آزاد چھوڑ دو گے تو وہ دودھ پینے کی عادت پر دلیر ہی رہے گا اور اگر تم زبردستی اسکا دودھ چھڑاؤ گے تب چھوڑے گا

منظوم ترجمہ:

یہ نفس اک بچے جیسا ہے چھڑاؤ دودھ تو چھوڑے
نہ چھڑواؤ اگر تو دودھ پیتا جائے گا دائم

شرح:

نفس سے گناہوں کی عادت زبردستی چھڑانا پڑتی ہے اگر نہ چھڑاؤ تو خواہ انسان بوڑھا ہو جائے نفس گناہ نہیں چھوڑے گا۔ ہاں اگر زبردستی کرو تو چھوڑ دے گا۔ بچے کا دودھ چھڑایا جائے تو وہ بہت روتا شور مچاتا ہے اور آخر اس سے بالکل منہ موڑ لیتا ہے، ایسے ہی ضروری ہے کہ نفس سے گناہ چھڑوائے جائیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اسے برے ساتھیوں کی صحبت میں نہ جانے دیا جائے۔ گناہ کے اسباب سے دور رکھا جائے۔ اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم یاد دلایا جائے اور قیامت کی پکڑ یاد دلائی جائے، کسی اچھی صحبت میں بیٹھا جائے وغیرہ۔

(۱۹) فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهُ
اِنَّ الْهَوٰى مَاتَوَلّٰى يُصْمِ اَوْ يَصِمِ

حل لغات:

حَاذِرْ : از "حَاذَرَ يُحَاذِرُ" باب مفاعلہ، ڈرنا۔
تُوَلِّيَهُ : از "وَلّٰى يُوَلِّي" کسی کو اپنا ولی اور مختار بنانا۔
يُصْمِ : از "اَصْمٰى يُصْمِي" باب افعال شکار کو تیر مار کر ٹھنڈا کر دینا۔
يَصِمِ : از "وَصَمَ يَصِمُ" (ض) کسی چیز کو عیب دار کرنا

سادہ ترجمہ:

نفس کی خواہش کو (سرکشی سے) پھیرو اور اس بات سے ڈرو کہ اسے اپنا ولی بنالو، کیونکہ اگر نفس ولی بن جائے تو ہلاک کرتا یا عیب دار کرتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

تو رکھ قابو میں اپنے نفس کو ورنہ یہ کر دے گا
تمہاری عزت وناموس کو وہ درہم و برہم

شرح:

مفہوم واضح ہے کہ اگر نفس کو قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے یا عزت خاک میں ملا دیتا ہے، بڑے بڑے معزز لوگ نفس کے ہاتھوں ایسے ذلیل ہوئے کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

کہتے ہیں نفس کی مثال کتے کی طرح ہے۔ تو جو شخص نفس پہ غالب آجائے وہ اسکے گلے میں پٹہ ڈال لیتا ہے، جیسے اولیاء اللہ کرتے ہیں اور اگر انسان نفس کی بات مانتا جائے تو نفس اس پہ غالب آجاتا ہے اور اسکے گلے میں پٹہ ڈال لیتا ہے۔ گویا وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے اسکے گلے میں پٹہ ہو اور کتا اس کو جدھر چاہے ہانک لے جائے۔

(۲۰) وَرَاعِهَا وَهِيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ
وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعَىٰ فَلَا تُسِمِ

حل لغات:

رَاعِهَا : از رَاعٰی يُرَاعِی "مفاعلہ، کسی چیز کی حفاظت کرنا۔
اسْتَحْلَتِ : از اِسْتَحْلٰی يَسْتَحْلِي "استفعال، کسی چیز کو شیریں اور لذیذ پانا۔
لَاتُسِم : از اَسَامَ يُسِيْمُ "افعال۔ چوپایوں کو چرانا

سادہ ترجمہ:

نفس جب چراگاہ عمل میں چر رہا ہو تو اس پر کڑی نگاہ رکھو۔ اگر یہ اعمال کو لذیذ جاننے لگے (یعنی ان پر اترانے لگے) تو اسے روک لو۔

منظوم ترجمہ:

چراگاہ عمل میں نفس پہ رکھو کڑی نظریں
اگر اترائے وہ اعمال پر تو روک لو یکدم

شرح:

نفس پہ اعمال خیر اور نیکیاں بہت بھاری ہیں۔ اور اگر وہ نیکیوں کو لذیذ جاننے لگے تو سمجھو خیر نہیں، گویا پھر وہ نیکیوں پر اترانے لگا ہے اور اس میں کبر وغرور آنے لگا ہے تب تم اسے عمل سے روک لو۔ یعنی شائبہ کبر والے عمل سے باز آجاؤ۔ لہذا نفس پہ کڑی نظریں رکھنا ہر دم ضروری ہے۔

(۲۱) كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِّلْمَرْءِ قَاتِلَةً
مَنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السُّمَّ فِي الدَّسَمِ

حل لغات:

السم : زہر

الدَّسَم : گوشت کی چکنائی، مراد لذیذ کھانا ہے۔

سادہ ترجمہ:

نفس کئی قاتل لذتوں کو انسان کے آگے خوش نما کر کے پیش کرتا ہے، اسطرح کہ انسان سمجھ نہیں سکتا کہ اس عمدہ کھانے میں کیسا زہر ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ قاتل لذتوں کو خوش نما کر کے دکھاتا ہے
ملاتا ہے وہ تیرے عمدہ کھانے میں یہ قاتل سم

شرح:

نفس کی چال سے بچو وہ گناہوں کی قاتل لذتوں کو ایسا خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے جیسے کہ انسان کے عمدہ کھانے میں زہر ملا دیا گیا ہو اور وہ نہ جانتا ہو کہ اس کھانے سے کیا تباہی آنے والی ہے ۔اسکی مثال یہ ہے کہ انسان کو غیبت کرنے کی لذت بے حیائی دیکھنے کی لذت ،گندے گانے سننے کی لذت ،اور حرام مال اکٹھا کرنے کی لذت ،بہت بھلی لگتی ہے، اور یہ سب نفس کی شرارت ہے۔اور یہ قاتل لذتیں ہیں انسان کو جہنم میں گرا کر چھوڑتی ہیں۔ الا یہ کہ سچی توبہ کرلے۔

نفس کی حقیقت کیا ہے؟

صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود میں دو مخالف اور محارب قوتیں ہوں، ایک روح ہے

ایک نفس۔روح نیکی کی قوت ہے اور نفس بدی کی، روح رحمان کا نمائندہ ہے اور نفس شیطان کا نمائندہ۔
روح انسان کو رحمان کی طرف بلاتی ہے اور نیک کاموں کی رغبت دلاتی ہے اور نفس اسے شیطان کی طرف کھینچتا اور برائی پر اکساتا ہے۔

روح کی بھی غذا ہے اور نفس کی بھی غذا ہے۔عبادات، تلاوت قرآن، ذکر اللہ، درود شریف اور اعمال خیر روح کی غذا ہے جب روح کو غذا زیادہ ملے تو وہ قوی ہو جاتی ہے اور نفس پہ غالب رہتی ہے۔
جبکہ ہر طرح کا گناہ نفس کی خوراک ہے اگر یہ بڑھ جائے تو نفس قوی ہو جاتا ہے اور روح پر غالب رہتا ہے یہ بھی جاننا چاہیے کہ صالحین کی صحبت سے روح قوی ہوتی ہے اور فاسقین کی صحبت سے نفس قوت پکڑتا ہے۔ ؎

صحبت صالح تراصالح کند ‏ صحبت طالح ترا طالح کند
صحبت عالم ترا عالم کند ‏ صحبت ظالم ترا ظالم کند
صحبت عاشق ترا عاشق کند ‏ صحبت فاسق ترا فاسق کند

(۲۲) وَاخْشَ الدَّسَآئِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شَبَعٍ
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

حل لغات:

الدَّسَآئِسَ : جمع دسیسہ، مراد مکروحیلہ، فریب اور خفیہ سازش۔

مَخْمَصَةٍ : بھوک کی شدت۔

التُّخَمِ : مصدر از "تَخِمَ یَتْخَمُ" (س) بدہضمی ہو جانا۔

سادہ ترجمہ:

نفس کی خفیہ سازشوں اور مکروحیلہ سے بچ کر رہو۔ جیسے بھوک اور بدہضمی، کیونکہ کئی مرتبہ بھوک بدہضمی سے زیادہ بری ہوتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

تو بھوک اور شکم سیری کے دجل سے تم بچے رہنا
کبھی یہ بھوک بھی بدتر ٹھہرتی ہے زعدم ہضم

شرح:

نفس کی خفیہ سازشیں بہت گہری ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ عموماً وہ لوگوں کو زیادہ کھانے اور بدہضمی کی طرف راغب رکھتا ہے لوگ ضرورت سے زیادہ کھانے کی عادت میں مبتلا نظر آتے ہیں اور یہ شکم سیری لذت عبادت کے لیے زہر قاتل ہے۔ شکم سیر آدمی کو نماز میں لطف وسرور اور حضور قلب نہیں ملتا، وہ تہجد کے لیے بھی آسانی سے اٹھ نہیں سکتا کیونکہ پیٹ کا بھرا ہونا گہری نیند لاتا ہے۔

لیکن بعض لوگوں کو نفس شدت بھوک کی طرف مائل کر دیتا ہے کہ بھوکے رہو۔ کچھ نہ کھاؤ۔ اور

یہ بھی مصیبت ہے کیونکہ بھوک کی تیزی بھی دماغ میں خلل ڈالتی ہے اور نمازی کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا پڑھ رہا ہے، یعنی کبھی نفس و شیطان عبادت کرنے والوں کو بھوک کی طرف مائل کر کے لذت عبادت سے محروم کر دیتے ہیں۔ تو انکے مکر سے بچنا چاہیے، نہ اتنا کھاؤ کہ عبادت کی طرف رغبت ہی ختم ہو جائے اور نہ اسقدر بھوکے رہو کہ نماز پڑھی نہ جاسکے۔ ؎

نہ چنداں بخور کز دھانت بر آید

نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

یعنی نہ اس قدر زیادہ کھاؤ کہ منہ سے باہر آنے لگے اور نہ اتنا کم کہ کمزوری سے جان جانے لگے۔

(۲۳) وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ
مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

حل لغات:

اسْتَفْرِغْ : از مصدر اِسْتِفْرَاغٌ یعنی خوب بہاؤ۔ کیونکہ باب استفعال میں طلب اور کوشش کا خاصہ ہے۔

امْتَلَأَتْ : جو آنکھ بھر چکی ہے۔

الْمَحَارِم : جَمْعُ الْمُحَرَّمَةِ یعنی ہر وہ چیز جس کی بے حرمتی جائز نہ ہو یہاں وہ چیزیں مراد ہیں جنکا دیکھنا حرام ہے۔

الحِمْيَةُ : پرہیز، کہتے ہیں المعدة بيت الداء والحمية رأس كل دواء معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز ہر علاج سے بڑا علاج ہے۔

سادہ ترجمہ:

تم آنسو بہایا کرو ان آنکھوں سے جو حرام نگاہی کے گناہوں سے بھر چکی ہیں، اور ندامت کی پرہیز کو خود پہ لازم کرلو۔

منظوم ترجمہ:

گناہ آلود آنکھوں سے تو پیارے خوب رویا کر
رکھو اشک ندامت سے تم اپنی آنکھوں کو پرنم

شرح:

یہ عظیم نصیحت ہے کہ "اے مومن! جب تمہاری آنکھیں حرام نگاہی سے آلودہ ہو جائیں تو ان کو اشکوں کا غسل کراؤ۔ تاکہ اشک ہائے ندامت کا پانی آنکھوں سے گناہوں کی غلاظت دھوڈالے۔"

خوف خدا سے رونے کی فضیلت قرآن وحدیث سے:

اللہ رب العزت قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا "وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور ان کی عاجزی بڑھ جاتی ہے۔"[1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا يلج النار رجلٌ بكى من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ جہنم میں نہ جائے گا حتی کہ دودھ تھن میں واپس چلا جائے۔[2]

یعنی دودھ کا تھن میں واپس جانا عادتاً محال ہے، سوا اسکے کہ اللہ چاہے۔ ایسے ہی جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ دوزخ میں نہیں جا سکتا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قليلا و لبكيتم كثيرا "اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ رویا کرتے۔"[3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا تكثروا الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب "زیادہ نہ ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مار دیتا ہے (یعنی دل میں نور ایمان کو بجھا دیتا ہے)"[4]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابكوا فان لم تبكوا فتباكوا "لوگو (خوف خدا سے) رویا کرو اور اگر رونہ سکو تو رونے والی صورت ہی بنایا کرو۔"[5]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱ سورۂ اسراء آیت ۱۰۹

۲ ترمذی شریف کتاب الزہد باب ۸ حدیث ۲۳۱۱

۳ ابن ماجہ کتاب الزہد باب ۱۹ حدیث ۴۱۹۱

۴ ابن ماجہ کتاب الزھد باب ۱۹ حدیث ۴۱۹۳

۵ ابن ماجہ کتاب الزہد باب ۱۹ حدیث ۴۱۹۶

ما من عبد یخرج من عینیه دموع ولو کان مثل رأس الذباب من خشیة الله ثم یصیب شیأ من حر وجهه الا حرمه الله علی النار

ترجمہ: جس بھی شخص کی آنکھوں سے خوف خدا کے ساتھ آنسو نکلے خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر چھوٹے سے تھے پھر وہ آنسو اسکے چہرے پر کچھ بہہ پڑے تو اللہ تعالی ضرور اس شخص کو نار جہنم پر حرام کرے گا۔[1]

ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور وہاں ایک شخص رو رہا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں شخص ہے۔ حضرت جبرئیل کہنے لگے:

انا نزن اعمال بنی آدم کلها الا البکائ فان الله یطفئ بالدمعة نهورا من نیران جهنم

ترجمہ: ہم اولاد آدم کے تمام اعمال کا وزن کر سکتے ہیں سوا خوف خدا سے رو کے کے۔ کیونکہ ایسے ایک آنسو سے اللہ تعالی نار جہنم کی کئی نہروں کو بجھا دے گا۔[2]

نضر بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کسی بڑی قوم میں کوئی شخص روئے تو اللہ تعالی اسکے رونے کی وجہ سے پوری قوم کو نجات دے دیتا ہے۔"[3]

---

۱ ابن ماجہ کتاب الزھد باب ۱۹ حدیث ۴۱۹۷

۲ تفسیر درمنثور بروایت احمد فی الزہد جلد ۵ صفحہ ۳۴۷

۳ درمنثور بروایت حکیم ترمذی جلد ۵ صفحہ ۳۴۷

(۲۴) وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا
وَإِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

حل لغات:

اعْصِهِمَا : از "عَصٰى يَعْصِيْ" (ض) یعنی حکم عدولی اور نافرمانی کرنا۔
مَحَضَاكَ : از "مَحَضَ يَمْحُضُ" (ن) یعنی خالص محبت وخیر خواہی کرنا۔
فَاتَّهِمِ : از "اِتَّهَمَ يَتَّهِمُ" صیغہ امر حاضر باب افتعال، عیب لگانا۔

سادہ ترجمہ:

نفس و شیطان کی بات مت مانو اور ان کی نافرمانی کرو۔ اگر وہ تم سے خالص خیر خواہی جتائیں تو بھی اس کو عیب دار جانو۔

منظوم ترجمہ:

ہیں تیرے پکے دشمن نفس و شیطاں انکا دشمن رہ
نہ مانو بات انکی گرچہ نیکی کا ہی دیں یہ حکم

شرح:

نفس و شیطاں انسان کے پکے دشمن اور بدخواہ ہیں یہ انسان کی خیر خواہی نہیں کر سکتے ۔اگر یہ نیکی کا حکم دیں تو بھی سمجھو کہ ضرور وہ کوئی نقصان چاہتے ہیں۔ان سے نیکی کی امید رکھنا ایسے ہی ہے جیسے زہر کو دواء سمجھا جائے۔

شیطان کی بدخواہی کی مثال:

مروی ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز فجر ایک بار جماعت سے رہ گئی وہ سارا دن پریشان و مغموم رہے۔اور بکثرت استغفار کیا دوسری رات نماز فجر کا وقت آنے سے کچھ قبل ہی کسی نے آ کر ان کو

جگا دیا کہ او معاویہ اٹھو مسجد چل کر با جماعت نماز ادا کرو۔ جب وہ اٹھے تو کوئی اٹھانے والا نظر نہ آیا انہیں نے حیرت سے کہا کہ کون ہے مجھے اٹھانے والا؟ آواز آئی کہ میں ابلیس ہوں، کل تمہاری نماز جماعت سے رہ گئی تو تم استغفار کرتے رہے اللہ نے تمہیں دو سو نمازوں کا ثواب دیا۔ میں نے آج آکر تمہیں قبل از وقت جگایا ہے کہ کہیں آج بھی تمہیں دو سو نمازیں نہ مل جائیں۔ اس لیے اٹھو اور مسجد پہنچو۔[1]

کسی شخص نے سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں نے کچھ سونا گھر میں کہیں رکھا ہے وہ مل نہیں رہا میں بہت پریشان ہوں۔ اسکا حل بتائیں، آپ نے فرمایا۔ میں فقیہ ہوں مسائل فقہ بتا سکتا ہوں، میرے پاس کوئی موکلات نہیں ہیں جو تمہیں اس طرح کی بات بتا سکوں۔ البتہ آج رات تم سو نوافل پڑھو تمہیں تمہارا سونا مل جائے گا، اس نے جا کر نوافل شروع کر دیے، ابھی چند رکعات ہی پڑھی تھیں کہ اسے یاد آگیا کہ اس نے سونا کہاں رکھا تھا۔ اس نے نوافل وہیں چھوڑے، سونا سنبھالا اور امام صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کے تیر بہدف نسخہ بتانے پر شکریہ ادا کیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں نے سوچا کہ شیطان بندے کا ازلی دشمن ہے اسے برداشت نہ ہو گا کہ تم سو نوافل پڑھو۔ وہ تمہیں ضرور نماز میں یاد دلائے گا کہ سونا کہاں ہے۔ البتہ تمہیں چاہیے تھا کہ شکرانے ہی میں سو نوافل پورے کر دیتے۔''

---

[1] عطر الوردة

(۲۵) وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

حل لغات:

خَصْمًا : جھگڑا کرنے والا فریق مخالف جس کے ساتھ عدالت میں کیس چل رہا ہو۔
حَكَمًا : فیصلہ کرنے والا یعنی فیصل اور حاکم

سادہ ترجمہ:

تم نفس اور شیطان کی بات مت مانو خواہ وہ مخالف بن کر آئیں یا فیصل بن کر اور تم جانتے ہو کہ مخالف اور فیصل کا مکر کیا ہے۔

منظوم ترجمہ:

نہ انکی بات سن خواہ وہ بنیں دشمن یا ہوں فیصل
تو واقف ہے کیا ہے دجل فیصل اور کید خصم

شرح:

اس شعر کا مقصد بیان کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اسکا حل وہی ہے جو شارح زرکشی کو خود حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر بتایا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ نفس اور شیطان دونوں خصم اور حکم کیسے بنتے ہیں؟ تو میں نے ناظم قصیدہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے مدد چاہی تو وہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ انسان میں تین مدعی ہیں۔ قلب، نفس اور شیطان۔ جب قلب کسی عمل صالح کا ارادہ کرتا ہے تو نفس مانع ہوتا ہے۔ ان دونوں میں جھگڑا ہوتا ہے تب شیطان ان میں فیصل بنتا ہے اور برائی کا فیصلہ کرتا ہے اس صورت میں نفس خصم ہوا اور شیطان حکم۔ اور اگر شیطان کسی عمل شر کی طرف راغب کرتا ہے تو دونوں میں جھگڑا ہوتا ہے۔ تب نفس ان میں فیصل بنتا ہے اور برائی کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس صورت میں شیطان خصم بنتا ہے اور نفس حکم۔ یعنی نفس اور شیطان دونوں ہر صورت میں برائی ہی کی طرف راغب کرتے ہیں خواہ وہ خصم ہوں یا حکم۔[1]

---

[1] طیب الوردۃ

(۲۶) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِہٖ نَسْلًا لِذِیْ عُقُمٍ

حل لغات:

نَسْلًا : اولاد۔ذریت۔

عُقُمٍ : مصدر از عَقَمَ یَعْقُمُ (ن) یعنی عورت کا بانجھ ہونا۔

سادہ ترجمہ:

میں ایسے قول سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس پہ میں خود عمل نہ کروں۔کیونکہ اسطرح میں ایسی عورت کی طرف اولاد منسوب کروں گا جو بانجھ ہے۔(اولاد پیدا ہی نہیں کر سکتی)

منظوم ترجمہ:

میں قول بے عمل سے کرتا ہوں اللہ سے استغفار
یہ بانجھ عورت کے بیٹے ماننا ہے سن لے اے فاہم

شرح:

یعنی اس حالت سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے کہ انسان لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور خود اس پہ عمل نہ کرے۔ایسے وعظ کا واعظ کو کچھ فائدہ نہ ہوگا،یہ تو اسی طرح ہوا کہ بانجھ عورت کے لیے اولاد مانی جائے۔ایسا ماننے سے اس عورت کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اسی طرح واعظ بے عمل کو اپنے وعظ کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔بلکہ شدید نقصان ہوگا۔

قرآن وحدیث میں واعظ بے عمل کی برائی اور عذاب:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ

الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب کو پڑھتے ہو، تو تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ [۱]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے ہاں اس چیز کا بڑا عذاب ہے کہ تم وہ کچھ کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ [۲]

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے: ''روز قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں گرایا جائے گا۔ اسکی آنتیں نکل آئیں گی اور وہ انکے گردیوں گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومے، اہل جہنم اسکے گرد جمع ہو جائیں گے، اسے کہیں گے: او فلاں آدمی! تمہارا کیا ماجریٰ ہے؟ تجھے کیا ہوا؟

اَلَمْ تَكُنْ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟

ترجمہ: کیا تم ہمیں نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہیں کیا کرتے تھے؟

وہ جواب دے گا:

كنت آمر كم بالمعروف ولا آتيه وانها كم عن المنكر و آتيه

ترجمہ: میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود وہ نیکی نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔ [۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب مجھے معراج پر لیجایا گیا تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا: تقرض شفا

---

۱ سورہ البقرۃ آیت ۴۴

۲ سورہ صف، آیت ۲

۳ بخاری کتاب بدا الخلق باب ۱۰ حدیث ۳۲۶۷، مسلم کتاب الزھد حدیث ۱۵، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

ھھم بمقاریض من نار کلما قرضت رجعت ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے جیسے ہی وہ کاٹے جاتے تو واپس درست ہو جاتے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: مَنْ هٰؤُلَآءِ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: ھؤلاء خطباء من امتك كانوا يأمرون الناس بالبر وينسون انفسهم وهم يتلون الكتاب افلا يعقلون "یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود کو بھول جاتے ہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں تو کیا ان کو عقل نہیں؟"[1]

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"وہ عالم جو لوگوں کو نیکی کی راہ سکھاتا ہے اور خود اس پہ عمل نہیں کرتا اسکی مثال اس دیے "شمع" جیسی ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور اپنے آپ کو بس جلاتا ہے۔"[2]

---

۱ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲ درمنثور بروایت طبرانی جلد اول صفحہ ۱۵۷

(۲۷) اَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَّا ائْتَمَرْتُ بِهٖ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اسْتَقِمِ

حل لغات:

مَا ائْتَمَرْتُ: از اَلْاِئْتِمَار بمعنی تعمیل حکم کرنا قرآن میں ہے: وَأْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ[1] "بھلائی کے بارہ میں ایک دوسرے کا کہنا مانو۔"

سادہ ترجمہ:

میں تمہیں بھلائی کا حکم دیتا رہا مگر میں نے خود اس پر عمل نہ کیا اور نہ ہی میں نے (دین پر) استقامت دکھائی۔ تو میرا تمہیں یہ کہنا کہ استقامت اختیار کرو کیا معنی رکھتا ہے؟

منظوم ترجمہ:

تمہیں دیتا ہوں میں درس بھلائی اور برا خود ہوں
عمل میرا ہے صد افسوس کیسا سخت بے ہنگم

شرح:

امام بوصیری علیہ الرحمہ کسر نفسی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ میں لوگوں کو وعظ کہتا ہوں۔ خود میرا اس پہ عمل نہیں ہے لوگوں سے کہتا ہوں کہ دین پر استقامت اختیار کرو اور خود مجھے استقامت حاصل نہیں ہے۔ تو ایسے وعظ کا کیا فائدہ یعنی جو شخص لوگوں کو استقامت کا درس دیتا ہے اسے خود بھی پیکر صبر و استقامت ہونا چاہیے۔ تب ہی اسکا وعظ اثر کرے گا۔

استقامت کی تعریف اور فضیلت:

استقامت کی تعریف میں صحابہ کرام سے مختلف اقوال مروی ہیں جن کا مرجع و مآل ایک ہی

---

[1] سورہ طلاق آیت ٦

ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''استقامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان شرک سے بچے۔ (یعنی صحیح نظریات پہ قائم رہے اور باطل نظریات کو قریب نہ بھٹکنے دے۔ کیونکہ جو شخص صحیح عقیدہ پر مراوہ بخشش کا حقدار ہوگیا)۔''[1]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''استقامت یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم کرو اور خود بھی اس پر عمل کرو اور برائی سے روکو اور خود بھی اس سے رک جاؤ۔''

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''استقامت سے مراد اخلاص ہے (یعنی جو کام کرو اللہ کی رضا کے لیے کرو)۔''

اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کہ استقامت فرائض کی بجا آوری کا نام ہے۔''

سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قُلْ لِی فِی الْاِسْلَامِ قَوْلاً لَا اَسْئَلُ عَنْهُ اَحَداً اَبْعَدَكَ ''مجھے اسلام میں ایسی بات بتا دیں کہ آپ کے بعد اس بارہ میں مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ ''کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔''[2]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استقامت کا یہ مفہوم بتایا کہ

''جب تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب یا اپنے رسول کے ذریعے ارشاد فرمائے اس پر مضبوط طریقہ سے ڈٹ جاؤ۔''

استقامت کے عالی مقام حاملین:

یاد رہے کہ استقامت کے عالی مقام حاملین میں سب سے پہلے انبیاء کرام ہیں جو بڑے

---

۱ تفسیر معالم التنزیل جلد ۶ صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲ مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۶۴

بڑے ظالم و جابر فرعونوں اور نمرودوں کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر ڈٹ گئے اور کلمہ حق کہنے سے کسی جابر کا جبر اور کسی ظالم کا ظلم انہیں روک نہ سکا۔ انبیاء کے بعد صدیقین میں یعنی صحابہ کرام انکی استقامت یہ ہے کہ وہ انبیاء کے ساتھ اس طرح کھڑے ہو گئے کہ انہوں نے دین کی خاطر اپنے خاندان اقرباء اور احباب سب سے رشتہ ناطہ توڑ لیا، ان کے سردار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ صدیقین کے بعد شہداء کی استقامت ہے، وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے میدان کارزار میں ایسے ڈٹے کہ جان بھی قربان کر دی مگر انکے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔

شہداء کے بعد صالحین یعنی اولیاء کاملین کی استقامت ہے جنہوں نے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا فریضہ سرانجام دیا۔

اسی لیے کہا جاتا ہے:

اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ

ترجمہ: استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(۲۸) وَلَا تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَّلَمْ اُصَلِّ سِوٰی فَرْضٍ وَّلَمْ اَصُمِ

حل لغات:

تَزَوَّدْتُ : زادِراہ جمع کرنا۔

لَمْ اُصَلِّ : از "صَلّٰی یُصَلِّی" نماز پڑھنا۔

لَمْ اَصُم : از "صَامَ یَصُوْمُ" روزہ رکھنا۔

سادہ ترجمہ:

نہ میں نے موت سے پہلے نوافل کا زادِ راہ جمع کیا، اور کوئی نماز نہ پڑھی سوا فرائض کے اور نہ ہی (فرض روزہ کے سوا) کوئی روزہ رکھا۔

منظوم ترجمہ:

نمازوں کا نہ روزوں کا ہے کچھ زاد سفر میرا
بجز چند فرضوں کے ہائے عمل میرا ہے کتنا کم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ مزید کسرنفسی اور ہضم نفس سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ افسوس میں عبادت کی طرف مشغول نہ ہوا۔ سوا فرض نماز روزہ کے میں نے نفل نماز و روزہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یعنی مجھے یاد ہی نہ رہا کہ موت آنے والی ہے کہ اسکے لیے کچھ زادِ سفر جمع کر لیتا۔ گویا آپ قارئین کو اس بات کی طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ وہ موت سے قبل عبادات کا زادِ سفر تیار کر لیں۔ جتنا لمبا سفر درپیش ہو اسکے لیے اسی قدر زیادہ زادِ سفر تیار کرنا پڑتا ہے۔

نوافل کے ذریعے قربِ الٰہی پانے کی ضرورت:

یاد رہے کہ فرض تو مثل قرض ہے۔ اسے ادا کیے بغیر تو کوئی چارہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہیے تو نوافل کا زادِ سفر جمع کرنا پڑتا ہے۔ یعنی اللہ اس بات پہ خوش ہوتا ہے کہ میں نے اپنے بندے پہ

یہ چیز فرض نہیں کی پھر بھی وہ اسے شوق سے بجا لاتا ہے۔تاہم فرائض کی اپنی اہمیت ہے جس نے فرائض پورے کر لیے وہ نجات پا گیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔:

من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضته علیه ومازال عبدی یتقرب الی با بالنوافل حتی احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سئلنی لا عطینه

ترجمہ: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ جن اعمال کے ذریعے میرا قرب پاتا ہے ان میں مجھے سب سے محبوب تر عمل فرائض کی ادائیگی ہے۔اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب آتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں اسکے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، میں اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔[1]

معدان بن ابی طلحہ کہتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے ذریعہ مجھے اللہ جنت میں داخل کردے، وہ چپ ہو گئے۔میں نے پھر پوچھا وہ چپ رہے، میں نے پھر پوچھا تو وہ کہنے لگے:"میں نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: صلی اللہ علیہ وسلم

علیك بكثرة السجود فانك لا تسجد لله سجدة الا رفعك الله به درجة وحط عنك بها سيئة

ترجمہ: تم کثرت سجود رکھو (زیادہ نفل نماز پڑھو) کیونکہ تم جو بھی سجدہ کرتے ہو تو اللہ اس کے ذریعہ تمہارا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔[2]

---

1. بخاری شریف کتاب الرقاق باب ۳۸ حدیث ۶۵۰۲
2. مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل السجود حدیث ۲۲۵

فصل سوم:

فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲۹) ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيَى الظَّلَامَ اِلٰى
اَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمٖ

حل لغات:

الظَّلَامُ : تاریکی، رات کا پہلا حصہ یہاں مراد تاریک رات ہے۔

اشْتَكَتْ : از اشتکاء بمعنی شکایت کرنا۔

وَرَمٖ : سوج جانا، پھول جانا۔

سادہ ترجمہ:

میں نے اس (پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت پہ ظلم کیا (اسے ترک کیا) جو رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے حتی کہ آپ کے قدموں نے سوجن کی شکایت کی۔

منظوم ترجمہ:

خدایا میں نے چھوڑا اس نبی کی پاک سنت کو
کہ شب بھر کی عبادت جنکے پاؤں پہ تھی لاتی ورم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اللیل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداء میں ساری رات عبادت میں کھڑے ہو کر گزارتے تھے۔ حتی کہ اللہ نے

آپ کی یہ تکلیف گوارا نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ② نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ③ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ④

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے محبوب رات کو قیام فرمائیں مگر کچھ حصہ (آرام بھی کر لیں) نصف رات قیام کریں یا اس سے کچھ کم کر لیں یا اس پہ کچھ زائد کر لیں اور قرآن کریم کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔[1]

یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا پھر اللہ نے فرمایا کہ جس قدر قیام کر سکتے ہو کرلو کسی وقت کی پابندی نہیں۔ تو فرمایا:

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

ترجمہ: جس قدر پڑھ سکتے ہو اس میں سے پڑھ لو۔[2]

اسکے باوجود رسول اللہ ﷺ رات کے پچھلے پہر تہجد کے لئے اٹھ جاتے تھے اور آٹھ یا دس یا بارہ رکعات پڑھتے تھے اور ان میں طویل قیام اور طویل قرأت فرماتے تھے۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا:

ان كان النبي ﷺ ليقوم حتى ترم قدماه اوساقاه.

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ طویل قیام اللیل فرماتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے قدم ہائے مبارک سوج جاتے تھے۔

آپ سے عرض کیا گیا کہ "یارسول اللہ ﷺ آپ اسقدر طویل کیوں فرماتے ہیں؟" آپ نے فرمایا:

افلا اكون عبدا شكورا

ترجمہ: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[3]

---

١ مزمل، آیت ١تا٤

٢ سورہ مزمل

٣ بخاری شریف کتاب التہجد باب ٦ حدیث ١١٣٠

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا:

ان النبی ﷺ کان یقوم من اللیل حی تفطر قدماہ

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اس قدر طویل قیام فرماتے تھے حتی کہ آپ کے قدم مبارک پھٹ جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ آپ اسقدر قیام کیوں فرماتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

افلا احب ان اکون عبدا شکورا

ترجمہ: کیا میں یہ بات پسند نہ رکھوں کہ اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں؟!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات امت کی بخشش مانگتے تھے:

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صاحب شفاعت ہیں آپ کی شفاعت سے سب کا بیڑہ پار ہوگا۔ اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ "آپ کے صدقے آپ کے اگلے پچھلے لوگوں کی بخشش ہوگی۔ آپ اسقدر طویل قیام کیوں فرماتے ہیں؟" تو ظاہر ہے کہ آپ اسقدر طویل قیام اپنی امت کے لیے فرماتے تھے۔ امت کے لیے دعائیں فرماتے تھے۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یعنی جب اللہ نے مجھے اسقدر عظیم مناصب عطا فرمائے ہیں تو مجھے سب سے بڑھ کر اسکا شکر ادا کرنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ امت کی بخشش کروالینی چاہیے۔

امام سیوطی نے تفسیر در منثور میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ایک رات میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی عبادت دیکھوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ سب صحابہ بھی چلے گئے جب آپ نے دیکھا کہ سب لوگ چلے گئے ہیں تو آپ مسجد میں تشریف لے آئے۔ تو آپ نے طویل قیام فرمایا اور طویل سجدے کیے اور ان میں آپ اسقدر روئے کہ مجھے ڈر لگا کہیں آپ کی ذات مبارکہ کوئی مسئلہ نہ لاحق ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ صبح میں نے عرض کیا "یارسول

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث ۴۸۳۷

اللہ ﷺ آج رات میں نے آپ کی مسجد میں عبادت دیکھی ہے۔آپ اسقدر روئے کہ مجھے آپ کے بارہ میں ڈر لگنے لگا۔" آپ نے فرمایا "کیا تم دیکھ رہے تھے؟ عرض کیا ہاں میں دیکھ رہا تھا، فرمایا میں اپنی امت کے لیے بخشش مانگ رہا تھا۔" میں نے عرض کیا: "فما قیل لك" "تو پھر آپ کو (آپ کی گریہ زاری کے جواب میں) کیا کہا گیا؟" آپ نے فرمایا: "اگر میں وہ بتادوں تو میری امت نماز پڑھنا بھی چھوڑ دے۔"

نماز تہجد کی فضیلت:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اپنے آپ کو کوسا ہے اور کہا کہ میرے پیارے نبی ﷺ نے تو میرے لیے ساری ساری رات قیام فرمایا مگر میں آپ کی سنت کو اپنا نہ سکا اور رات کے طویل قیام کو اختیار نہ کر سکا اس سے آپ نماز تہجد کی اہمیت و فضیلت کی طرف ہمیں راغب کر رہے ہیں۔اور قرآن و حدیث میں نماز تہجد کی عظیم فضیلت مروی ہے۔اللہ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ: اور اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔[۱]

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: وہ رات کا کم حصہ سوتے تھے اور سحری کے اوقات میں (بصورت تہجد) استغفار کرتے تھے۔[۲]

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

ترجمہ: ان کے پہلوان کے بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں۔وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔[۳]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (یعنی اسکا کرم اور فضل) سب سے نچلے آسمان کی طرف اترتا ہے۔اور فرماتا ہے:

من يدعوني فاستجيب له من يسئلني فاعطيه من يستغفرني فاغفر له.

---

۱ سورہ فرقان، آیت ۶۴

۲ سورہ الذاریات، آیت ۱۸

۳ سورہ حم السجدہ، آیت ۱۶

ترجمہ: کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اسکی پکار سنوں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں؟[۱]

یعنی بندے کا رات کے آخری پہر میں اٹھ کر اللہ کو یاد کرنا اللہ کو بہت پسند ہے۔ اسوقت اللہ کی رحمت آواز دے رہی ہوتی ہے کون ہے جو مجھے پکارے، کون ہے جسے بخشش چاہیے، تو کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ؎

پچھلی راتیں رحمت رب دی کرے بلند آوازہ
بخشش منگن والیاں کارن کھلا ہے دروازہ

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ میں آپ کے قریب ہو گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل ارشاد فرمائیں جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے عظیم سوال کیا ہے اور یہ کام اس کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان کر دے، تم صرف اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو روزہ رمضان رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کے دروازے نہ بتلاؤں؟ یاد رکھو کہ روزہ ایک ڈھال ہے (مومن کو ڈھال کی طرح گناہ اور عذاب سے بچاتا ہے) صدقہ جہنم کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات کے پچھلے پہر میں نماز پڑھا کرو۔[۲]

بیہقی نے شعب الایمان میں ربیعہ جرشی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت ساری مخلوق کو ایک میدان میں جمع کرے گا جب تک اللہ چاہے گا وہ وہاں رہیں گے۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا:"آج اہل محشر جان لیں گے کہ کس کے لیے عزت اور کرامت ہے، وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے تھے۔" اور وہ اپنے رب کو خوف و امید کے ساتھ پکارتے تھے، تو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت کم ہونگے۔[۳]

---

۲ بخاری کتاب التہجد باب ۱۴ حدیث ۱۱۴۵

۲ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۳۴، ابن ماجہ کتاب الفتن باب ۱۲ حدیث ۳۹۷۲

۱ دُر منثور جلد ۶ صفحہ ۵۴۸

(۳۰) وَ شَدَّ مِنۡ سَغَبٍ اَحۡشَائَہٗ وَ طَوٰی
تَحۡتَ الۡحِجَارَۃِ کَشۡحاً مُتۡرَفَ الۡاَدَمِ

حل لغات:

سغب : مصدر از سَغَبَ یَسۡغُبُ (ن) یعنی بھوکا ہونا۔

احشائہ : وہ اعضاء جو پیٹ میں ہیں جیسے آنتیں، معدہ، پھیپھڑہ وغیرہ۔

طوی : لپیٹنا۔

کشحا : پہلو، عربی محاورہ ہے طوی کشحہ علی الامر اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ یعنی کمر کس کر کام میں لگا رہا۔

مترف : اسم مفعول از اَتۡرَفَ باب افعال بمعنیٰ آسودہ حال ہونا۔

الادم : چمڑی، جلد۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو (اندرونی اعضاء سمیت) باندھا اور اپنے نرم و نازک چمڑی والے پہلو کو پتھروں کے نیچے کس لیا۔

منظوم ترجمہ:

وہ اپنے نرم و نازک پہلوؤں کو باندھ لیتے تھے
میرے آقا باعث بھوک پتھر رکھتے تھے بر شکم

شرح:

نبی اکرم ﷺ کا پیٹ پر پتھر باندھنا:

یہ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل مبارک کی طرف اشارہ ہے جب خندق کی کھدائی کے دوران

آپ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے۔ یوں آپ نے دین خداوندی کی سر بلندی کے لیے جہاد کیا۔ بھوک برداشت فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ کو پیٹ پر پتھر بھی باندھنا پڑے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک چٹان راستہ میں حائل ہوگئی جو بہت سخت تھی ٹوٹ نہیں رہی تھی۔ اسکے توڑنے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر بھوک کے آثار ہیں: وبطنه معصوب بحجر اور آپ کے بطن مبارک پہ پتھر بندھا ہوا تھا۔ میں دوڑ کر آیا اور بیوی سے کہا کیا گھر میں کھانے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ جو ہیں اور بکری کا بچہ ہے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا۔ عرض کیا کہ آپ تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ ایک دو آدمی آجائیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے گھر کتنا کھانا ہے میں نے بتایا، آپ نے فرمایا: کثیر طیب یہ تو بہت ہے اور عمدہ ہے۔ جاؤ بیوی سے جا کر کہو کہ میرے آنے تک ہنڈیا نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے۔ پھر آپ نے فرمایا اے مہاجرین و انصار! چلو جابر کے گھر چلیں۔ میں دوڑ کر گھر آیا بیوی نے کہا کیا آپ نے پوچھا تھا کہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے کہا، ہاں پوچھا تھا، وہ کہنے لگی پھر خیر ہے، (پھر آقا جانیں اور آپکا کام جانے) چنانچہ آپ تشریف لائے، آپ خود اپنے ہاتھ سے سب کو کھانا ڈال کر دیتے رہے، حتیٰ کہ سارا لشکر کھا گیا اور کھانا ابھی باقی تھا۔[1]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خندق حدیث ۴۱۰۱

(۳۱) وَ رَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَّفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَیَّمَا شَمَمٖ

حل لغات:

الشُّمُّ : جمع اَشَمُّ بمعنی بلند، متکبر، مغرور۔

شَمَ : مصدر از شَمَّ یَشُمُّ (ن) بلند ہونا، کہتے ہیں۔ شَمَّ الْجَبَلُ پہاڑ کی چوٹی کا بلند ہونا۔ شَمَّ اَنْفُهٗ اسکی ناک بلند ہے۔ اس جگہ شان استغناء اور بے اعتنائی مراد ہے۔

سادہ ترجمہ:

سونے کے بلند پہاڑوں نے آپ کو اپنی طرف راغب کرنا چاہا تو آپ نے انہیں کیا ہی شان استغناء دکھائی۔

منظوم ترجمہ:

جو سونے کے پہاڑ آئے کہ انکو راہ سے بہکائیں
تو استغناء کی آقا نے دکھائی سطوت اعظم

شرح:

اس شعر میں سید الفقراء امام الزاہدین محبوب خدا ﷺ کی شان فقر و زہد بیان کی گئی ہے۔ کہ پہاڑ سونا بن کر آپ کے سامنے آئے۔ تا کہ آپ ان کو اختیار فرمائیں مگر آپ نے ان کی طرف کچھ نہ توجہ فرمائی گویا آپ کا فقر اضطراری نہیں اختیاری تھا،

رسول اللہ ﷺ کا اختیاری فقر:

اور فقر اختیاری کا جو مقام ہے اس تک فقر اضطراری (مجبوری کا فقر) ہر گز نہیں پہنچ سکتا۔

اگرچہ فقر اضطراری بھی وجہ فضیلت ہے مگر اختیاری کی عظمت تصور سے بھی بالاتر ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا عائشہ لو شئت لسادت معی جبال الذھب۔

ترجمہ: اے عائشہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔

پھر فرمایا: کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جسکی کمر کعبۃ اللہ کے برابر تھی۔ وہ کہنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ان ربک یقرئ علیک السلام ویقول ان شئت نبیا عبدا وان شئت نبیا ملکا۔

ترجمہ: آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر آپ چاہیں تو عبادت گزار نبی بنیں اور اگر چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں۔

آپ فرماتے ہیں: ''میں نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مجھے اشارہ سے کہا کہ'' آپ تواضع اختیار کریں۔'''' تو میں نے کہا میں عبادت گزار نبی بننا چاہتا ہوں۔'' حضرت عائشہ فرماتی ہیں'' چنانچہ رسول اللہ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے میں ایک عبد کی طرح کھاتا ہوں اور ایک عبد کی طرح بیٹھتا ہوں۔[1]

[1] رواہ البغوی فی شرح السنۃ، مشکوۃ شریف باب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصل سوم جلد ۲ صفحہ ۵۳۰ مطبوعہ لاہور

(۳۲) وَ اَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيهَا ضَرُوْرَتُهٗ
اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَا تَعْدُوْا عَلَى الْعِصَمِ

حل لغات:

اَكَّدَتْ : از تاکید پختہ اور مضبوط کرنا۔

لَا تَعْدُوْا : از عَدَا يَعْدُوْ (ن) زیادتی کرنا۔ کہا جاتا ہے "عَدَىٰ عليه" اس پر اس نے زیادتی کی۔

قرآن میں ہے اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ جب وہ ہفتہ کے بارہ میں زیادتی کرتے تھے۔[۱]

الْعِصَم : مصدر از عَصَمَ يَعْصِمُ (ض) محفوظ رکھنا۔ عصم الله فلانا عن المكروه "اللہ نے فلاں کو بری بات سے محفوظ رکھا"۔ یہاں مراد نبی اکرم ﷺ کا معصوم عن الخطاء ہونا ہے۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کی ضرورتوں نے آپ کے زہد کو مزید مضبوط کر دیا۔ کیونکہ ضرورتیں مقام معصومیت پر غالب نہیں آسکتیں۔

منظوم ترجمہ:

حوائج نے بڑھایا ہے نبی کے زہد کو آگے
ضرورت کیا کہے اسکو جو حکم رب سے ہوا عصم

شرح:

دنیوی حاجات اور بشری ضروریات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی ہیں۔ مگر ساتھ میں آپ

---

۱ سورۃ اعراف، آیت ۱۶۳

رسول بھی ہیں۔اور رسول ہر گناہ صغیرہ و کبیرہ سے معصوم ہوتا ہے۔اس لیے کوئی ضرورت اور حاجت آپ کو پریشان نہ کر سکی بلکہ خود ضرورتیں آپ کے مقام عصمت کو پکا کرنے والی بن گئیں۔

رسول اللہ ﷺ کا زہد و ترک دنیا

ضرورتوں کے باوجود آپ ﷺ کے زہد و ورع کا عالم یہ ہے کہ کئی کئی دن آپ ﷺ کے گھروں میں چولہا نہیں جلتا تھا۔آپ ﷺ جب سخت چٹائی پر لیٹتے تو آپ ﷺ کے جسم مقدس پر چٹائی کے نشانات پڑ جاتے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ سے زیورات اور اچھے لباس کا تقاضا کیا تو آپ پر وہ گراں گزرا۔آخر قرآن نازل ہوا۔اللہ نے فرمایا:

"اے نبی ﷺ آپ اپنی ازواج سے فرما دیں کہ اگر وہ دنیا کی زینت چاہتی ہیں تو ان سے کہو کہ آجاؤ میں تمہیں متاع دنیا دے دیتا ہوں اور ساتھ ہی نکاح سے بھی آزاد کر دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول کی رضا اور دار آخرت کی بہاریں چاہتی ہو تو اللہ نے تمہارے لیے (آخرت میں) اجر عظیم تیار فرمایا ہے۔"[1]

گویا اللہ نے اور اسکے رسول نے پسند نہ کیا کہ رسول کے اہل خانہ کے پاس زینت دنیا کی کوئی چیز ہو۔

---

[1] سورہ احزاب، آیت ۲۸

(۳۳) وَ كَيفَ تَدعُوا اِلَى الدُّنيَا ضَرُورَةُ مَن
لَولَاهُ لَم تَخرُجِ الدُّنيَا مِنَ العَدَمِ

سادہ ترجمہ:

اور اس ذات مبارکہ (رسول اللہ ﷺ) کی ضرورتیں آپ کو دنیا کی طرف کیسے راغب کر سکتی ہیں۔ کہ اگر وہ ذات نہ ہوتی تو دنیا عدم سے وجود کی طرف آ ہی نہیں سکتی تھی۔

منظوم ترجمہ:

کھینچے گی ان کو کیا دنیا کی حاجت گر نہ وہ ہوتے
تو یہ دنیا نہ ہوتی اور نہ ہوتا پھر کوئی عالم

شرح:

یعنی دنیا تو رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں معرض وجود میں آئی ہے وہ تو وجود مصطفیٰ ﷺ کا اک فیض ہے۔ اس لیے دنیوی حاجات آپ ﷺ کو دنیا کی طرف کیسے راغب کر سکتی تھیں اور دنیا آپ ﷺ کے نور سے بنائی گئی ہے۔

دنیا کا رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں پیدا ہونا:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے عرش کی طرف نظر اٹھائی تو کہا: اسئلك بحق محمد الا غفرت لی ”اے اللہ وسیلہ محمد ﷺ سے میری خطا معاف فرما۔“ اللہ نے فرمایا: ”محمد کون ہیں؟“ عرض کیا ”جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش کو دیکھا اس پہ لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے جان لیا کہ جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے ان سے زیادہ تجھے کوئی معزز نہیں ہے۔“ اللہ نے فرمایا: ”وہ آپ کی ذریت میں سے آخری نبی ہیں ولولاہ ما خلقتك اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں اے آدم

آپ کو پیدا نہ کرتا۔"[1]

معلوم ہوا انسان کو رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں بنایا گیا اور قرآن کہتا ہے کہ ساری کائنات انسان کے لیے بنائی گئی۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً[2]

تو معنی یہ ہوا کہ سارا جہان نبی اکرم ﷺ کے صدقے میں معرض وجود میں آیا۔ اور ایک حدیث زبان زد خاص و عام ہے کہ فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک اگرچہ مجھے اسکا متن کسی کتاب حدیث میں نہیں ملا۔ بہرحال اسکا کوئی اصل ضرور ہے۔

---

1 طبرانی صغیر جلد ۲ صفحہ ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2 البقرہ ۲۱،

(۳۴) مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٖ

حل لغات:

الْكَوْنَيْن : یہ کَوْنٌ کا تثنیہ ہے جسکا معنی "ہونا" ہے (To be) اور اس سے جہان مراد لیا جاتا ہے تو کونین کا معنی دو جہان یا دو عالم ہے۔ یعنی عالم دنیا و عالم آخرت۔

الثَّقَلَيْن : یہ ثَقَلٌ کا تثنیہ ہے۔ جسکا معنی قیمتی اور عظیم چیز ہے۔ مگر قرآن میں ثقلین انسانوں اور جنات کی دو مخلوقات کو کہا گیا ہے۔

اللہ نے فرمایا:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اے دو عظیم گروہو ہم عنقریب تمہاری طرف خصوصاً متوجہ ہونگے، تم سے حساب لیں گے۔ [۱]

عُرْبٍ : اسکو عَرَبٌ بھی کہتے ہیں۔ جسکا معنی ہے عرب کے باشندے۔

عَجَم : غیر عربی لوگ۔

سادہ ترجمہ:

محمد مصطفیٰ ﷺ دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔ جن و انس کے آقا ہیں اور عرب و عجم کے دونوں گروہوں کے راہنما ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ عرب و عجم کے آقا وہ جن و بشر کے داتا | وہ بحر و بر کے ہیں مولا وہ ہیں سردار دو عالم

---

۱ سورۃ رحمان، آیت ۳۱

شرح:

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ساری کائنات کے رسول، حادی اور راہنما ہیں۔ دنیا میں بھی آپ کی سرداری ہے اور آخرت میں بھی آپ کی سرداری ہوگی۔

قرآن سے رسول اللہ ﷺ کا رسول کائنات ہونا:

پہلے انبیاء کسی خاص قوم یا علاقہ کے لیے رسول بنائے جاتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کو ساری نسل انسانی، بلکہ ساری مخلوق خدا کا رسول بنایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اے تمام انسانو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔[1]

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس صورت میں کہ آپ تمام انسانوں کے لیے بشارت سنانے اور ڈر دینے والے ہیں۔[2]

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ①

ترجمہ: برکت والا ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندہ خاص محمد ﷺ پر قرآن اتارا۔ تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈر سنانے والے ہوں۔[3]

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے نذیر فرمایا گیا ہے، اور نذیر کا معنی قرآن میں نبی ہے۔ جیسے ارشاد ہوا:

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: کوئی ایسی امت نہیں ہے جس میں کوئی نذیر (نبی) نہ گزرا ہو۔[4]

---

۱ سورہ اعراف، آیت ۱۵۸

۲ سورہ سبا، آیت ۲۸

۳ سورہ الفرقان، آیت ۱

۴ سورہ فاطر، آیت ۲۴

لہٰذا اس میں تمام جن وانس شامل ہیں۔ عرب وعجم شامل ہیں۔ بلکہ عالمین میں دنیا وآخرت سب داخل ہیں۔

پھر آپ پر اللہ نے جو قرآن اتارا ہے اسے عالمین کا ذکر قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: قرآن نہیں ہے مگر تمام جہانوں کے لیے ذکر۔ [۱]

یہ مضمون سورہ یوسف آیت ۱۰۴ اور سورہ صٓ آیت ۸۷ میں بھی ہے۔ جب آپ کی کتاب تمام جہانوں کا ذکر ہے تو بلاشبہ کتاب والا رسول تمام جہانوں کا ہادی ہے۔

پھر آپ کی شان رحمت کائنات کو یوں بیان فرمایا گیا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ [۲]

حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول کائنات ہونا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فُضِّلتُ علی الانبیاء بست

ترجمہ: مجھے چھ چیزوں کے ساتھ تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔

مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے (یعنی چند لفظوں میں علم وحکمت کا دریا بند کر دیا جائے)۔ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ میرے لیے غنائم (اموال غنیمت) کو حلال کیا گیا۔ میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا۔

وارسلت الی الخلق کافۃ۔

ترجمہ: اور مجھے تمام مخلوق خدا کا رسول بنایا گیا۔ اور مجھ پر سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا گیا۔ [۳]

سیدنا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ تو

---

۱ سورہ تکویر، آیت ۲۷

۲ سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷

۳ مسلم کتاب الفضائل حدیث ۵۲۳

ہم مکہ کے بعض اطراف کی طرف نکلے:

فما استقبله جبل ولا حجر الا وهو يقول السلام عليك يا رسول الله

تو آپ کے سامنے جو بھی پہاڑ یا پتھر آتا وہ یہ عرض کرتا۔ یارسول اللہ آپ کو سلام ہو۔[1]

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من شيئ الا يعلم انى رسول الله الا كفرة او فسقة الجن و الانس.

ترجمہ: دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں جو یہ نہ جانتی ہو (یہ نہ مانتی ہو) کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوا کافر یا فاسق جنوں اور انسانوں کے۔[2]

پھر ایسے سینکڑوں معجزات کتب حدیث میں مرقوم ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جانور فریاد لے کر آئے، اونٹ آئے، ہرن آئے، خچر آئے، درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر دوڑے حاضر ہوئے۔ پتھروں نے سلامی پیش کی۔ یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ آپ ساری کائنات کے رسول ہیں۔ سورج آپ کے کہنے پر واپس آتا ہے۔ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ گویا آپ کی حکومت آسمان پہ بھی جاری ہے۔

شارح کے قلم سے چار زبانوں میں لکھی ہوئی نعت شریف:

راقم الحروف محمد طیب غفرلہ نے ایک نعت شریف لکھی ہے۔ جسے چار زبانوں پہ مشتمل کیا گیا ہے عربی فارسی پنجابی اور اردو۔ اس کے ہر شعر کا پہلا مصرعہ عربی میں ہے دوسرا فارسی میں، تیسرا پنجابی اور چوتھا اردو میں۔ اسکے بعض اشعار ملاحظہ ہوں جن میں آپ کی تمام جہانوں پر حکومت بھی بتائی گئی ہے۔

میں نے عرض کیا ہے۔

ع

ما رُؤِیَ مِثْلُكَ فِي الْعَالَمْ	مثل تو نہ آمد ہیچ بشر
کوئی تیرے جیہا کسے ویکھیا نئیں	کوئی تم سا کسی کو نہ آیا نظر

---

۱ ترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۶۲۶

۲ معجم طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ مستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

قَدْ نِلْتَ مَقَامَاتِ الْعُلَا
انسانے نہ زادہ مثل شما

تیرے ورگا خدا نے بنایا ئی نئیں
تیرا مثل نہیں ہے کوئی بشر

مِنْ نُوْرِكَ الْاَرْضُ وَ السَّمَا
از نور تو عالم شد پیدا

ایہ دنیا بنی ایں تیرے نوروں
تیرے نور سے چمکے شمس و قمر

اَلْعِزْلَةُ اِلَيْكَ تَشْتَكِيْ
تو پناہ شتر غمزدہ ای

تینوں سجدے کیتے جانوراں
تیرے آگے جھکیں سب شجر و حجر

اَحْكَامُكَ نَافِذَةٌ فِي الدُّنْيَا
اے حاکم ملک ارض و سما

تیری شاہی عرشاں فرشاں تے
تیری ملک میں ہے سب بحرو بر

لَكَ اَخْبَارٌ بِجَمِيْعِ الْوَرٰى
چشم تو بیند ہر شے را

تو ویکھدا ایں سب دنیا نوں
تجھے ارض و سما کی ساری خبر

اَلشَّمْسُ بِحُكْمِكَ قَدْ رَجَعَتْ
شد قمر دو پارہ باشارت

تیرے حکم تے پتھر کلمہ پڑھن
محکوم تیرے سب جن و بشر

بِيَدِكَ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْجَزَاءِ
اے مالک جملہ ملک خدا

تیرے ہتھ ہے کنجی جنت دی
ہے تو ہی شافع روز حشر

هٰذَا فَضْلُ اللهِ الْاَعْظَم
شد محو ثناء نبی قلمم

میں کون تے کتھے کلام رضا
نہیں مجھ میں تو کوئی علم و ہنر

اَلْعَبْدُ كَئِيْب بِذُنُوْبِه
شد حالت او نا گفتہ بہ

ہے طیبؔ ادنی غلام تیرا
یہی نسبت ہے میرا زاد سفر

(۳۵) نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِيْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِيْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

حل لغات:

اَبَرّ : اسم تفضیل ہے از بَرَّ یَبِرُّ (ض) یعنی سچ کہنا۔
کہتے ہیں اَبَرَّ اللّٰہُ یَمِیْنَہٗ اللہ نے اسکی قسم سچی کردی یعنی جو اس نے
کہا اللہ نے اسی طرح کردیا۔
حدیث میں ہے:
رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ علی اللہِ لَابَرَّہٗ
کئی پراگندہ غبار آلود والے لوگ اللہ کے ہاں ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ
اگر وہ قسم اٹھالیں تو اللہ انکی قسم کو سچا کردیتا ہے۔[۱]

سادہ ترجمہ:

ہمارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دینے والے اور نہی فرمانے والے ہیں۔ تو آپ خواہ ہاں کہہ دیں یا نہ کہہ دیں۔ بہر حال آپ سے بڑھ کر کسی کی بات سچی نہیں ہو سکتی۔

منظوم ترجمہ:

اوامر ان کے نافذ ہیں نواہی انکی جاری ہیں
کہ ہاں کہدیں یا نہ کہہ دیں وہ رازِ حق کے ہیں محرم

شرح:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرمادیں یا نہی فرمادیں وہ نافذ ہے۔ آپ کا امر و نہی ایسے ہی

---

۱ بخاری کتاب الصلح باب ۸، مسلم کتاب الایمان حدیث ۹)

ہے جیسے اللہ کا امر ونہی ہے۔ اور آپ جس جگہ ہاں کہہ دیں اسے کوئی نہ میں نہیں بدل سکتا اور جہاں نہ فرما دیں اسے کوئی ہاں نہیں بنا سکتا۔

رسول اللہ ﷺ کا مطاع مطلق ہونا:

ہر رسول ہی مطاع مطلق ہوتا ہے یعنی جو وہ کہہ دے اسکی امت پر اسکی اطاعت لازم ہوتی ہے کیونکہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وہ حکم خداوندی سے کہتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے تاکہ حکم خداوندی سے اسکی اطاعت کی جائے۔ [۱]

اب ہر رسول کی اطاعت وہیں تک ہے جہاں تک اسکا دائرہ رسالت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا دائرہ رسالت تمام جہانوں اور تمام زمانوں کو محیط ہے۔ آپ عرش وفرش کے رسول ہیں، جن وبشر کے رسول ہیں، بحر وبر کے رسول ہیں۔ اس لیے آپ کا حکم عرش وفرش پہ جاری ہے۔ اور آپ ارض وسما کے حاکم ہیں۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لی وزیران فی الارض ووزیران فی السمآ** میرے دو وزیر زمین پر ہیں اور دو وزیر آسمان میں۔ زمین میں میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں اور آسمان میں جبریل ومیکائیل۔ [۲]

پھر اللہ نے آپ کو ایسا آمر وناہی بنایا ہے کہ جو کچھ آپ فرمادیں وہی قانون بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط [۳]

تو لوگوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! **اَكُلَّ عَامٍ** کیا ہر سال حج فرض ہے؟" آپ خاموش رہے صحابہ نے پھر یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: **لَا وَلَوْ قُلْتُ كُلَّ عَامٍ لَوَجَبَتْ** نہیں

---

۱ سورہ نساء، آیت ۶۴

۲. ترمذی کتاب المناقب، باب ۱۶

۳ سورہ آل عمران، آیت ۹۷

ہر سال حج فرض نہیں ہے۔اور اگر میں نعم کہہ دیتا (یعنی یہ کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال حج فرض ہے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔" [۱]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسطرح مروی ہے کہ فرمایا:

وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَقُوْمُوْابِهَا وَلَوْ لَمْ تَقُومُوا بِهَا عُذِّبْتُمْ

ترجمہ: اگر میں نعم کہہ دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم اسے ادا نہ کر سکتے اور اگر ادا نہ کرتے تو تمہیں عذاب دیا جاتا۔ [۲]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مسئلہ میں لا کہہ دیں یا ہاں کہہ دیں تو وہ قانون بن جاتا ہے۔اس لیے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ آپ لا کہیں یا نعم کہیں بہر حال آپ سے بڑھ کر کسی کا کلام سچا اور پورا ہونے والا نہیں ہے۔

---

۱ ترمذی شریف کتاب التفسیر سورہ مائدہ حدیث ۳۰۵۵

۲ ابن ماجہ کتاب المناسک حدیث ۲۸۸۵

(۳۶) هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

حل لغات:

هَوْلٍ : شدت مصیبت۔

مُقْتَحَمِ : از اقتحم الامر اس نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ وہ حبیب کریم ہیں جن کی شفاعت کی امید رکھی جاتی ہے ہر ایسی مصیبت میں جو گھیر لینے والی ہے۔

منظوم ترجمہ:

حبیب کبریا کی ہی شفاعت کام آتی ہے
غم و آلام دنیا کے تلے دب جاتے ہیں جب ہم

شرح:

یعنی جب بھی انسان پہ کوئی مشکل آجائے اور وہ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اسے سید عالم ﷺ کی روح مبارک کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور آپ سے سفارش و شفاعت کی التجاء کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ہر مصیت میں کام آنا:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ: جب وہ اپنی جانوں پہ زیادتی کریں تو اے محبوب کریم ﷺ آپ کے پاس

آجائیں۔ پھر وہ اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول اللہ ﷺ ان کے لیے شفاعت کر دیں تو ضرور وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔[۱]

یہ آیت بتا رہی ہے کہ جب انسان کے سر پر گناہوں کا بوجھ بھاری ہو جائے اور وہ اللہ سے بخشش لینا چاہے تو اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ آپ سے التجاء کرنا چاہیے کہ آپ اس کے لیے اللہ سے شفاعت و سفارش فرمائیں۔ اگر آپ ﷺ نے اس کے لیے شفاعت فرمادی تو ضرور وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائے گا۔ اور یہ آیت نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تاقیامت اسکا حکم جاری ہے۔ ابن تیمیہ کے شاگرد خاص علامہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر "تفسیر القرآن العظیم" میں اس آیت کے تحت وہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پہ حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے التجاء کی تو آپ ﷺ حضرت عُتبی کے خواب میں آئے اور فرمایا کہ جاؤ اس شخص سے کہہ دو کہ اللہ نے اسکی بخشش فرمادی ہے۔"[۲]

اس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مژدہ سن کر دو اشعار کہے۔

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِہِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَم
نَفْسِی الْفِدَآءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ
فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَم

یعنی اے وہ ذات مبارکہ جنکا جسم مقدس اس زمین میں دفن کیا گیا تو اس کی خوش بو سے زمین اور اسکے ٹیلے بھی خوش بودار ہو گئے۔ میری جان اس قبر منور پر قربان جس میں آپ جلوہ فرماہیں۔ اس قبر سے پناہ ملتی ہے اور اس سے جود و کرم ملتا ہے۔

یہ دو اشعار رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اسقدر مقبول و منظور ہوئے کہ آج بھی آپ کی جالی مقدس کے دائیں بائیں دو ستونوں پہ لکھے ہوئے ہیں۔ نجدی حکومت نے بھی ان کو مٹایا نہیں۔ بلکہ قائم رکھا ہے حالانکہ انکا عقیدہ ان اشعار کے خلاف ہے۔

---

۱ سورہ نساء، آیت ۶۵

۲ تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۶۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اس حکایت کو کثیر مفسرین نے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے جیسے امام عبداللہ نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل اول صفحہ ۳۶۸ میں، امام ابوحیان نے تفسیر البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۶۹۳ میں اور امام قرطبی نے تفسیر الجامع الاحکام لقرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶۶ میں۔ اس آیت کی مفصل تفسیر میں نے اپنی تفسیر برھان القرآن میں کی ہے۔

جب مغفرت سیئات میں شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحکم قرآن یقینی طور پر مومن کے کام آتی ہے تو دیگر مصائب میں اس سے کیا مانع ہے۔ جب اخروی مصیبت ٹل رہی ہے اور جہنم کا عذاب آپ کی شفاعت سے جا رہا ہے تو دنیوی عذابات و مصائب کی اس کے مقابلہ میں حقیقت ہی کیا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے قبر پر آنے والے زائرین کی فریاد سنتے ہیں آپ دور سے پکارنے والوں کی فریاد کو بھی سن سکتے ہیں۔ اس پر بھی احادیث دال ہیں آگے ہم "یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِہٖ"[1] کے تحت غائبانہ استغاثہ کے جواز پر بات کریں گے ان شاء اللہ۔ لہذا آپ کو دور سے پکارنا بھی مشکلات کے حل میں مدد دیتا ہے۔ (کما سنذ کرہ ان شاء اللہ۔)

---

۱ شعر ۱۵۲

(۳۷) دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمِ

حل لغات:

اَلْمُسْتَمْسِکُوْنَ : از اِسْتِمْسَاكٌ بمعنی کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لینا۔

غَیْرِ مُنْفَصِمِ : از اِنْفِصَامٌ بمعنی کٹ جانا، جدا ہو جانا۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی طرف بلایا تو جو آپ کے دین (کی رسی) کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں، انہوں نے ایسی رسی پکڑی ہے جو ٹوٹنے والی کٹنے والی نہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ داعی ہیں خدا کے تھام لے جو انکی رسی کو
تو پیارے مصطفی کی رسی بس ہے غیر منفصم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان داعی الی اللہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے داعی ہیں۔ یعنی اللہ کی نازل کردہ وحی اور دین کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔
جیسے آپ کی یہ شان قرآن میں یوں بتائی گئی:

وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ [1]

اور فرمایا گیا:

---

[1] سورہ احزاب، آیت ۴۶

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ترجمہ: آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ بلائیں۔[1]

اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر کے آپ کا دین اختیار کر لیتا ہے تو اس نے ایسی رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اسی لیے فرمایا گیا:

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا

ترجمہ: جو شخص شیطان سے انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا جو ٹوٹنے والی نہیں۔[2]

لہٰذا جو شخص ایمان پہ مرجائے خواہ وہ کس قدر گناہگار ہو تو یہ ایمان کی رسی اسے ضرور جنت کی طرف کھینچ کرلے جائیگی۔ اگر وہ خدانخواستہ جہنم میں گیا تو جلد ہی یہ رسی اسے وہاں سے کھینچ نکالے گی، کوئی گناہ اس رسی کو توڑ نہیں سکتا الایہ کہ کفر کر کے اس رسی کو چھوڑ ہی دیا جائے۔

۱ سورہ نحل، آیت ۱۲۵

۲ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶

(۳۸) فَاقَ النَّبِيِّينَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ
وَّ لَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّ لَا كَرَمٖ

حل لغات:

فَاقَ : ازفَاقَ يَفُوْقُ (ن) بمعنیٰ فوقیت اورغلبہ حاصل کرنا۔

لَمْ يُدَانُوْهُ : ازدانا یدانی مفاعلہ۔یعنی کسی کے قریب ہونا۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تخلیق اوراپنے اخلاق میں سب انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں۔اوروہ علم اور کرامت میں آپ کے مرتبہ کے قریب بھی نہیں پہنچے۔

منظوم ترجمہ:

وہ سارے انبیاء سے بڑھ کے ہیں صورت میں سیرت میں
وہ ہیں سب انبیاء و مرسلیں سے اعلم و اکرم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاافضل الانبیاء ہونا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اپنے علم وفضل اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے تمام انبیاء سے افضل واعلیٰ ہیں۔اسکے چند دلائل ہیں۔

(۱) ہر پیغمبر کوکسی خاص علاقہ یاقوم کی طرف بھیجا گیا،مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کارسول بنایا گیا۔ارشادہوا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

آپ کا ارشاد ہے: اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔[۱]

(۲) ہر نبی کی نبوت ایک خاص وقت تک کے لیے تھی۔ اسکے بعد اسکی ڈیوٹی ختم ہوگئی اور اسکی جگہ دوسرا پیغمبر آ گیا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت تا قیامت اور قیامت کے بعد بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے" بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ" مجھے اور قیامت کو یوں اکٹھا بھیجا گیا ہے۔ آپ نے دو انگلیوں کو جمع کر کے بتایا۔[۲]

(۳) پہلے انبیاء کرام کے معجزات جز وقتی تھے یعنی ان کا اثر تھوڑے وقت کے لیے ظاہر ہوا مگر رسول اکرم ﷺ کو معجزہ قرآن دیا گیا جو لازوال ابدی معجزہ ہے۔ اللہ نے فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اگر تم اس قرآن میں شک رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندۂ خاص (محمد ﷺ) پر نازل کیا تو اسکی مثل ایک سورت لے آؤ اور اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔[۳]

قرآن کا یہ چیلنج آج بھی قائم ہے مگر کوئی جواب دینے والا نہیں۔ یہ اعجاز تا قیامت قائم رہے گا۔

(۴) آپ پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور آپ کے سر پر تاج ختم نبوت سجایا گیا۔ تو ارشاد ہوا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ[۴]

(۵) اللہ نے عالم ارواح میں سب انبیاء علیہم السلام کو جمع کر کے ان سے یہ وعدہ لیا کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائیں تو انبیاء آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور آپکی مدد کریں گے۔ ارشاد ہوا:

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

---

۱ مسلم کتاب الفضائل

۲ بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الجمعہ

۲ سورہ بقرہ، آیت ۲۳

۳ سورہ احزاب، آیت ۴۰

ترجمہ: پھر تمہارے پاس وہ رسول آجائے جو تمہارے پاس موجود سب باتوں کی تصدیق کرتا ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ [1]

یہ آیت بھی صاف بتا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب انبیاء کے سردار ہیں۔

(۶) رسول اللہ ﷺ روز قیامت سب انبیاء کی گواہی دیں گے اور آپ کی گواہی سے ان کی مشکل آسان ہو گی، اللہ فرماتا ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾

ترجمہ: تو وہ کیا بلند شان ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محمد ﷺ آپ کو ان سب پہ گواہ لائیں گے۔ [2]

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی (افضل) امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں۔ [3]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "روز قیامت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کیا آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے "ہاں پہنچایا تھا۔" ان کی قوم کو بلایا جائے گا ان سے کہا جائے گا کیا نوح نے تمہیں پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی نذیر (نبی) نہیں آیا تھا۔

نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا "آپ کی گواہی کون دے گا؟" وہ کہیں گے مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهٗ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔" تو اس بارہ میں یہ ارشاد ہے لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ [4]

---

۱ سورہ آل عمران، آیت ۸۱

۲ سورہ نساء، آیت ۴۱

۳ سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳

۱ بخاری کتاب التفسیر سورہ بقرہ، حدیث ۴۴۸۷

یہ حدیث ترمذی، نسائی، بیہقی، ابن مردویہ و دیگر محدثین نے بھی روایت کی ہے۔ [1]

(۷) اللہ اور اسکے فرشتے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

ترجمہ: بے شک اللہ اور اسکے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام کہو۔ [2]

یہ اعزاز آپ کے سوا کسی پیغمبر کو عطا نہ فرمایا گیا۔

(۸) آپ کی امت کو سب سے افضل امت قرار دیا گیا ارشاد ہوا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

ترجمہ: اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سب سے افضل امت ہو تمہیں لوگوں کی راہنمائی کے لیے بنایا گیا ہے۔ [3]

جب آپ کی امت سب امتوں کی سردار ہے تو بلا شک آپ سب انبیاء کے سردار ہیں۔

(۹) اللہ نے ہر نبی کو اسکے نام کے ساتھ پکارا کہیں یا آدم ہے، کہیں یا نوح ہے، کہیں یا ابراھیم ہے، کہیں یا موسیٰ، کہیں یا عیسیٰ وغیرہ، مگر پورے قرآن میں اللہ نے ہمارے آقا و مولا کو کہیں آپ کا نام لیکر نہیں پکارا بلکہ آپ کو آپ کے اعزازات اور مقامات کے ساتھ پکارا گیا، کہیں کہا گیا یاایھا النبی، کہیں یاایھا الرسول، کہیں یا ایھا المزمل، کہیں یا ایھا المدثر وغیرہ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ کے ہاں سب انبیاء سے معزز ہیں۔

(۱۰) قرآن میں اللہ آپ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب سکھاتا ہے کہیں فرمایا:

---

۲ در منثور جلد اول صفحہ ۳۴۹

۳ سورہ احزاب، آیت ۵۶

۴ سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا [1]

کہیں فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [2]

کہیں فرمایا:

اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ [3]

دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ ہیں انکے دربار کے آداب ان کے کارندے اور ملازمین سکھاتے ہیں۔ جبکہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہے جس کے آداب خود رب العالمین سکھاتا ہے۔

(۱۱) پہلے انبیاء کرام پر جب کفار کوئی اعتراض کرتے تو اسکا جواب وہ خود دیتے تھے۔ ''کفار نے کہا اے نوح تم کھلی گمراہی میں ہو انہوں نے کہا مجھ میں کوئی گمراہی نہیں۔'' [4]

''کفار نے کہا اے ہود ہم تجھے پاگل دیکھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) انہوں نے کہا مجھ میں کوئی پاگل پن نہیں ہے۔'' [5]

مگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ پر کفار اعتراض کرتے ہیں تو اللہ آپ کی طرف سے جواب عطا فرماتا ہے۔ ابولہب نے کہا اے محمد! تیرا ہاتھ ٹوٹے اللہ نے فرمایا اے ابولہب تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ [6]

کفار نے کہا محمد ابتر ہے یعنی اسکی نسل کٹ گئی ہے۔ اللہ نے جواب دیا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

---

۱ سورہ بقرہ، آیت ۱۰۴

۲ سورہ حجرات، آیت ۲

۳ سورہ بقرہ، آیت ۱۰۸

۴ سورہ اعراف، آیت ۶۱

۵ سورہ اعراف، آیت ۶۷

۶ سورہ لہب، آیت ۱

ترجمہ: آپ کے دشمن کی نسل کٹ گئی ہے۔[1]

ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنوں کہا اللہ نے فرمایا:

مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۝

ترجمہ: محبوب آپ کب مجنوں ہیں۔ آپ پر تو آپ کے رب کی نعمتوں کا نزول ہے۔[2]

پھر اللہ نے ولید بن مغیرہ کی دس برائیاں گنوادیں حتیٰ کہ اسکا حرام زادہ ہونا بھی ظاہر کر دیا۔

(۱۲) روز قیامت اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝

ترجمہ: وہ وقت قریب ہے جب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔[3]

افضلیت مصطفیٰ ﷺ پر میں نے اپنی تفسیر برہان القرآن میں: تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا[4] کے تحت کچھ تفصیلی کلام کیا ہے۔ وہاں دیکھیں۔

---

۱ سورہ الکوثر، آیت ۳

۲ سورہ قلم، آیت ۲

۳ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹

۴ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۲

(۳۹) وَ کُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

حل لغات:

مُلْتَمِسٌ : اسم فاعل از اِلْتِمَاسٌ یعنی طلب کرنے والا۔

غَرْفًا : مصدر از باب غَرَفَ یَغْرِفُ (ض) پانی سے ہاتھ کے ساتھ چلو بھرنا۔ قرآن میں ہے: الا من اغترف غرفة بيده مگر جس نے ہاتھ سے ایک چلو اٹھالیا۔[1]

رَشْفًا : مصدر از رَشَفَ یَرْشُفُ (ن) بمعنی ہونٹوں سے پانی چوسنا۔

سادہ ترجمہ:

تمام انبیاء کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ خواہ سمندر سے چلو برابر یا برتن سے چلو کے برابر۔

منظوم ترجمہ:

تمامی انبیاء نے آپ ہی سے فیض پایا ہے
سمندر سے کوئی چلو یا برتن سے کوئی سانم

شرح:

ہر نبی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے فیض ملا ہے:

اس میں شک نہیں کہ سارا جہان آپ ہی کے نور سے پیدا فرمایا گیا اور سب انبیاء بھی اس میں شامل ہیں۔ مشہور حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے سب سے پہلے کیا

1 سورہ بقرہ، آیت ۲۴۹

چیز بنائی؟ آپ نے فرمایا: هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے۔

آگے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اس نور کے چار حصے کیے۔ ایک سے عرش بنایا، ایک سے حاملین عرش بنائے، ایک سے ارض وسما کو بنایا۔ اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کیے اور ان سے مزید کائنات بنائی۔ آگے طویل حدیث ہے۔[1]

اس حدیث کو منکرین نور مصطفیٰ ﷺ نے امام عبد الرزاق کی کتاب المصنف سے نکال دیا تھا مگر اب الحمد للہ اصل نسخہ مل گیا ہے۔ اور یہ حدیث ہم اسی سے نقل کر رہے ہیں۔ جب سارا جہان نور مصطفیٰ ﷺ سے بنا ہے تو انبیاء کرام بھی اس میں شامل ہیں۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ انبیاء کرام کو جو کچھ ملا بواسطہ نور مصطفیٰ ﷺ ہی ملا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے نام محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ نے ان سے فرمایا:

يَا آدَمُ هُوَ آخِرُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ

ترجمہ: اے آدم علیہ السلام وہ آپ کی ذریت میں آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔[2]

گویا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہمارے آقا ﷺ کی ذات مبارکہ کا ایک فیض ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام آپ کا فیض ہیں تو سارے انبیاء کرام آپ ہی کا فیض ٹھہرے۔ اسی لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ؎

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

---

۱ المصنف للامام عبد الرزاق بتحقیق ڈاکٹر عیسیٰ بن عبد اللہ حمیر کتاب الایمان باب تخلیق نور محمد ﷺ جزء مفقود صفحہ ۶۴ حدیث ۱۸ مطبوعہ موسستہ الشرف لاہور

۲ معجم صغیر طبرانی جلد ۲ صفحہ ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۴۰) وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

حل لغات:

شَكْلَةِ : مصدر از باب شَكَلَ یَشْكُلُ (ن) شکلۃ کی تاء برائے وحدت ہے۔ کہتے ہیں شَكَلَ الْكِتَابَ اس نے کتاب کی عبارات پہ اعراب لگائے۔

الْحِكَمِ : حکمت کی جمع۔

سادہ ترجمہ:

تمام انبیاء کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی اپنی حد پر باادب کھڑے ہیں جیسے کوئی علم کا ایک نقطہ ہے یا کتاب حکمت کا کوئی اعراب ہے (اور کتاب کامل آپ کی ذات ہے)۔

منظوم ترجمہ:

وہ دربار محمد میں کھڑے ہیں اپنی اک حد میں
کوئی اعراب ہے اور کوئی نقطہ از کتاب علم

شرح:

انبیاء کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علمی:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ بے جا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کتاب علم ہیں اور ہر نبی اس کتاب کا ایک جزء ہے جیسے کوئی ایک نقطہ یا کوئی اعراب۔ اس لیے کہ سب سے پہلے نور محمدی کو تخلیق فرمایا گیا اور اس کے بعد جو چیز بنی وہ اس نور سے بنی جیسا کہ ہم پیچھے شعر ۳۹ کے تحت واضح کر آئے ہیں۔ تو سارا جہان اس نور محمدی کے سامنے بنایا گیا۔ اس نور نے ہر چیز کا مشاہدہ کیا۔ کائنات کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

امام حقانی عارف ربانی شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۝۸ [1]

کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ آپ اللہ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں۔ لہذا آپ نے اللہ کی وحدانیت و ربوبیت کا مشاہدہ کیا۔ اور جس قدر ارواح، نفوس، اجسام، ارکان، معاون، نباتات، حیوانات، ملائکہ اور جنات وشیاطین کو اللہ نے عدم سے وجود کی طرف نکالا آپ نے ان سب کا مشاہدہ کیا۔ تاکہ مخلوق کو جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے وہ آپ سے مخفی نہ رہے۔ [2]

جبکہ باقی انبیاء کرام یا کسی مخلوق کی یہ شان نہیں ہے۔ نہ ہی کسی کا وہ مشاہدہ ہے جو آپ کو عطا فرمایا گیا۔ بلکہ کسی کے علم کو آپ کے علم ومشاہدہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴

ترجمہ: رحمان نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسانیت کی جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا اور انہیں ہر چیز کا بیان عطا فرمایا۔ [3]

اس کے تحت امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

ابن عباس اور ابن کیسان فرماتے ہیں" یہاں الانسان سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور بیان سے حلال وحرام اور ہدایت وضلالت کا بیان مراد ہے۔ وقیل بیان ما کان وما یکون۔ اور یہ بھی معنیٰ ہے کہ آپ کو جو ہو چکا اور جو ہو گا سب کا اللہ نے بیان عطا فرمایا۔" [4]

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں" یہ بھی جائز ہے کہ الانسان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوں کیونکہ اللہ نے آپ کو قرآن سکھایا جس میں جو ہو چکا اور جو ہو گا سب کا بیان ہے"۔ [5]

اس کی مزید تفصیل میری لکھی ہوئی تفسیر برھان القرآن میں سورہ الرحمان کے تحت دیکھیں۔

---

۱ سورہ فتح، آیت ۹

۲ تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۱۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

۳ الرحمان، آیت ۱۔۴

۴ تفسیر قرطبی جلد ۱۷ صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی

۵ مظہری جلد ۹ صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ کوئٹہ

(۴۱) فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَ صُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

حل لغات:

تَمَّ : تمام ہونا مکمل ہونا۔ جیسے وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا[1] اور تیرے رب کے کلمات صدق و عدل کے اعتبار سے مکمل ہیں۔

اصْطَفَاہُ : از اِصْطِفَاء یعنی چن لینا۔ باریٔ پیدا کرنے والا۔ یہ باری تعالیٰ کی صفت اور اسم ہے ارشاد ہوا هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ[2]

النَّسَمِ : جمع نَسِیْمَۃٌ بمعنی روح۔ نفس۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ذات مبارکہ ہیں کہ آپ معنی وصورت کے اعتبار سے کامل و مکمل ہیں۔ پھر اللہ رب العزت نے جو خالق ارواح ہے آپ کو اپنا محبوب چن لیا۔

منظوم ترجمہ:

وہ سیرت اور صورت میں مکمل اور اکمل ہیں
خدا نے ان کو اپنا چن لیا محبوب محترم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حبیب خدا ہونا:

اس میں شک ہی کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیرت وصورت، خلق وخلق اور ظاہر و باطن ہر لحاظ سے ایسے کامل و مکمل ہیں کہ اللہ نے آپ میں کوئی ظاہری یا باطنی کمی چھوڑی ہی نہیں۔ اللہ نے ہر کمال کو اسکی ساری خوبیوں کے ساتھ آپ کی ذات مبارکہ میں رکھدیا۔ اس لیے اللہ نے آپ کو اپنا حبیب قرار دیا۔ جب بنانے والا رب ہے تو وہ اپنے حبیب میں کوئی کمی کیوں پسند فرمائے گا۔

---

۱ سورہ انعام، آیت ۱۱۵

۲ سورہ حشر، آیت ۲۴

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسجد میں) بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے، آپ نے سنا کہ ان میں سے کوئی کہہ رہا تھا کیا شان ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا کیا شان ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا اور ان سے کلام فرمایا۔ ایک صحابی نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ اور اسکی پیدا کردہ روح ہیں۔ ایک اور صحابی نے کہا اللہ نے آدم علیہ السلام کو صفی بنایا یعنی چنا ہوا۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا: قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب سنا۔ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللهِ وَهُوَ كَذَالِكَ بے شک ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور یہ حق ہے۔ وَمُوسىٰ نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذَالِكَ اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ راز کی باتیں فرماتا تھا اور یہ حق ہے۔ وعیسی كَلِمَةُ اللهِ وَرُوحُهُ وَهُوَ كذالك اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اسکی بنائی ہوئی روح ہیں اور یہ حق ہے۔ وآدم اصطفاہ اللہ وهو كذالك اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو چن لیا اور یہ حق ہے، پھر فرمایا:

اَلَا وَاَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ اور روز قیامت پرچم حمد الٰہی میں ہی اٹھاؤں گا اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ اور میں ہی سب سے پہلے روز قیامت شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت ہی سب سے پہلے قبول ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

وَاَنَا اَوَّلُ من يُحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ اور میں ہی سب سے پہلے جنت کے کنڈے کھٹکھٹاؤں گا۔ تو اللہ میرے لیے جنت کو کھولے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء اہل اسلام ہونگے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِينَ وَالْاٰخِرِينَ وَلَا فَخْرَ اور میں تمام پہلے اور پچھلے لوگوں میں سب سے معزز و مکرم ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ [1]

یہ حدیث مناقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسقدر عظیم الشان ہے کہ اسکا ایک ایک جملہ ایک مستقل نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

---

۱ ترمذی کتاب المناقب باب ۲ حدیث ۳۶۱۶۔ سنن دارمی مقدمہ باب ۸

(۴۲) مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

حل لغات:

مُنَزَّهٌ : اسم مفعول از باب تفعیل نَزَّہَ پاکیزہ و بری ہونا۔
مَحَاسِنِهٖ : جمع مَحْسَنٌ جو باب حَسُنَ يَحْسُنُ (ش) سے مصدر میمی ہے۔ یعنی خوبیاں اچھائیاں۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ اپنی خوبیوں میں کسی ہمسر و ہم پلہ سے پاک ہیں۔ تو آپ کا جوہر حسن صرف آپ ہی میں ہے اسے تقسیم نہیں کیا گیا۔

منظوم ترجمہ:

کسی ہمسر سے بالا ہیں وہ اپنے سب محاسن میں
جمال مصطفیٰ ہے منفرد اور غیر منقسم

شرح:

حسن مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

یعنی رسول اللہ کا حسن و جمال ایسا ہے کہ بس آپ ہی میں پایا جا سکتا ہے اسے اللہ نے تقسیم فرمایا ہی نہیں۔ اور وہ جوہر حسن کیسا تھا: تو اسے ان صحابہ کرام کی زبان سے سنیے جو روزانہ اس حسن کا نظارہ کرتے تھے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا "ایک بار چودھویں کے چاند کی رات تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے سرخ حُلّہ پہن رکھا تھا۔ میں ایک نظر چاند کو دیکھتا ایک نظر رخ

مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتا: فَلَهُوَ اَحْسَنُ فِی عَیْنِی مِنَ الْقَمَرِ "تب میرے دل نے فیصلہ کیا کہ آپ کا چہرہ چاند سے بھی حسین ترین ہے۔"[۱]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا "مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِی وَجْهِهٖ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیز حسین نہ دیکھی۔ گویا سورج آپ کے چہرے میں چلتا تھا۔"[۲]

اس حدیث کو بیہقی، احمد بن حنبل اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔[۳]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ فرمایا "سرورِ دو عالم ﷺ جب مسکراتے تو آپ کا چہرہ دمک اٹھتا یوں لگتا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور یہ چیز ہم سب کو محسوس ہوتی۔"[۴]

ابو عبیدہ بن محمد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا "اگر تم آپ کو دیکھتے تو ضرور کہتے کہ سورج نکل آیا ہے۔"[۵]

جہان میں حسن یوسف علیہ السلام کا بہت چرچا ہے۔ قرآن میں اس حسن کا بیان ہے کہ مصر کی عورتوں نے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ مگر قربان جائیں حسن مصطفیٰ ﷺ پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر ارشاد فرمایا۔ ع

لَوَائِمُ زُلَیْخَا لَوْ رَأَیْنَ جَبِیْنَهٗ
لَآثَرْنَ فِی الْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْاَیْدِیْ

زلیخا کو ملامت کرنے والی مصری عورتیں اگر میرے محبوب ﷺ کی پیشانی مبارک دیکھ

---

۱ مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ مقصد ۳ فصل ۱

۲ ترمذی کتاب المناقب باب ۱۲ حدیث ۳۶۴۸

۳ مواہب جلد ۲ صفحہ ۲۱۹

۴ بخاری کتاب المناقب باب ۲۳ حدیث ۲۵۵۶

۵ سنن دارمی جلد اول مقدمہ باب ۱۰

لیتیں تو ہاتھ کو کاٹنے کی بجائے اپنے دل کاٹ ڈالتیں۔[1]

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو طائفہ اولیاء کے سردار ہیں فرماتے ہیں "میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت پر مطلع ہونا چاہا تو مجھے اپنے اور آپ کے درمیان ہزار حجابات نظر آئے۔ اگر میں ان میں سے پہلے حجاب کے قریب بھی چلا جاتا تو یوں جل جاتا جیسے آگ میں ایک بال جل جائے۔[2]

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اس جگہ میں نے بھی ایک نعت شریف کہی ہے جسکے بعض اشعار یہ ہیں۔

کیا مثال دوں تیرے حسن کی
کوئی تم سا دیکھا حسیں نہیں
کوئی تم سا خلق نہیں ہوا
تیرے جیسا کوئی کہیں نہیں
تو ہے بے نواؤں کا آسرا
تیرا در ہے سب کے لیے کھلا
تیرا خلق سب کو نوازنا
تیرے لب پر لفظ نہیں نہیں
تمہیں سجدہ کرتے ہیں جانور
اور حکم مانیں شجر حجر
وہ جہاں میں کونسی چیز ہے
جو نبی کے زیر نگیں نہیں

---

۱ روح البیان جلد ۴ صفحہ ۲۴۹

۲ جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۵۱ مطبوعہ مصر

کہا تم سے روح الامیں نے ہے
میں نے دیکھا عرش بریں میں ہے
میں نے بھالا ساری زمیں میں
کہیں تم سا کوئی حسیں نہیں
اے طیبؔ نا پختہ گام
ہے وراء عقل ان کا مقام
وہاں تک ہیں ان کی رسائیاں
جہاں تاب روح امیں نہیں

(۴۳) دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمْ

حل لغات:

دَعْ : فعل امر حاضر از وَدَعَ یَدَعُ بمعنی چھوڑ دینا۔

اِدَّعَتْهُ : از ادَّعَاءٌ یعنی کسی چیز کا دعوی کرنا خواہ وہ حق ہو یا باطل۔

وَاحْكُمْ : امر حاضر از حَكَمَ یَحْكُمُ (ن) فیصلہ کرنا۔کوئی عقیدہ یا نظریہ رکھنا جیسے فرمایا: ساء ما یحکمون

وَاحْتَكِمْ : کسی کام میں مضبوط ہونا۔مراد یہ ہے کہ اپنی بات پہ ڈٹ جاؤ۔

سادہ ترجمہ:

عیسائیوں نے اپنے نبی عیسی علیہ السلام کے بارہ میں جو دعوی کیا (کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں) تم حضور ﷺ کے بارہ میں ایسی بات نہ کہو۔ اسکے سوا تم آپ کے بارہ میں جو تعریف بھی کہو وہ جائز ہے اور اس پہ ڈٹ جاؤ۔

منظوم ترجمہ:

نصاری کی طرح مثل خدا ان کو نہ تم کہنا
کہو اسکے سوا جو بھی فضیلت ان کی ہے محکم

شرح:

یعنی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو جو فضائل عطا فرمائے ہیں ان سے کمالات عیسی علیہ السلام کو کوئی مناسبت یا مماثلت ہی نہیں ہے۔اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کو نصاری نے جو خدا اور ابن خدا کہا وہ تم آپ کے بارہ میں ہرگز نہ کہو اسکے، سوا حضرت عیسیٰ کے جو بھی فضائل ہیں وہ تم بلا دھڑک آپ کے لیے

کہہ سکتے ہو۔ بلکہ کسی بھی نبی یا پیغمبر کے جو فضائل ہیں وہ آپ کے لیے مانے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے جس بھی نبی کو کوئی کمال دیا اسکی مثل یا اس سے بہتر کمال اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ضرور عطا فرمایا۔ اور آپ کے خصوصی کمالات کسی کو نہ دیے گئے۔

ہر نبی کا کمال اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو ضرور عطا فرمایا:

دیکھو آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ مگر سجدہ ایک ساعت کے لیے ہوا جبکہ ہر فرشتہ آپ پر ہر دم درود شریف پڑھتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾۔

آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں یعنی انسانیت کی اصل ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ اصل کائنات ہیں بلکہ آدم علیہ السلام بھی آپ کے نور ہی سے بنے ہیں۔

آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے گئے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کو تمام مسمیات دکھائے گئے۔ گویا جن چیزوں کے وہ نام تھے وہ چیزیں یعنی ساری کائنات آپ کو دکھائی گئی۔ آپ کو اللہ نے شاہد بنایا اور آپ کا دائرہ شہود ساری کائنات کو محیط ہے جیسا کہ سب مفسرین نے لکھا۔ اسی لیے شاھد کے ساتھ کوئی قید نہ رکھی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور ہمارے آقا ﷺ نے کعبہ بسایا۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ ہی کی آمد کے لیے کعبہ بنایا اگر مکہ میں آپ کی آمد ہونے والی نہ ہوتی تو یہاں کعبہ نہ بنایا جاتا۔ اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کو بنا کر آپ ہی کی آمد کے لیے دعا فرمائی: ربنا وابعث فیھم رسولا منھم ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ تو آپ حبیب اللہ ہیں اور خلیل وحبیب میں جو فرق ہے وہ کسی پہ مخفی نہیں۔ خلیل اللہ کی رضا چاہتا ہے اور حبیب کی رضا اللہ چاہتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے لیے جب وہ خود آگ میں گئے تو آگ کو گلزار بنایا گیا اور سرکار دو عالم ﷺ جس رات پیدا ہوئے اللہ نے ایران کا وہ آتش کدہ جو ہزار برس سے جل رہا تھا یوں بجھا دیا کہ پھر وہ جل نہ سکا۔ جیسا کہ آگے فصل رابع میں اسکا ذکر آ رہا ہے آپ نے جس رومال سے دست مبارک

صاف کرلیا اسکو آگ نہیں جلاتی تھی۔ بلکہ آپ کے حکم سے حضرت عمار بن یاسر پر آگ ایسے گلزار ہوئی جیسے ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔ اور یہی حال ہر نبی کے کمالات کا ہے الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر فضیلت کو ختم کر دیا گیا۔

اسی لیے امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ؎

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے شاہا میں کیا کیا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روز جزا کا کہوں تجھے

آخر رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

(۴۴) فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَ انْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

حل لغات:

اُنْسُبْ : امر حاضر از باب نَسَبَ یَنْسُبُ (ن) منسوب کرنا۔
شَرَفٍ : مصدر از شَرُفَ یَشْرُفُ۔ بمعنی شرافت
عِظَمٖ : بمعنی بڑائی۔

سادہ ترجمہ:

تم رسول اللہ ﷺ کی طرف جو شرف چاہو منسوب کرو اور آپ کی قدر و منزلت میں چاہو عظمت بیان کرو۔

منظوم ترجمہ:

فضیلت جو بھی چاہو تم کہو انکی مسلم ہے
ہے عظمت انکی بالا اس سے جو کچھ بھی کہو گے تم

شرح:

یہ وہی مضمون ہے جو پچھلے شعر میں بیان ہوا کہ آپ کو نصاری کی طرح خدا نہ کہا جائے اسکے سوا جو کچھ کہا جا سکتا ہے اسکے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی ایک بندے کی شان کے لائق جو عظمت ہو سکتی ہے وہ آپ کی ذات میں بہر حال موجود ہے، اسی لیے شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ آج سے نوں سو برس پہلے یہ کہتے گئے۔

نہ دانم کدامی سخن گویمت
کہ والا تریں زانچہ من گویمت

کلیہے کہ خرج فلک طور اوست
ہمہ نور ہا پر تو نور اوست

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ نے اٹھارہ ہزار مخلوقات پیدا فرمائیں۔ اللہ نے چاہا کہ ان تمام مخلوقات کی خوبیاں اور حسن و جمال ایک نقطہ میں جمع کیا جائے تو اللہ نے انسان پیدا کیا۔ اور فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾

ترجمہ: ہم نے انسان کو سب سے بہترین صورت میں پیدا کیا۔[1]

پھر اللہ نے چاہا کہ عالم انسانیت کے تمام کمالات و محامد کو ایک نقطہ میں جمع کیا جائے تو اللہ نے مقام نبوت بنایا یعنی ایک نبی ان تمام خوبیوں کا حامل ہوتا ہے جو کسی انسان میں ممکن ہوتی ہیں۔ وہ جسمانی روحانی، ظاہری و باطنی، خلقی اور خلقی اعتبار سے ساری قوم سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے، پھر اللہ نے چاہا کہ عالم نبوت و جہان رسالت کی تمام خوبیوں کو یکجا کیا جائے۔ تو اللہ نے اپنے حبیب لبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اور ان میں تمام انبیاء کرام کے جملہ کمالات و محامد و فضائل کو جمع فرما دیا۔ اسی لیے کہا گیا۔ ؏

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شارح کے لکھے ہوئے بعض اشعار:

اس جگہ میں اپنی لکھی ہوئی ایک خوبصورت نعت کے چند اشعار نقل کر دوں تو بیجا نہ ہوگا جو اس نقطہ کو بہت پیارے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ؏

چہرۂ یار کو دی رب نے وہ راعنائی ہے
ہر حسیں آپ کے دیدار کا سودائی ہے
حسن محبوب دو عالم کی وہ زیبائی ہے
ابن یعقوب بھی اس حسن کا شیدائی ہے

---

[1] سورہ التین، آیت ۴

ہر نبی آپ کے پرچم کے تلے ہو گا کھڑا
سارے آقاؤں پہ سرکار کی آقائی ہے
اسقدر خنک و معطر ہے کیوں باد صبا
جیسے سرکار کی زلفوں کو وہ چوم آئی ہے
انکا حبدار ہی حقدار ہے ہر عزت کا
انکے منکر کے لیے دارین کی رسوائی ہے
فرش نازاں ہے کہ ہے بوسہ دہ پائے رسول
عرش بھی آپ کے جلووں کا تماشائی ہے
طیب ان سے ہو وفا دار جو قوم مسلم
اسکی ٹھوکر میں پڑی سطوت دارائی ہے

(۴۵) فَإِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللهِ لَيْسَ لَهُ
حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

حل لغات:

فَيُعْرِبَ : از اَعْرَبَ يُعْرِبُ باب افعال اَعْرَبَ كَلَامَهُ اس نے فصاحت سے کلام کیا اور کوئی غلطی نہ کی۔ اَعْرَبَ عَنْ حَاجَتِهٖ اس نے اپنا مقصد صاف بتایا۔

بِفَمِ : باء حرف جار ہے۔ فَمٌ بمعنی منہ

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و فضیلت کی کوئی ایسی حد نہیں ہے جسے کوئی بولنے والا اپنے منہ سے بیان کر سکے۔

منظوم ترجمہ:

مقام مصطفیٰ بالا ہے ہر ایسی نہایت سے
کریں جسکو بیان انسان کے لب اور اسکا فم

شرح:

کوئی انسان کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد نہیں بتا سکتا:

امام بوصیری رحمہ اللہ نے بہت بصیرت افروز کلام فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ لامحدود تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور مناقب کی ایک حد ہے۔ مگر اللہ نے آپ کے لیے ایسی کوئی حد نہیں بنائی جسے کوئی بیان کرنے والا بیان کر سکے۔ کیونکہ آپ کی حدود بتائے جو عرش سے اوپر جائے، جب جبریل امین علیہ السلام بھی ایک جگہ

جا کر رک جاتے ہیں تو پھر آپ کی حد وہ بھی نہیں بتا سکتے۔ جب عالم ملکوت کا امام آپ کی حد بتانے سے درماندہ ہے تو کوئی دوسرا آپ کی حد کیا بتائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج جبریل میرے پاس آئے وہ اللہ کے ہاں میرے سفیر تھے۔ تاآنکہ وہ مقام آیا کہ جبریل وہاں رک گئے۔ میں نے کہا اے جبریل!

أَفِي مِثْلِ هٰذَا الْمَقَامِ يَتْرُكُ الْخَلِيلُ خَلِيلَهُ کیا اس جیسے مقام میں کوئی خلیل اپنے خلیل کا ساتھ چھوڑ سکتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا

اِنْ تَجَاوَزْتُهُ احْتَرَقْتُ بِالنُّورِ اگر میں اس مقام سے تجاوز کروں گا تو نور (الٰہی کی تابانی) سے جل جاؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ اے جبریل! کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ عرض کیا

یا محمد سَلِ اللّٰهَ اَنْ اَبْسُطَ جَنَاحِيَّ عَلَى الصِّرَاطِ لِاُمَّتِكَ حَتّٰى يَجُوزُوا عَلَيْهِ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے سوال فرمائیں کہ میں آپ کی امت کے لیے پل صراط پر اپنے دونوں پر بچھا دوں تاکہ وہ آرام سے پل کو عبور کر لیں۔ [۱]

اس بات کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ ؎

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

الغرض اس شعر مبارک میں بے الفت اور خشک لوگوں کا بھی رد ہے جو ہم اہل سنت اہل محبت سے کہتے ہیں۔ کہ تم رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں حد سے آگے نکل جاتے ہو۔ امام بوصیری اسکا جواب دیتے ہیں کہ کوئی آپ کی حد جان ہی نہیں سکتا تو اس سے آگے کیسے نکلے گا۔ جب اللہ نے آپ کے فضل و کمال کی ایسی حد بنائی ہی نہیں جسے کوئی انسان یا فرشتہ سمجھ سکے تو حد کو توڑ کون سکتا ہے۔ یہ بھی

---

۱ مواہب لدنیہ بروایت شفاء الصدور لابی الربیع بن سبع جلد ۳ صفحہ ۸۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

معلوم ہوا کہ اگر ساری مخلوق خدا تا ابد آپ کی تعریف کہتی رہے تو کبھی اسکا حق ادا نہیں کر سکتی اور نہ ان کو اس بحر نا پیدا کنار کا کوئی ساحل نظر آئے گا۔

؎

تیرا آنا تھا کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے
اور تیرے رعب سے شاہزوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

(۴۶) لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عِظَمًا
أَحْيٰى اسْمُهُ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمِ

حل لغات:

آیَاتُهُ : جمع آیَۃٌ بمعنی علامت اور نشانی یہاں حضور ﷺ کے معجزات مراد ہیں۔ کیونکہ لفظ آیت معجزہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے کفار نے کہا فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُوْنَ۞ اسے چاہیے کہ ایسا معجزہ لائے جیسا پہلے انبیاء لائے۔ [1]

اَحْیٰی : زندہ کر دینا۔ حِيْنَ يُدْعٰى جب آپ کا نام پکارا جاتا۔

دَارِسْ : اسم فاعل از دَرَسَ يَدْرُسُ (ن) مٹ جانا بوسیدہ ہو جانا۔ الرسم نشان مٹ گیا۔ دَرَسَ الثَّوْبَ اس نے کپڑے کو بوسیدہ کر دیا۔

الرِّمَمِ : جمع (رِمَّةٌ) بوسیدہ ہڈی۔

سادہ ترجمہ:

اگر آپ کے معجزات آپ کی قدر و منزلت کے مطابق ہوتے تو جب آپ کا نام پکارا جاتا تو پرانی بوسیدہ ہڈیوں والے مردے کو آپ کا نام زندہ کر دیتا۔

منظوم ترجمہ:

نبی کی شان جیسے معجزے گر رو نما ہوتے
پرانی ہڈیوں کو زندہ کرتا آپ کا بس اسم

---

[1] سورہ انبیاء، آیت ۵

شرح:

یعنی آپ کی جس قدر فضیلت و عظمت ہے اسکے مطابق آپ کے معجزات ظاہر نہیں ہوئے۔ آپ کے معجزات جس قدر بھی ظاہر ہوئے بہر حال آپ کی شان اس سے بھی زیادہ تھی۔ اگر آپ کی شان کے مطابق آپ کے معجزات ظاہر ہوتے تو پھر یہ ہوتا کہ پرانی بوسیدہ ہڈیوں والے مردہ پر اگر آپ کا بس نام لے لیا جاتا تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جاتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان آپ کے معجزات سے زیادہ ہے:

گویا اگر آپ کی انگلیوں سے پانی کے پانچ چشمے بہے ہیں تو آپ کی شان اس سے بلند تھی۔ اگر آپ کے لعاب دہن سے کھاری کنوئیں میٹھے ہو گئے تو آپ کی شان اس سے زیادہ تھی۔ اگر آپ کے ہاتھ میں کنکروں نے کلمہ پڑھا تو آپ کا مرتبہ اس سے بھی بلند تھا۔ اگر آپ کے حکم پر درخت دوڑے آئے ہیں تو آپ کی شان اس سے کہیں اونچی ہے۔ بلکہ اگر آپ کے اشارے سے چاند شق ہوا اور سورج لوٹ آیا تو آپ کی عظمت ورفعت اس سے بھی بہت آگے ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ صرف دو معجزے ایسے ہیں جو آپ کی شان کے عین مطابق ہیں ایک معجزۂ قرآن ایک معجزۂ معراج کی انتہاء یعنی دیدار خداوندی یعنی یہ دو معجزے ایسے ہیں جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے آپ سید الانبیاء ہیں اور یہ دونوں سید المعجزات ہیں۔ آپ کی رسالت تا ابد ہے اور قرآن کا اعجاز بھی تا ابد ہے۔ اسی طرح دیدار الٰہی پانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عظمت ہے جہاں تک کسی رسول یا ملک کی رسائی نہیں ہے۔

(۴۷) لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَ الْعُقُوْلُ بِهٖ
حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمْ

حل لغات:

لَمْ يَمْتَحِنَّا: فعل نفی جحد معلوم از امتحان آخر میں نا ضمیر منصوب متصل ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہمارا امتحان نہ لیا۔

تَعْیٰ: از عَيِيَ يَعْيٰى (س) عَيِيَ بِأَمْرِهٖ وہ اپنے کام میں عاجز آ گیا۔

فَلَمْ نَرْتَبْ: فعل نفی جحد معروف از اِرْتَابَ يَرْتَابُ اِرْتِيَابًا شک میں پڑنا یعنی ہم شک میں نہ پڑے۔

لَمْ نَهِمْ: از وَهَمَ يَهِمُ (وہم کرنا) یعنی ہم کسی وہم میں مبتلا نہ ہوئے۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ نے ایسی باتوں سے ہمارا امتحان نہیں لیا کہ ہماری عقلیں ان سے عاجز رہتیں کیونکہ آپ ہمارے حق میں بہت خیر خواہی رکھتے ہیں تو ہم کسی شک میں نہ پڑے اور نہ وہم میں مبتلا ہوئے۔

منظوم ترجمہ:

خلاف عقل باتوں کا مکلف نہ کیا ہم کو
کہیں ہم ہو نہ جائیں مبتلائے ارتیاب و وہم

شرح:

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایسے احکام سے دوچار نہ فرمایا جنہیں ہماری عقلیں قبول نہ کرتیں بلکہ انہیں ناقابل عمل کہہ کر ٹھکرا دیتیں۔ جبکہ پہلی امتوں میں ایسا تھا کہ انہیں ایسے احکام

دیے گئے جو ظاہراً تقاضائے عقل سے وراء تھے جیسے نجاست آلود کپڑے کو کاٹ کر پھینک دینا، نماز پڑھنے کے لیے خاص جائے عبادت میں جانے کا وجوب، تیمم کا عدم اجراء، قتل خطا میں بھی وجوب قصاص، مال غنیمت کا حرام ہونا، ہفتہ کے دن کام کاج کرنے کی حرمت اور پچیس فی صد زکوۃ کا وجوب وغیرہ۔

جبکہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو اللہ نے ایسے کسی نا قابل برداشت عمل جسے عقل قبول کرنے سے انکار کرے، سے دو چار نہیں فرمایا۔ نجاست کو کپڑے سے دھو لینے کی اجازت دی گئی بیمار کو وضوء، غسل کی جگہ تیمم عطا فرمایا گیا۔ ساری روئے زمین کو امت محمدیہ کے لیے مسجد وطہور بنا دیا گیا۔ جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لو خواہ گھر ہو یا جنگل، صحراء ہو یا پہاڑ، دریا ہو یا سمندر ہر جگہ کو سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔

گویا یہ بھی آپ کی امت پہ رحمت کا ایک حصہ ہے۔ جو آپ کے ذریعہ آپ کی امت کو حاصل ہوئی۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ چیزوں کے ساتھ تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم دیے گئے، ایک ماہ کی مسافت سے میری مدد کی گئی، میرے لیے اموال غنیمت حلال کیے گئے، میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا، ہر نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ انبیاء ختم کر دیا گیا۔[1]

---

1 بخاری تیمم باب ۱

(۴۸) اَعْیَی الْوَرٰی فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَیْسَ یُرٰی
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَیْرُ مُنْفَحِمِ

حل لغات:

اَعْیَی : فعل ماضی از باب افعال اَعْیَی یُعْیِیْ یعنی عاجز کر دینا قرآن میں ہے اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ کیا ہم پہلی تخلیق کے ساتھ عاجز و درماندہ ہو گئے ہیں۔[۱]

الْوَرٰی : بمعنی مخلوق۔

غَیْرُ مُنْفَحِمِ : یعنی کسی کی عظمت کو دیکھ کر مبہوط اور درماندہ ہو جانا۔

سادہ ترجمہ:

آپ کے معنی یعنی آپ کی حقیقت کے سمجھنے (کی کوشش) نے مخلوق کو درماندہ کر دیا (مخلوق آپ کی حقیقت کے پانے سے عاجز رہ گئی) تو کوئی آپ سے قریب ہو یا بعید وہ غیر عاجز نظر نہیں آتا (بلکہ عاجز نظر آتا ہے)

منظوم ترجمہ:

حقیقت آپ کی جانے زمانہ اس سے عاجز ہے
نبی کی عظمتوں نے کر دیا بے بس ہے ان کا فہم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کیا ہے اسکے سمجھنے سے زمانہ عاجز ہے جو لوگ آپ سے قریب تر تھے وہ بھی ایک حد تک ہی آپ کو جان سکے، آپ کی عظمتیں ایسی ہیں کہ ان کے سامنے ہر کسی کا عقل و شعور در

---

۱ سورہ احقاف، آیت ۳۳۔

ماندہ و بے بس ہے۔ صرف اللہ ہی آپ کی حقیقت سے واقف ہے جس نے آپ کو پیدا فرمایا ہے۔
اس لیے غالب نے بھی کہا۔ ؎

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ؎

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے
عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے
بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

سردار طائفہ اولیاء حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حقیقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جاننا چاہا

فاذا بینی وبینہا الفُ حجابٍ من نورٍ لودَنَوتُ مِن الحجابِ الاولِ لاَ حترقْتُ بہٖ کما تحترق الشعرۃُ اذا اُلقیت فی النارِ تو مجھے اپنے اور اسکے درمیان ہزار حجابات نظر آئے اگر میں ان میں سے پہلے حجاب کے قریب بھی جاتا تو یوں جل جاتا جیسے آگ میں بال جل جاتا ہے۔[1]

---

[1] جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۵۱ مطبوعہ مصر

(۴۹) كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّتَكِلُّ الطَّرْفُ مِنْ اَمَمٍ

حل لغات:

بُعُدٍ : اس کو بعید کی جمع بھی بنایا جا سکتا ہے یعنی دور کے مقامات۔

تَكِلُّ : از كَلَّ يَكِلُّ (ض) بمعنی تھکنا۔

الطَّرْفُ : نظر دیکھنا۔ قرآن میں ہے يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وہ مخفی نظر سے دیکھتے ہیں [1]

اَمَمٍ : مصدر از اَمَّ يَؤُمُّ بمعنی ارادہ کرنا۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ سورج کی طرح ہیں جو دور سے آنکھوں کو چھوٹا سا نظر آتا ہے مگر اس کو دیکھنے سے نظر بے بس ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ مثل شمس ہیں جو دور سے چھوٹا نظر آئے
مگر اسکے احاطہ سے نظر عاجز ہے حیرت گم

شرح:

یعنی رسول اللہ ﷺ کی مثال سورج کی سی ہے۔ کہ دور سے بظاہر چھوٹا سا نظر آتا ہے مگر وہ کتنا بڑا ہے اسکو ہماری ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی، بلکہ وہ اتنا بڑا ہے کہ تصور کی آنکھ بھی اسکا احاطہ نہیں کر سکتی۔

---

۱ سورہ شوریٰ، آیت ۴۵

سورج کتنا بڑا ہے، سائنس کی روشنی میں:

سورج اتنا بڑا ہے کہ اسکے گرد زمین کا مدار سائنس دانوں کے مطابق پچانویں کروڑ نوے لاکھ کلو میٹر ہے۔ اور اس مدار میں زمین اڑسٹھ ہزار چار سو کلو میٹر فی گھنٹہ کے حساب سے گھومتی ہے اور خود سورج کا اپنا گول دائرہ زمین کے دائرہ سے تیرہ لاکھ مرتبہ بڑا ہے۔ سورج کا قطر (یعنی اگر اس کے درمیان میں لکیر کھینچی جائے تو اسکی لمبائی) تیرہ لاکھ اکانویں ہزار نواسی کلو میٹر ہے۔[1]

تو وہ سورج جسکا قطر تیرہ لاکھ اکانویں ہزار نواسی کلو میٹر ہے اور جو ہماری اس زمین سے تیرہ لاکھ مرتبہ بڑا ہے۔ وہ بظاہر آنکھ کو صرف ایک فٹ کی پلیٹ کے برابر نظر آتا ہے۔ اس مثال کے مطابق رسول اللہ ﷺ بظاہر ہمیں اپنے سے ایک بشر نظر آتے ہیں مگر ساری کائنات آپ کی وسعت میں گم ہے، کیونکہ سارا جہان آپ ہی کے نور سے معرض وجود میں آیا ہے۔

---

۱ فلکیات جدیدہ صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ برطانیہ

(۵۰) وَکَیْفَ یُدْرِكُ فِی الدُّنْیَا حَقِیْقَتَهٗ
قَوْمٌ نِیَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

حل لغات

نِیَامٌ : جمع نَائِمٌ۔
تَسَلَّوا : از تَسَلّٰی یَتَسَلّٰی باب تفعل بمعنیٰ تسلی پانا۔
الحُلُمِ : خواب، اسکی جمع اَحلَامٌ ہے۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کو اہل دنیا کیسے جان سکتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو خوابوں سے تسلی پا چکے ہیں اور سوئے ہوئے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

حقیقت سے نبی کی اہل دنیا کو خبر کیا ہے
وہ ڈوبے خواب غفلت میں ہیں اور بس ہیں وہ محو حلم

شرح:

اہل دنیا ایسے ہیں جیسے سوئے ہوئے لوگ، کیونکہ دنیوی زندگی خواب کی مثل ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو اسے یوں لگتا ہے کہ وہ ایک گہری نیند سویا ہوا تھا اسے کسی نے جگا دیا ہے۔ اور جو کچھ اس نے دنیا میں کھایا پیا، مکانات بنائے، اور جائیدادیں خریدیں وہ سب کچھ ایسے لگتا ہے کہ ایک خواب تھا جو ختم ہو گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جس زندگی میں ہم رہ رہے ہیں یہ ایک خواب ہے اور مرنے کے بعد ہم اصل زندگی میں داخل ہونگے جو لازوال اور دائمی ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ

الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۴

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی بس ایک کھیل تماشہ ہے اور آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔[1]

مگر افسوس ہم نے اس خواب کو حقیقی اور لازوال زندگی سمجھ لیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خواب کبھی ختم نہ ہوگا۔ ہمیشہ جاری رہے گا۔ تو اہل دنیا تو خود اپنی حقیقت کو نہیں جان سکتے، وہ آپ کی حقیقت کو کیسے جان سکتے ہیں۔

آپ کی حقیقت کو کچھ نہ کچھ وہی جان سکتے ہیں جن اہل اللہ کی نظر آخرت پر ہے اور ان پر عالم غیب سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ مگر ان اہل اللہ کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے اور حقیقت محمدیہ کے درمیان ہزار نوری حجابات دیکھتے ہیں جیسا کہ ابھی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزرا۔

---

[1] سورہ عنکبوت، آیت ۶۴

(۵۱) فَمَبلَغُ العِلمِ فِيهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَّاَنَّهٗ خَيرُ خَلقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

حل لغات:

مَبلَغُ : اسم ظرف از بَلَغَ يَبلُغُ (ن)۔ مرادی معنیٰ مُنتَهٰى، آخری حد، تو مَبلَغُ الْعِلْمِ کا معنیٰ ہے علم کی انتہاء جیسے قرآن میں ہے ذٰلِكَ مَبلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ط یہ ان کے علم کی انتہاء ہے۔[۱] علم سے یہاں ظاہری علم مراد ہے۔

سادہ ترجمہ:

ہمارے علم ظاہر کی انتہاء یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک بشر ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ اللہ کی ساری مخلوق سے افضل تر ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ ہم سے اک بشر ہیں علم ظاہر کی نہایت میں
خدا کی سب خدائی میں مگر وہ سب سے ہیں اکرم

شرح:

یعنی عام انسان کی ظاہر بیں نگاہوں میں تو آپ ہمارے جیسے ایک بشر ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ اللہ کی ساری خدائی میں سب سے افضل واکرم ہیں۔ یعنی ساری خدائی میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں ہے۔ اسی مضمون کی طرف حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ کلام اشارہ کرتا ہے۔ ؎

---

۱ سورہ نجم، آیت ۳۰

يا صاحب الجمال و يا سيد البشر

من وجهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الثناء كما كان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں کہ جب خواب میں رسول اللہ ﷺ کو امام بوصیری نے قصیدہ سنانا شروع کیا تو اس شعر کے پہلے مصرعہ پر وہ رک گئے۔ یعنی فمبلغ العلم فیہ انہ بشر کہنے کے بعد آپ کے ذہن میں نہیں آرہا تھا کہ اگلا مصرعہ کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :اگلا مصرعہ اسطرح ساتھ لگالو:

وانه خير خلق الله كلهم

چونکہ یہ کلمات رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے تھے اس لیے امام بوصیری نے ان الفاظ کو استعمال کر کے یہ درود شریف بنایا

مولاي صل وسلم دائما ابدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

تو زبان مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے یہ درود شریف قصیدہ بردہ کی پہچان بن گیا۔ اور اس کے پڑھنے میں ایک عجیب لذت ایمانی اور ذوق روحانی ہے جسے اسکے پڑھنے والے ہی جانتے ہیں۔

(۵۲) وَكُلُّ آيٍ اُتَى لِرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

حل لغات:

آيٍ : آيۃٌ کی جمع۔
الْكِرَامُ : کَرِيْمٌ کی جمع یعنی معزز۔
اتَّصَلَتْ : ملنا۔ پہنچنا۔

سادہ ترجمہ:

تمام معجزات جو رسولانِ گرامی لے کر آئے وہ حضور اکرم ﷺ کے نور کے وسیلہ ہی سے ان کو ملے۔

منظوم ترجمہ:

کسی مرسل کو جو بھی معجزہ اللہ نے بخشا ہے
وہ نورِ مصطفیٰ ہی سے انہیں رب نے دیا ہے بہم

(۵۳) فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَالِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

حل لغات:

کَوَاکِبُھَا : کَوْکَبٌ کی جمع ہے۔ یعنی ستارہ، قرآن میں ہے۔ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ وہ شیشہ ایسے ہے جیسے چمکتا ستارہ۔[1]

سادہ ترجمہ:

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمت کا آفتاب ہیں۔ اور سب انبیاء اس آفتاب کے ستارے ہیں جو اس آفتاب محمدی کے انوار کو لوگوں کے لیے تاریکیوں میں ظاہر فرمایا کرتے تھے۔

منظوم ترجمہ:

فضیلت کا وہ سورج ہیں تمامی انبیاء تارے
انہی کے ضوء سے نور انکا ہوا عالی و مستحکم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت و عظمت کا آفتاب ہیں:

ان دونوں اشعار کی شرح ہم نے اکٹھی کر دی ہے، کیونکہ ان دونوں کا مفہوم ایک دوسرے ملا ہوا ہے۔ دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام کے پاس جو کمالات و فضائل اور معجزات تھے وہ انہیں نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فیض سے ملے تھے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب عظمت و فضیلت ہیں اور انبیاء کرام ستارے ہیں اور ستاروں میں جو نور ہوتا ہے وہ انکا اپنا ذاتی نہیں ہوتا، بلکہ ستاروں پر نور آفتاب پڑتا ہے تو وہ روشن نظر آتے ہیں جیسے شیشے پر آفتاب کی شعائیں پڑیں تو وہ چمکنے لگتا ہے اور وہ اسکا اپنا نور نہیں ہوتا۔

[1] سورہ نور، آیت ۳۵

یوں کہیے کہ رسول اللہ ﷺ آفتاب نبوت و رسالت ہیں اور انبیاء کرام نجوم رسالت ہیں۔ جب تک ستارے چمکتے ہیں تو رات باقی رہتی ہے اندھیرا دور نہیں ہوتا، مگر جب آفتاب آ جاتا ہے تو جہان روشن ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو سراج منیر (چمکتا آفتاب) قرار دیا ہے۔

ارشاد ہوا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۝ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا[۱]

ترجمہ: اے پیارے نبی ﷺ ہم نے آپ کو بھیجا ہے اسطرح کہ آپ حاضر و ناظر ہیں۔ بشارت سنانے اور ڈرانے والے ہیں۔ اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلانے والے ہیں اور چمکانے والا آفتاب ہیں۔[۱]

ستارے خواہ لاکھوں کی تعداد میں ہوں مگر اس سے روشنی نہیں پھیلتی یہی حال انبیاء کرام کا ہے۔ انبیاء ہزاروں آئے مگر کسی نبی پر دو آدمی ایمان لائے کسی کسی پر دس کسی پر بیس کسی پہ سینکڑوں اور کسی پہ چند ہزار۔ مگر جب آفتاب محمدی نبوت کا سراج منیر بن کر چمکا تو سینکڑوں ہزاروں یا لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اربوں انسانوں کے قلوب نور ایمان سے جگمگا اٹھے۔ آج دنیا میں دو ارب مسلمان ہیں۔ اور ہر سو سال میں پہلے لوگ چلے جاتے ہیں نئے آ جاتے ہیں۔ اور دن بدن امت مسلمہ کی تعداد میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اور اللہ ہی جانتا ہے یہ سلسلہ کب تک چلے گا۔ بلکہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب نزول حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت تمام جہان میں صرف اور صرف اسلام ہی ہو گا اور هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ[۲] کا جلوہ رونما ہو گا۔

یہ بھی یاد رہے کہ آفتاب جب تک طلوع نہیں کرتا وہ ستاروں کو چمکاتا ہے اور چاند کو بھی چمکاتا ہے کیونکہ وہ اس وقت وہ زیر افق ہوتا ہے۔ اور جب وہ افق سے بلند ہو جاتا ہے تو وہ زمین کے ذروں کو، مکانات کو، اونچے ٹیلوں کو اور پہاڑوں کو چمکاتا ہے۔ اسی طرح آفتاب محمدی جب تک طلوع نہیں ہوا تھا اور زیر افق تھا تو اس نے انبیاء کو چمکایا اور جب وہ طلوع کر آیا تو اس نے خلفاء راشدین کو چمکایا، عشرہ

---

۱ سورہ احزاب، آیت ۴۶

۲ سورۃ توبہ، آیت ۳۳

مبشرہ کو چمکایا، اہل بدر کو چمکایا، مہاجرین وانصار کو چمکایا، تمام صحابہ واہل بیت کو چمکایا، پھر اس کے نور نے تابعین واتباع تابعین کو چمکایا، پھر اولیاء واغواث کو چمکایا، علمائے ربانیین کو چمکایا اور مجددین ومحدثین ومفسرین کو چمکایا، الغرض جس کو جو چمک ملی آفتاب محمدی کے نور ہی سے ملی اسی لیے اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

یہ بھی یاد رہے کہ جب آفتاب طلوع کرآتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں مگر ختم نہیں ہو جاتے ہیں آفتاب کی تیز روشنی میں وہ نظر نہیں آتے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد انبیاء کرام اگرچہ زندہ ہیں انکی نبوت ورسالت بھی انکے پاس ہے مگر آفتاب محمدی کی تیز روشنی میں اب وہ نظر نہیں آتے۔

یہاں سے عقیدہ یہاں سے عقیدہ ختم نبوت بھی ظاہر ہوا۔ جب آفتاب محمدی طلوع کرآیا تو جو نجوم رسالت پہلے موجود تھے وہ بھی چھپ گئے انکی ضرورت نہ رہی، تو اب کسی نئے ستارے کی کیا ضرورت ہے؟ اور وہ بھی مرزا قادیانی جیسا یک چشم آدمی؟ اسکی شکل کسی پیغمبر سے تو نہیں البتہ یک چشم دجال سے ملتی ہے۔ کوئی نبی جسمانی معذور نہیں ہوا اندھا کانا لنگڑا اپاہج نہیں ہوا، اور کوئی ایسا شخص نبی ہو بھی نہیں سکتا۔

بلکہ یہ بات بھی مسلم ہے کہ تمام انبیاء کرام کو اس وقت نبوت ملی جب انہوں نے نبوت محمدیہ کا اقرار کیا۔ امام احمد بن محمد قسطلانی شارح بخاری المواھب میں ایک روایت درج کرتے ہیں کہ جب اللہ نے نور محمدی کو پیدا فرمایا تو اسے حکم ہوا کہ انوار انبیاء کی طرف توجہ کرے، چنانچہ نور محمدی نے ان کے انوار کو ڈھانپ لیا۔ وہ کہنے لگے اے ہمارے رب مَنْ غَشِیَنَا نُوْرُہٗ ہمیں کس کے نور نے ڈھانپ لیا ہے؟ اللہ نے فرمایا: ھٰذا نور محمد بن عبد اللہ ان آمنتم بہ جعلتکم الانبیاء قالو آمنا بہ وبنبوتہ یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لائے تو میں تمہیں نبوت دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم آپ پر اور آپ کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا" کیا میں اس پر تمہارا گواہ بنوں؟ انہوں نے کہا ہاں تو اسی بارہ میں یہ آیت ہے:

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِكُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ [1]

اور اس بات پر وہ حدیث بھی گواہی دیتی ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ نے انکی توبہ قبول فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

یا آدمُ اِنَّهٗ آخِرُ نَبِیٍّ مِنۡ ذُرِّیَّتِكَ وَلَوۡ لَاهُ مَا خَلَقۡتُكَ اے آدم علیہ السلام وہ آپ کی ذریت میں سے آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔ [2]

گویا آدم علیہ السلام کو وجود ملا اور نبوت ملی تو نور مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں ملی، گویا سب انبیاء کو آپ ہی کا فیض ملا۔ اس لیے امام بوصیری رحمہ اللہ جو دعویٰ کر رہے ہیں کہ آپ آفتاب فضیلت ہیں اور سب انبیاء اسکے ستارے ہیں تو یہ دعویٰ بالکل درست ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منی
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مقصود یہ ہیں آدم و نوح وخلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
ان کی نبوت انکی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہی کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے

---

۱ آل عمران، آیت ۸۱

۲ طبرانی صغیر جلد ۲ صفحہ ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۵۴) اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ

حل لغات:

اَکْرِمْ : یہ فعل تعجب برائے مدح ہے۔
بِخَلْقِ نَبِيٍّ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق، مراد آپ کی ظاہری صورت اور حسن و جمال ہے۔
خُلُقٌ : طبعی خصلت، طبیعت، مروت، عادت، اسکی جمع اخلاق ہے۔
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ : یہ جار مجرور مشتمل سے متعلق ہے۔ یعنی حسن پہ مشتمل ہے۔
بِالْبِشْرِ : البشر بکسر باء کا معنی خندہ پیشانی، کشادہ روئی۔
مُتَّسِمِ : یہ وَسُم یوسُم (ش) سے باب افتعال بنایا گیا ہے۔ جس کا معنی خوبصورت چہرے والا ہونا ہے۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بطور نبی کے کیا ہی عمدہ و پیاری ہے۔ جسے آپ کے اخلاق عالیہ نے مزید خوبصورت اور مزین کر دیا ہے، آپ کی صورت مبارکہ بڑے حسن و جمال پہ مشتمل ہے اور خندہ روئی سے متصف ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ کیا ہی خوبصورت ہیں وہ کیا ہی خوب سیرت ہیں
جمال انکا ہے کیا کہنا ہے صورت انکی متبسم

شرح:

نبی اکرم ﷺ کے خدو خال مبارک:

اس شعر میں امام بوصیری رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کے حسن و جمال میں آپ کے تبسم آپ کی خندہ روئی اور آپ کے خلق عظیم کو دخیل قرار دیا ہے۔ یعنی جہاں آپ بے حد حسین و جمیل ہیں وہاں آپ کے چہرے انور پہ ہمیشہ خندہ روئی، اور تبسم سجا رہتا تھا، اور یہ تبسم دل کے حسن و جمال کی دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی جبین مبارک کی تعریف و توصیف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ واضح الجبین تھے یعنی آپ کی جبین مبارک کشادہ تھی۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ کی پیشانی مبارک شکن آلود ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ اہل سیر کے مطابق آپ کی پیشانی مبارک سے نیک بختی، سعادت مندی اور نورانیت ظاہر ہوتی تھی۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ کے ابرو مبارک کے بارہ میں سیدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مقرون الحاجبین آپ کے دونوں ابرو باہم ملے ہوئے تھے۔ علماء فرماتے ہیں یہ ابروؤں کا ملا ہونا بہت گہرا نہ تھا، یعنی ان میں خفیف سا اتصال تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالت غضب میں نمودار ہوتی تھی، اور ابن ابی حالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ازج الحواجب، یعنی رسول اللہ ﷺ کمان کی طرح لمبے اور باریک بالوں والے تھے۔

آپ کی ناک مبارک اونچی اور خوبصورت تھی۔ آپ کی بینی مبارک ایسی نورانی تھی کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ وہ بہت بلند ہے۔ حالانکہ وہ بہت بلند نہ تھی۔ [1]

امام حسن مجتبیٰ بن مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ھند بن ابی حالہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارکہ بتلائیں۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک گوشت سے بھرا ہوا تھا، آپ کا چہرہ ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں کی رات میں چاند چمکتا ہے۔ آپ کی قامت مبارک نہ بہت بلند تھی نہ بہت پست، سر انور بڑا تھا۔ بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل

---

1 مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۴۶ تا ۴۸ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

گھنگھریالے۔ آپ کی رنگت مبارک بہت چمکدار تھی۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی، ابرو باریک اور لمبے تھے، وہ خمدار تھے اور بالکل جڑے ہوئے نہ تھے، ناک مبارک اونچی تھی جس پر نور غالب تھا، داڑھی مبارک خوب گھنی تھی، رخساروں پہ گوشت چڑھا ہوا نہیں تھا۔ یعنی رخسار مبارک نہ بالکل پچکے ہوئے تھے نہ گوشت کے ساتھ بہت ابھرے ہوئے تھے۔ ہونٹ مبارک بہت پتلے اور خوبصورت تھے، دانت چمکدار تھے، دانتوں کے درمیان باریک رخنے تھے، آپ کی گردن چاندی کی طرح چمکدار اور لمبی تھی جیسے کسی مورتی کی گردن ہو۔ نہ ہی سینہ مبارک پیٹ سے آگے تھا نہ پیٹ سینے سے آگے۔ سینہ مبارک کشادہ تھا دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی۔[1]

---

[1] دلائل النبوۃ، امام ابونعیم جلد دوم صفحہ ۸۰۲ مطبوعہ حلب

(۵۵) كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَّالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ
وَّالْبَحْرِ فِيْ كَرَمٍ وَّالدَّهْرِ فِيْ هِمَمِ

حل لغات:

الزَّهْرِ : کلی، شگوفہ۔
تَرَفٍ : خوش حالی مراد تروتازگی۔
هِمَمِ : هِمَّةٌ کی جمع، بمعنی مقصد پختہ ارادہ۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی اپنی لطافت اور تروتازگی میں کلی کی طرح ہے، عظمت وشرافت میں ماہ کامل کی طرح ہے جود وکرم میں سمندر کی طرح ہے اور بلندی ارادہ میں زمانہ کی طرح ہے۔

منظوم ترجمہ:

لطافت میں وہ مثل گل، شرف میں ہیں وہ بدر سما
وہ ہمت کا ہیں اک عالم کرم میں ہیں وہ مثل یم

شرح:

رسول اللہ ﷺ کی لطافت جسمانی:

نبی اکرم ﷺ کے متعدد فضائل اس شعر میں ذکر کیے گئے مثلاً آپ لطافت میں ایک پھول کی مانند ہیں۔یعنی جیسے پھول بہت نرم اور خوشبو دار ہوتا ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک بھی نہایت نرم اور خوشبو دار ہے چنانچہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: مَا مَسِسْتُ حَرِيراً وَلَا دِيبَاجاً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا شَمِمْتُ رِيحاً قَطُّ أَوْ عَرْفاً أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ النَّبِيِّ ﷺ

میں نے کوئی ریشم یا دیباج ایسا نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے زیادہ نرم و نازک ہو اور نہ میں نے کوئی ایسی خوشبو سونگھی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر عمدہ ہو۔[1]

طبرانی نے حضرت ستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی سے سنا وہ فرماتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو چھوا (مصافحہ کیا) آپ کا دست مبارک ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ سرد تھا۔[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سارا جسم مبارک ہی نرم و نازک تھا کیونکہ لوگوں کو آپ کے دست مبارک ہی کے چھونے اور مصافحہ کرنے کا موقع ملا، تو دست مبارک کی لطافت سارے جسم مقدس کی لطافت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ مگر یہی نرم و نازک جسم میدان جہاد میں دشمنان اسلام کے مقابلہ میں فولاد سے مضبوط تر ثابت ہوتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے حسن و جمال کی چاند سے تشبیہ:

والبدر فی شرف کہہ کر امام بوصیری رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عظمت اور حسن و جمال میں ایسے ہیں جیسے ماہ کامل۔ معنی یہ ہے کہ آپ کا حسن و جمال چاند کی مانند ہے۔ اس سے قبل فرمایا گیا کہ آپ فضل و کمال کا آفتاب ہیں۔ اسکی وجہ تشبیہ بلکہ وجوہ تشبیہ ہم وہاں بتا چکے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ آپ حسن و جمال کا ماہتاب ہیں۔

آپ کو چاند سے تشبیہ اس لیے دی گئی کہ آفتاب کو دیکھا نہیں جا سکتا مگر چاند کو دیکھا جا سکتا ہے اسکے دیکھنے سے نظر چندھیاتی نہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام آپ کو بے تکلف دیکھتے تھے، چاند کو بار بار دیکھنے کے لیے طبع مائل ہوتی ہے، اسی طرح جس نے آپ کو دیکھا اس نے بار بار دیکھنے کی تڑپ رکھی۔ اور آپ انبیاء میں ایسے ہیں جیسے ستاروں میں چاند، اور وہ بھی چودھویں کا چاند جسے بدر کہا جاتا ہے۔

اور چاند سے تشبیہ دینا بھی محض سمجھانے کے لیے ہے۔ ورنہ کہاں چاند اور کہاں رخ مصطفیٰ

---

1 بخاری شریف کتاب المناقب باب ۲۳ حدیث ۳۵۶۱، مسلم شریف کتاب الفضائل حدیث ۸۱، دارمی مقدمہ باب ۱۰۔

2 مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۱۷ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کسی شاعر نے کہا۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے

چاند کے چہرے پہ دھبے آقا کا چہرہ صاف ہے

چاند تو خود نور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا کیا گیا ہے، اس سے تشبیہ دینا اس لیے نہیں کہ وہ آپ سے زیادہ حسین ہے یا آپ جیسا ہے، ہر گز نہیں۔ چونکہ وہ روزانہ سامنے ہوتا ہے تو سمجھانے کے لیے اس سے تشبیہ دے دی گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جودو کرم:

آگے فرمایا گیاو البحر فی کرمٍ۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم الٰہی تھا:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آپ کسی سائل کو نہ جھڑکیں۔[۱]

اس لیے آپ کسی سائل کے سوال پر لا نہیں فرماتے تھے۔ آپ سے جو مانگا گیا آپ نے عطا فرمایا۔ آپ سے جو مانگا جاتا اگر وہ آپ کے پاس اسوقت بظاہر موجود نہ ہوتا تو آپ خاموشی اختیار فرمالیتے مگر دینے سے انکار کبھی نہ فرمایا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا، آپ نے فرمایا تم اپنی حاجت بیان کرو، اس نے کہا مجھے ایک اونٹنی چاہیے اور بکریاں چاہییں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَعَجِزْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوا مِثْلَ عَجُوْزِ بَنِي اِسْرَائِيْلَ کیا تم بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال بھی نہیں کر سکتے؟ پھر آپ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو راستہ بھول گئے، ان کے علماء نے کہا یوسف علیہ السلام نے بوقت وصال وصیت فرمائی تھی کہ جب بنو اسرائیل مصر سے روانہ ہوئے تو میری نعش کو ساتھ لیکر جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ان کی قبر کا کسی کو علم ہے؟ پتہ چلا ایک بڑھیا کو اس کا علم ہے، بڑھیا کو بلایا گیا۔ اس نے کہا میں اسوقت تک قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ نہیں بتاؤں گی جب تک موسیٰ علیہ السلام میری درخواست نہ منظور کر

---

۱ سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰

لیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بتاؤ تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا میں جنت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں (آپ کے درجہ میں رہنا چاہتی ہوں) آپ کو اس کا یہ سوال ناگوار لگا تو وحی آئی کہ آپ اس کی درخواست منظور کرلیں۔ چنانچہ اس بڑھیا نے دریائے نیل میں ایک جگہ کی نشاندہی کی وہاں سے پانی ہٹا کر کھدائی کی گئی تو یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک نکل آیا، جسکی برکت سے بنو اسرائیل کو راستہ مل گیا۔[1]

اس حیثیت میں نبی اکرم ﷺ کا فرمانا: اَعَجَزْتُمْ اَنْ تُكُونُوا مِثْلَ عَجُوْزِ بَنِی اِسْرَائِیل کہ کیا تم بنو اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال بھی نہیں کرسکتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو جنت عطا کرنے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔ گویا آپ فرما رہے ہیں کہ اے اونٹنی اور بکریاں مانگنے والے تو نے مجھ سے مانگا ہی کیا ہے، اگر تم مجھ سے جنت کا سوال کرتے تو وہ بھی تمہیں دے دی جاتی۔

یعنی آپ اس قدر دینے والے ہیں کہ مانگنے والوں کی ہمت اور انکے تصور کی وہاں تک رسائی نہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، آپ کے لیے وضوء کا پانی مہیا کیا کرتا، ایک بار آپ نے فرمایا: سَلْ یَا رَبِیْعَةُ اے ربیعہ مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو، میں نے عرض کیا اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ میں آپ سے جنت میں آپ کی سنگت و صحبت مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا: اَوْ غَیْرَ ذَالِكَ؟ کیا اسکے سوا بھی کوئی حاجت ہے؟ (یعنی کچھ اور بھی مانگ لو) میں نے عرض کیا: ھُوَ ذَاكَ بس یہی چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فَاَعِنِّی عَلٰی ذَالِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ تو پھر اس پر تم کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔[2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً فرمایا: سل اے ربیعہ مانگو کیا مانگتے ہو آپ نے کوئی تخصیص نہ فرمائی کہ یہ مانگو وہ نہ مانگو، معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست، ہر چہ خواہد ہر کہ را خواہد باذن پروردگار خود بدہد

---

۱ مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت، مسند ابو یعلی حدیث ۷۲۵۰ صفحہ ۱۳۲۰

۲ مسلم شریف کتاب الصلوۃ باب فضل السجود حدیث ۴۸۹، ابو داؤد شریف کتاب التطوع باب ۲۲، نسائی کتاب التطبیق باب ۷۹، مسند احمد بن حنبل جلد اول ۲۸۱

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

معلوم ہوا کہ سارا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست ہمت وکرامت کے سپرد ہے۔ آپ جو چاہیں اور جسے چاہیں اپنے رب کریم کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ امام بوصیری نے فرمایا:

فان من جودك الدنيا وضرتها الخ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وکرم اور بحر سخاوت کے بارہ میں آگے فان من جودك الدنيا کے تحت مزید کلام آئے گا۔ انشآءاللہ۔

اسی مقام کو دیکھ کر امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

---

1 اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان

(۵۶) كَاَنَّهٗ وَهُوَ فَرْدٌ فِيْ جَلَالَتِهٖ
فِيْ عَسْكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَفِيْ حَشَمِ

حل لغات

فَرْدٌ : اکیلے تنہا۔

تَلْقَاهُ : از لَقِیَ یَلْقٰی (س) بمعنیٰ ملنا، ملاقات کرنا۔

سادہ ترجمہ

جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملو تو باوجودیکہ آپ تنہا ہوں۔ تو بھی آپ اپنی جلالت میں کچھ ایسے ہیں کہ جیسے آپ ایک رعب ودبدبہ والے لشکر میں کھڑے ہوئے ہوں۔ یعنی آپ اپنے رعب دبدبے کے اعتبار سے ایسے لگتے ہیں کہ آپ ایک عظیم لشکر میں ہیں۔

منظوم ترجمہ

وہ تنہا ہوں تو بھی اپنی جلالت میں کچھ ایسے ہیں
کہ جیسے وہ کھڑے ہوں درمیان لشکر برہم

شرح

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب ودبدبہ:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مِنْ مَّسِيْرَةِ شَهْرٍ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔[1]

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میرا دشمن مجھ سے ایک ماہ کی مسافت پر ہو تو وہیں سے اس پر میرا

[1] (بخاری کتاب التیمم باب ۱ حدیث ۳۳۲) (مسلم کتاب المساجد حدیث ۳) (ترمذی کتاب السیر باب ۵) (نسائی کتاب الغسل باب ۲۶، دارمی کتاب الصلوۃ باب (۱۱۱)

رعب طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ خوف سے کانپنے لگتا ہے۔

مروی ہے کہ جب شاہ ایران کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی ملا تو اس نے اسے پھاڑ ڈالا اور اپنے باجگزار شاہ یمن کو حکم بھیجا کہ اس شخص کو جس نے مجھے خط بھیجا ہے اور ایمان لانے کی دعوت دی ہے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ (معاذ اللہ) شاہ یمن نے دو قوی الجثہ طاقتور پہلوان مدینہ طیبہ بھیج دیے۔ جب وہ آپ کی بارگاہ میں آئے تو ان پہ اسقدر خوف و رعب طاری ہوا کہ وہ تین دن تک آپ سے کوئی بات نہ کر سکے۔ آخر جب آپ کی بارگاہ میں حاضر کیے گئے تو وہ اس قدر ڈر رہے تھے کہ ان کے جوڑ ہلنے لگے۔ انہوں نے داڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور لمبی مونچھیں رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا حلیہ کیسا ہے؟ کہنے لگے ہمارے رب نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (یعنی بادشاہ نے) آپ نے فرمایا تمہارے رب نے تمہیں داڑھی مونڈنے کا حکم دیا ہے اور میرے رب نے مجھے داڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ قریش حرم کعبہ میں جمع ہوئے۔ اور انہوں نے لات و عزیٰ اور منات اور اساف و نائلہ کی قسمیں اٹھا کر کہا اگر آج ہمیں یہ شخص (محمد مصطفیٰ ﷺ) نظر آیا تو ہم اس پہ یکبارگی حملہ آور ہو جائیں گے اور قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ آپ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ روتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں اور بتایا کہ سرداران قوم نے یہ تہیہ کیا ہے اور انہوں نے یہ بھی طے کر لیا ہے کہ آپ کا خون بہا باہم کیسے تقسیم کرنا ہے آپ نے فرمایا اے جان پدر میرے لیے وضوء کا پانی لاؤ' آپ نے وضوء کیا اور سیدھے حرم کعبہ میں تشریف لے گئے سرداران قریش نے کہا کیا یہ وہی شخص ہے؟ **و خفضوا ابصارهم وسقطت اذ ناقهم فی صدورهم** اور ساتھ ہی انہوں نے نگاہیں جھکا لیں اور انکی تھوڑیاں ان کے سینوں میں گر گئیں ان میں سے کسی نے آپ کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا اور نہ ہی ان میں سے کوئی آپ کی طرف کھڑا ہوا نبی اکرم ﷺ ان کے سروں پر آ کر کھڑے ہو گئے آپ نے ان کے سروں پہ خاک ڈالی' وہ خاک جس کے سر پر پڑی وہ بدر میں ضرور قتل ہوا۔[2]

تیرا آنا تھا کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے تیرے رعب سے شاہزوروں کے دم ٹوٹ گئے

آپ کے رعب کے حوالہ سے رکانہ پہلوان کا واقعہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

---

۱ تاریخ خمیس

۱ دلائل النبوۃ ابو نعیم جلد اول تیرھوی فصل صفحہ ۱۷۰

(۵۷) كَأَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ
مِنْ مَّعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ

حل لغات

اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ: چھپا ہوا موتی

صدف : سیپی جس میں بعض موتی چھپے ہوتے ہیں اور یہ سمندر کی تہہ سے نکلتی ہے۔

سادہ ترجمہ

جس طرح سیپی میں قیمتی موتی چھپا ہوتا ہے اس طرح نبی اکرم ﷺ کے دھان مبارک میں دو کانیں ہیں ایک تکلم کی دوسری تبسم کی۔

منظوم ترجمہ

تکلم اور تبسم میں نبی کے لب جو کھلتے ہیں
تو موتی چمک اٹھتے ہیں برستے پھول ہیں چھم چھم

شرح

پچھلے شعر میں نبی اکرم ﷺ کا رعب دبدبہ بیان کیا گیا تھا دنیا کے بادشاہ اپنے رعب و دبدبہ کے لئے چہرے پہ غصہ اور غضب سجائے رکھتے ہیں تا کہ کوئی ان سے کھل کی بات نہ کر سکے ہر کوئی مرعوب رہے مگر نبی اکرم ﷺ ایسے نہ تھے آپ کا رعب دشمنان اسلام کے لئے تھا جبکہ اپنے غلاموں کے لئے آپ کے چہرۂ مبارک پر تبسم جلوہ گر رہتا تھا اور آپ کی زبان مبارک سے ہر وقت حکمت کے موتی جھڑتے رہتے تھے اور لب ہائے مبارک سے علم کے پھول جھڑتے رہتے تھے گویا آپ کا دھان مبارک تکلم کا معدن ہے اور تبسم کا بھی معدن ہے اور دھان مبارک ایک سیپی ہے جس میں آپ کے دندان مبارک چھپے ہوئے موتی ہیں۔

(۵۸) لَاطِيْبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ
طُوْبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمِ

حل لغات

تُرْبًا : اسکو تَرَبٌ اور تُرَابٌ بھی کہا جاتا ہے یعنی مٹی۔
اَعْظُمَهٗ : ہڈیاں، عَظْمٌ کی جمع، یہاں ہڈیاں بول کر جسم مبارک مراد لیا گیا ہے۔
لِمُنْتَشِقٍ : اسم فاعل از باب اِنْتَشَقَ يَنْتَشِقُ بمعنیٰ سونگھنا
مُلْتَثِمِ : اسم فاعل اِلْتَثَمَ يَلْتَثِمُ اسکا معنیٰ لپیٹنا ہے۔

سادہ ترجمہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے جو مٹی مس کرے اس سے زیادہ خوشبودار کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی تو مبارک ہے جو اسے سونگھے پھر اسے چومے۔

منظوم ترجمہ

وہ مٹی رشک وعنبر ہے جو ان کے جسم سے مس ہو
مبارک جو اسے سونگھے کرے زیب لب وہم چشم

شرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک کا خوشبودار ہونا:

یعنی جو مٹی آپ کے جسم مبارک سے لگ جائے اس جیسی کوئی خوشبودار چیز نہیں کیونکہ آپ کا جسم اطہر نہایت خوشبودار ہے۔ اس پر احادیث ہیں۔

چنانچہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں: ما مسست شَيْئًا اَلْيَنَ مِنْ جِلْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَا وَجَدْتُ رَائِحَةً اَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔ تو

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد مبارک سے زیادہ نرم اور آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار کوئی چیز نہیں مس نہیں کی۔[۱]

بیہقی اور طبرانی میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا ہوں تو میرا ہاتھ آپ کے جسم اطہر کے مس کرنے سے ایسا خوشبودار ہو جاتا ہے کہ میں تمام دن اپنے ہاتھوں کو سونگھتا رہتا ہوں اور اس میں مشک نافہ سے زیادہ خوشبو پاتا ہوں۔[۲]

عتبہ بن فرقد اسلمی رضی اللہ عنہ کی بیوی ام عاصم فرماتی ہیں۔ ہم حضرت عتبہ کی تین بیویاں تھیں اور ہم میں سے ہر کوئی چاہتی تھی کہ اس کی خوشبو دوسری سوتنوں سے افضل ہو۔ حالانکہ وہ صرف سادہ تیل سر اور داڑھی پر لگاتے تھے۔ جبکہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو ہم سب سے زیادہ تھی۔ وَكَانَ أَطْيَبَنَا رِيحًا اور وہ جدھر جاتے لوگوں کو ان کی خوشبو محسوس ہوتی میں نے ان سے ان کی خوشبو کے بارے میں پوچھا۔ وہ کہنے لگے ایک بار انہیں جسم پر دانے نکل آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور مبارک تھا۔ میں نے آپ سے ان دانوں کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "قریب آؤ" میں آپ کے قریب ہوا آپ نے میرے جسم سے کپڑا اتار کر صرف جائے ستر پر کر دیا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ان میں پھونک ماری (گویا کچھ پڑھا) پھر دونوں ہاتھ ایک دوسرے پر ملے پھر ایک ہاتھ میرے آگے مل دیا اور دوسرا میری پشت پر

فَهٰذِهِ الرِّيحُ مِنْ ذَالِكَ) تو یہ خوشبو اس وجہ سے ہے۔[۳]

معلوم ہوا کہ جس چیز سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مقدس مس ہو جائے وہی چیز ایسی معطر و معنبر ہو جاتی ہے کہ دنیا کی کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی حضرت عتبہ کی بیویاں ہر اچھی سے اچھی خوشبو لے کر آتی تھیں مگر ان کے اپنے جسم سے آنے والی خوشبو ان سب خوشبوؤں پہ غالب آجاتی۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ع

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

---

۱ طبرانی کبیر جلد ۲۰ صفحہ ۵۰ حدیث ۱۰۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

۲ مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۲۷ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

۳ طبرانی کبیر جلد ۱۷ صفحہ ۱۳۴ حدیث ۳۳۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

یوسف علیہ السلام کی قمیص جب مصر سے چلی تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ [1]

مگر اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قمیص یوسف سے صرف کنعان میں خوشبو آئی مگر قمیص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے پورا کنعان عرب یوسفستان بنا ہوا ہے۔ ع

کوچے کوچے میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستان ہے ہر گوشہ کنعان عرب

بلکہ اہل دل کو آج بھی شہر مدینہ شریف بلکہ ملک عرب میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یعنی جن راہوں سے ہمارے آقا گزرے وہ آج تک معطر و منور ہیں۔ صرف اسے سونگھنے کے لیے روحانی قوت شامہ درکار ہے۔ اس خوشبو کے بارے میں میرے لکھے ہوئے بعض اشعار کچھ اس طرح ہیں۔ ع

میں کرتا ہوں ہر دم دعائے مدینہ
کہ مولیٰ مجھے بھی دکھائے مدینہ
ضیاء رخ شاہ دنیا و دیں سے
منور منور فضائے مدینہ
چمک تجھ کو بھائی ہے پیرس کی ناداں
ہمیں بس ہے بھاتی ضیائے مدینہ
کہاں تم کو موت آئے گر مجھ سے پوچھو
کہوں گا نہ کچھ بھی سوائے مدینہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی خوشبو سے یارو
معطر ہے اب تک ہوائے مدینہ
شفا ہو نہ جس کو کسی بھی دوا سے
ذرا لے وہ خاک شفائے مدینہ
تجھے شوق ہے جاؤں لندن یا پیرس
میں دیتا ہوں تجھ کو دماء مدینہ
دعا ہے یہ طیبؔ کی اے مولیٰ دیدے
پئے قبر دو گز ہی جائے مدینہ

---

[1] سورہ یوسف آیت ۹۴

فصل رابع

ذکر میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۵۹) اَبَانَ مَوْلِدُہٗ عَنْ طِیْبِ عُنْصُرِہٖ
یَاطِیْبَ مُبْتَدَءٍ مِّنْہُ وَمُخْتَتَمِ

حل لغات

اَبَانَ : فعل ماضی باب افعال از اَبَانَ یُبِیْنُ کہتے ہیں اَبَانَ الشَّیْئُ وہ چیز خوب ظاہر ہوگئی۔ اسی سے قُرْآنٌ مُبِیْنٌ ہے یعنی نہایت واضح وروشن کتاب۔

عُنْصُرِہٖ : جسم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہے عُنْصُر بمعنیٰ جسم ہی ہے۔

مُبْتَدَءٍ : اسم ظرف از باب افتعال اِبْتَدَأَ یَبْتَدِأُ جائے ابتداء۔

مُخْتَتَمِ : اسم ظرف از خَتَمَ یعنی جائے اختتام۔

یَاطِیْبَ : یہ اصل میں ہے یا ایہا الناس انظروا الیٰ طیب اے لوگو اس کی خوشبو دیکھو۔

سادہ ترجمہ

آپ کے جسم مقدس کی خوشبو سے آپ کی جائے ولادت (یعنی مکہ مکرمہ) روشن ہوگیا تو دیکھو کہ آپ کی جائے ابتدا (مکہ مکرمہ) اور جائے اختتام (مدینہ منورہ) کی خوشبو کیا ہی عمدہ ہے۔

منظوم ترجمہ

ولادت ان کی مکہ میں مزار ان کا مدینہ
معطر ان کا مولد ہے معطر ان کا مختتم

شرح عظمت مکہ ومدینہ

یعنی مکہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور آپ نے وہاں ایک حصہ زندگی گزارا۔ اور مدینہ طیبہ کو یہ شرف حاصل ہے کی اس میں آپ کا وصال ہوا اور آپ نے وہاں اپنی زندگی کا ایک حصہ گزارا۔ اس لیے دونوں مقامات آپ کی خوشبو سے معطر ومنور ہوئے۔ گویا نبی اکرم ﷺ کو کسی جگہ کے سبب عزت نہیں ملتی بلکہ ہر جگہ کو آپ کے سبب سے عزت نصیب ہوتی ہے۔ مکہ میں اگرچہ کعبۃ اللہ ہے، صفا ومروہ ہے، مقام ابراہیم وحجر اسود ہے اور زم زم ہے مگر اللہ نے فرمایا: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ میں اس شہر مکہ کی قسم اٹھاتا ہوں کیوں کہ آپ اس شہر میں جلوہ فرمائیں۔[1]

شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

وقد روی ان عمر بن خطاب رضی الله عنه قال للنبی ﷺ بابی انت و امی یا رسول الله قد بلغ من فضلیتك انه اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء و لقد بلغ من فضلیتك عنده انه اقسم بتراب قدمیك.

ترجمہ: یعنی مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر میرے والدین قربان اللہ کے ہاں آپ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ نے آپ کی زندگی کی قسم اٹھائی ہے اور کسی نبی کی نہیں اٹھائی۔ اور اللہ کے ہاں آپ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ نے آپ کے قدموں کی خاک کی قسم

---

[1] سورہ البلد، آیت ا

اٹھائی ہے۔ [1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو امام خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا جلد (۱) صفحہ ۱۹۶ باب اول فصل چہارم مطبوعہ دار الفکر بیرت اور شیخ عبد الحق محدث دھلوی نے مدراج النبوت جلد اول صفحہ ۱۱۵ باب سوم میں بھی نقل کیا ہے۔

وہ ہے مرتبہ تجھ کو خدا نے دیا
نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا
تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ ہجرت میں ایک راز یہ بھی تھا کہ اگر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں رہتے۔ یہیں آپ کا وصال ہوتا تو شائد کوئی سمجھتا کہ آپ کو جو عزت و عظمت ملی ہے وہ شہر مکہ کی وجہ سے تھی یا کعبۃ اللہ کے سبب سے تھی۔ مگر اللہ نے آپ کو مدینہ طیبہ جانے کا حکم فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آپ کی وجہ سے مکہ کو عظمت ملی۔ اور جب آپ مدینہ طیبہ میں چلے گئے تو وہ شہر آپ کی عظمت کے سبب چمک اٹھا۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا مکہ مکرمہ میں تشریف لانا قدرت کو منظور نہ ہوتا۔ تو یہاں نہ کعبہ ہوتا نہ صفاء مروہ ہوتے نہ زم زم ہوتا نہ کوئی اور متبرک مقام ہوتا۔ چونکہ آپ نے یہاں آنا تھا۔ اس لیے ابراھیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ یہاں کعبہ تعمیر کریں۔ انہوں نے یہاں کعبہ تعمیر کیا پھر آپ کی وجہ سے یہاں زم زم بہایا گیا۔ اور یہی سبب تھا کہ ابراھیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر دعاء فرمائی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب ان لوگوں میں وہ رسول بھیج دے جو انہی میں سے ہوگا ان پر

---

[1] المواھب الدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ مقصد ۶ نوع ۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

تیری آیات پڑھے گا۔انہیں کتاب وحکمت سکھائے گا اور انہیں پاک کرے گا بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ [1]

اسی لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

ہوتے کہاں خلیل وبنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انہی کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہی کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیا
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

1 سورہ بقرہ، آیت ۱۲۹

(۶۰) يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمْ
قَدْ أُنْذِرُوا بِحُلُولِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

حل لغات

تَفَرَّسَ : فعل ماضی از باب تفعُّل کہتے ہیں تَفَرَّسَ فِيهِ۔ یعنی اس نے اس معاملہ میں نظریں جما کر دیکھا مراد غور و فکر کر کے جاننا ہے۔

الْفُرْسُ : فُرْسٌ اور فَارِسٌ مملکت فارس کے باشندوں کو کہا جاتا ہے۔ کبھی اس مملکت کو بھی فارس کہا جاتا ہے اور ان کی زبان کو فارسیہ۔

الْبُؤْسِ : بلا، مصیبت۔

النِّقَمِ : نَقِمَةٌ کی جمع یعنی سزا، عذاب۔

سادہ ترجمہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد وہ دن ہے جب اہل فارس نے جان لیا کہ ان کو بلا و مصیبت اور عذابات کے نزول سے ڈرایا گیا ہے۔

منظوم ترجمہ

پیدائش پہ نبی کی اہل فارس کو ہوا معلوم
کہ عذاب اترے گا ان پر اور حکومت ان کی ہو گی ختم

شرح

میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یمن و فارس کے بادشاہوں کے خواب

جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل فرعون نے خواب دیکھا تھا جس میں اسے بتایا گیا کہ بنی اسرائیل میں وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی ہلاکت اور اسکی حکومت کے خاتمہ کا سبب

بنے گا اسی طرح جب نبی ﷺ کی ولادت کا زمانہ آیا تو یمن اور فارس کے بادشاہوں نے ایسے ہی خوفناک خواب دیکھے جس میں انہیں بتایا گیا کہ ان کی حکومتیں ختم ہونے والی ہیں اور دین اسلام کا ظہور ہونے والا ہے۔

چنانچہ حضرت امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں محمد بن اسحاق کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ یمن میں جب ربیعہ بن نصر سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے ایک پریشان کن خواب دیکھا جس سے وہ دہشت زدہ ہو گیا اس نے یمن کے کاہنوں اور نجومیوں کو بلایا کہ مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ انہوں نے کہا کیا خواب ہے بادشاہ کہنے لگا خواب بھی تم ہی بتاؤ انہوں نے کہا اگر خواب بھی ہم ہی نے بتانی ہے تو سطیح اور شق کو بلاؤ وہ خواب بھی بتادیں گے تو ان کو بلایا گیا

سطیح کہنے لگا اے بادشاہ تم نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ سخت تاریکی میں ایک نورانی شعلہ نمودار ہوا ہے جو سیدھا جا کر ارض مکہ میں پڑا ہے اور وہ شعلہ بڑی بڑی حکومتوں کو کھا گیا بادشاہ نے کہا اے سطیح تم نے میرا خواب حرف بحرف درست بتایا ہے اب اسکی تعبیر بھی بتاؤ اس نے کہا کہ عنقریب سرزمین مکہ میں وہ نبی پیدا ہو گا جو پاک نسب پسندیدہ شخصیت اور اعلیٰ اخلاق والا ہو گا اس پر اللہ کی طرف سے وحی آئے گی بادشاہ نے پوچھا وہ کس خاندان سے ہو گا؟ اس نے کہا: لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے (لوی نبی اکرم ﷺ کے نسب میں دسویں پشت میں آتے ہیں یعنی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی) بادشاہ نے کہا تو ان کی حکومت کب تک رہے گی اس نے کہا اس دن تک جب اللہ تعالیٰ تمام اگلے پچھلے انسانوں کو جمع کرے گا تب گناہگار بد بخت ہوں گے اور نیکوکار سعادت مند۔[1]

یاد رہے کہ نبی کرم ﷺ کی ولادت سے قبل یمن کی حکومت اہل فارس کے تابع تھی یعنی ایرانی بادشاہ کسریٰ کی باجگزار تھی۔ تو شاہ یمن کا یہ خواب دیکھنا اور سطیح کا اسکی یہ تعبیر بتانا معمولی واقعہ نہ تھا یقیناً یہ خبر کسریٰ تک بھی گئی ہوگی اور اسے بھی معلوم ہوا ہو گا کہ عنقریب کیا ہونے والا ہے اسی طرح اگلے شعر میں وہ واقعہ بتایا جا رہا ہے جب شاہ ایران کسریٰ کے محل کے مینارے رسول اللہ ﷺ کی ولادت

---

۱ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد اول فصل ہفتم حدیث ۶۶ صفحہ ۱۱۹

کی رات گر گئے یہ بھی ایک عظیم تہدید تھی جس سے وہ سمجھ سکتے تھے کہ خطرے کے الارم بجنے لگے ہیں۔

صاحب عطر الوردہ نے بھی ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کی رات کسریٰ شاہ ایران نے خواب دیکھا جس کا نام نوشیروان تھا کہ عربی گھوڑے اس کے تمام شہروں میں گھس گئے ہیں اور عراقی اونٹ ہانکے جارہے ہیں اس موقع پر بھی سطیح کو بلایا گیا اس سے اسکی تعبیر پوچھی گئی اس نے کہا یہ علامت اس نبی کی ولادت کی ہے جس کا نام نامی محمد (ﷺ) ہے وہ اولاد خلیل میں سب سے افضل ہیں ان کی تعریف تورات وانجیل میں ہے اس کے ماننے والے بلاد فارس میں داخل ہوکر انہیں فتح کریں گے اور آل ساسان (شاہان ایران کے خاندان) کی حکومت ختم ہوجائے گی پھر سطیح رونے لگا اور کہا کہ افسوس میں اس نبی کا زمانہ نہ پاسکوں گا حالانکہ اس کے ظہور کو تھوڑا ہی عرصہ رہ گیا ہے۔ [1]

توان واقعات کی طرف امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

---

[1] عطر الوردہ بحوالہ تاریخ ہاشمی صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور

(۶۱) وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَهُوَمُنْصَدِعٌ
کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَ مُلْتَئِمِ

حل لغات:

بَاتَ : بمعنی صَارَ یعنی ہوگیا۔

اِیْوَنُ : محل

کِسْرٰی : یہ خسرو کا معرب ہے۔ اہل ایران اپنے بادشاہ کو خسرو کہتے تھے عربی میں یہ کسریٰ ہوگیا۔

مُنْصَدِعٌ : اسم فاعل از اِنْصَدَاعَ یعنی پھٹ جانا۔ اسی سے کہا جاتا ہے اِنْصَدَعَ الصَّبَاحُ صبح پھوٹ پڑی۔

کَشَمْلِ : عربی میں شَمَلَ مجتمع کام کو کہتے ہیں۔ جیسے جمع اللہ شَمْلَهُمْ اللہ ان کے کاموں کو جمع کر دے اور معاملہ مضبوط ہو جائے۔ اور فَرَّقَ اللہ شَمْلَهُمْ اللہ ان کے معاملات کو متفرق کر دے۔ یعنی ان کا بنا ہوا کام بگڑ جائے۔ حدیث میں ہے جَمَعَ اللهُ شَمْلَهٗ اللہ اسکا کام اکٹھا کر دے گا۔[1]

مُلْتَئِمِ : از التئام یعنی مل جانا۔

سادہ ترجمہ:

کسریٰ شاہ ایران کا محل ایسا ہوگیا کہ اس میں دراڑ آ گئی۔ جس سے بعد میں اصحاب کسریٰ کا معاملہ منتظم نہ رہ سکا (اور اسکی حکومت ختم ہوگئی)۔

---

[1] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۸۳

منظوم ترجمہ:

شب میلاد آقا میں پھٹا قصر شہ کسریٰ
ہوا پھر بعد میں کام اسکا سارا غیر منتظم

شرح:

شب میلاد مصطفیٰ ﷺ میں قصر کسریٰ کے چودہ مینارے گر گئے:

دراڑ آنے سے مراد یہ ہے کہ کسریٰ شاہ ایران کا محل میلاد مصطفیٰ ﷺ کی رات لرز اٹھا اس پہ زلزلہ بپا ہوا اور اسکے چودہ مینارے گر گئے۔ چنانچہ بعد میں دور فاروقی میں ایرانیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست پہ شکست ہوئی، آخرکار آخری ایرانی بادشاہ یزدجرد قتل ہوا اور اسکا سر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ کیونکہ انہی کے ہاتھوں ایرانی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

بیہقی، ابونعیم، خرائطی اور ابن عساکر نے حانی مخزمی سے روایت کیا ہے

لمّا كَانَتْ اللَيلَةُ الّتي وُلِدَ فِيها النبيُّ ﷺ إرْتَجَسَ إيْوَانُ كِسْرىٰ وَسَقَطَتْ مِنهُ أرْبَعَةَ عَشَرَ شَرَافَةً وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسٍ وَلَمْ تَخْمُدْ قَبلَ ذٰلِكَ ألْفَ عَامٍ وَغَاضَتْ بُحَيْرَةُ سَاوَا جب وہ رات آئی جس میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو شاہ ایران کسریٰ پہ شدید زلزلہ آیا اور اسکے چودہ مینارے گر گئے، ایران کا آتش کدہ بجھ گیا حالانکہ وہ ہزار برس سے مسلسل جل رہا تھا اور بحیرۃ ساوا خشک ہو گیا۔

جب صبح ہوئی تو شاہ ایران (نوشیرواں) شدید خوفزدہ ہوا اس نے کچھ دیر تک اپنا خوف چھپایا جب اس سے صبر نہ ہو سکا تو اس نے اپنا تاج پہنا اپنے تخت پر بیٹھا اور تمام وزراء کو جمع کیا۔ اور انہیں بتایا کہ آج رات اس کے محل سے کیا کچھ ہوا ہے۔ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ خبر آئی کہ آتش کدہ اچانک بجھ گیا ہے، تو بادشاہ کا غم پہلے سے شدید تر ہو گیا۔ تو حوبذان (ایک وزیر) نے کہا میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ طاقتور اونٹ آرہے ہیں اور انکے پیچھے عربی گھوڑے چلے آئے ہیں، انہوں نے دریائے دجلہ عبور کر لیا ہے (یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابہ کرام نے بہتے دریا میں گھوڑے ڈال دیے تھے اور نیچے سے پانی کے چھینٹوں کی بجائے

دھول اڑتی نظر آنے لگی)۔

بادشاہ کہنے لگا اے موبذان اس کا کیا معنی ہے؟ کہنے لگا عرب کے علاقہ میں کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔ کسریٰ نے اسی وقت (شاہ یمن) نعمان بن منذر کو حکم بھیجا کہ مجھے کوئی عالم آدمی روانہ کرو جس سے میں کچھ پوچھوں۔ اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حسان کو بھیج دیا۔ جب وہ آیا تو کسریٰ نے اس سے سارا ماجرا کہا۔ اس نے کہا شام میں میرا ایک ماموں ہے اسے سطیح کہا جاتا ہے (پچھلے شعر میں سطیح کا ذکر گزر چکا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں بہت کچھ جانتا تھا) مجھے اجازت دو کہ میں اس سے کچھ پوچھ کر آؤں۔

تو وہ سطیح کے پاس پہنچا۔ وہ اسوقت قریب الموت تھا۔ اس نے عبدالمسیح کو دیکھتے ہی شاعرانہ انداز میں کہا۔ (جس کا شاعرانہ ترجمہ یوں ہے) آیا عبدالمسیح سوئے سطیح۔ جو ہے قریب ضریح (قبر)۔ تجھے بھیجنے والا ہے شاہ ساسان کیونکہ لرز اٹھا اسکا ایوان، بجھ گئی نیران (آگ) اور ظاہر ہوا خواب موبذان، اسنے دیکھا کہ طاقتور اونٹ آتے ہیں عربی گھوڑوں کو لاتے ہیں۔

اے عبدالمسیح: جب ہونے لگے کثرت تلاوت۔ اور ظاہر ہو جائے صاحب ہراوت (صاحب عصا یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ) جب بہے وادی سماوہ، خشک ہو جائے بحیرہ ساوا، اور بجھ جائے نار فارس کا لاوا، تو پھر سطیح کے لیے شام میں کوئی شام نہیں۔ ایرانیوں کے اتنے ہی مرد و عورت بادشاہ ہونگے، جتنے گرے ہیں انکے مینارے۔ اور جو واقعات ہونے کو ہیں ہو کر رہیں گے۔

سطیح کی بات سن کر عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا اور بتایا کہ تمہاری حکومت چودہ بادشاہوں تک رہ گئی ہے پھر ختم ہو جائے گی۔ اس نے کہا پھر خیر ہے۔ (چودہ بادشاہوں کے گزرنے تک طویل زمانہ چاہیے) مگر دس بادشاہ صرف چار برسوں میں گزر گئے، اور باقی کا دور بھی خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک ختم ہو گیا۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ ایرانی حکومت کا خاتمہ دور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں ہو گیا تھا۔ یزدجرد بادشاہ کا پایہ تخت مدائن تھا۔ مدائن سے پہلے دریائے دجلہ پڑتا تھا۔ ایرانیوں نے دجلہ کا پل توڑ دیا، تاکہ

---

[1] خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱ باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ ﷺ من المعجزات، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

لشکر اسلام دریا کو عبور نہ کر سکے۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا اللہ کا نام لیکر دریا میں گھس جائیں۔ صحابہ کرام نے پانی پر گھوڑے دوڑا دیے تو نیچے سے دھول نکلنے لگی۔ دریا کے اس پار ایرانی فوج یہ خوفناک منظر دیکھ رہی تھی، انہوں نے شور مچا دیا "دیو آمدند دیو آمدند" جنات آ گئے جنات آ گئے۔ چنانچہ کسریٰ ایران اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر بھاگ اٹھا، اور اسلامی فوج مدائن میں فاتحانہ داخل ہوگئی اور ایرانی حکومت کا مکمل خاتمہ ہوگیا۔ اور بادشاہ کا تاج اسکے کنگن اور اسکی بیٹی شہربانو اور دیگر مال غنیمت مدینہ طیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا۔ چنانچہ سیدہ شہربانو اسلام لائیں اور انکی شادی خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ سے کی۔ اسکی تفصیلات ایک شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی نے ناسخ التواریخ حالات خلفاء جلد دوم میں لکھی ہیں۔

یزدجرد ایک عرصہ غائب رہا پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ ایک شخص کے جھونپڑے میں داخل ہوا، اس نے اسے پہچان لیا کہ یہ یزدجرد ہے، اس نے اسے قتل کر دیا، اسکا سر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گورنر عراق کے سامنے پیش کیا گیا جسے دیکھ کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔

(۶۲) وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمٖ

حل لغات:

خَامِدَةُ : از خَمَدَ يَخْمُدُ (ن) خَمَدَتِ النَّارُ آگ بھڑک کر بجھ گئی۔ خَمَدَ الْحُمّٰى بخار کا زور ٹوٹ گیا۔

الْاَنْفَاس : نفس کی جمع، بمعنی سانس۔ اسی سے ہے وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔[1]

سَاهِي : اسم فاعل از سَهَا يَسْهُوْ (ن) یعنی بھول جانا۔ اسی سے ہے۔ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿۵﴾ جو لوگ اپنی نماز کو بھول جاتے ہیں۔[2]

الْعَيْنِ : اسکے پچیس سے زیادہ معانی ہیں۔ اس جگہ پانی کا سر چشمہ مراد ہے جہاں سے وہ پھوٹے۔

سَدَم : غم، ندامت۔ اسکا ایک معنی پانی کا متغیر ہو جانا اور رک جانا بھی ہے۔

سادہ ترجمہ:

(آتش کدے کی) آگ بجھ گئی اور افسوس کے سانس لینے لگی۔ اور نہر (فرات) غم سے اپنے منبع کو بھول گئی۔

---

۱ تکویر، آیت ۱۸

۲ سورہ ماعون، آیت ۵

منظوم ترجمہ:

اک آہ سرد بھر کر بجھ گئی تھی نار ایرانی
فرات اس صدمے سے سوکھا، گیا سب پانی اسکا تھم

شرح:

ولادت رسول اللہ ﷺ کی رات ایرانی آتش کدہ کا خشک ہو جانا:

پچھلے شعر کی شرح میں تفصیل سے گزر گیا کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ایران کا وہ آتش کدہ بجھ گیا جس کو ہزار سال سے مسلسل جلایا جارہا تھا اور آتش پرست اسکی پوجا کرتے تھے۔ یہ اہل دنیا کے لیے پیغام تھا کہ اب شرک کے اسباب مٹنے والے ہیں توحید کا نور پھیلنے والا ہے۔

یہاں ایک عجیب ایمانی نکتہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بذات خود نمرود کے آتش کدہ میں تشریف لے گئے تو اسے حکم ربی سے ٹھنڈا کر دیا گیا۔ یٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ مگر حضور سید المرسلین ﷺ کی یہ شان ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اسی رات ایران میں مشرکوں کا آتش کدہ ایسا ٹھنڈا ہوا کہ ہزار جلایا گیا مگر نہ جل سکا، اس لیے کہنا پڑتا ہے۔ ؏

سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

اس شعر میں نہر سے کونسی نہر مراد ہے اسکی شرح میں بعض شارحین نے نہر فرات مراد لی ہے۔ تو ان کے پاس اسکی کوئی وجہ تخصیص ہوگی۔

(۶۳) وَسَآءَ سَاوَۃَ اَنْ غَاضَتْ بُحَیْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَیْظِ حِیْنَ ظَمِ

حل لغات:

سَآءَ : ازسَاءَ یَسُوْءُ(ن) غمگین کرنا۔

اَنْ غَاضَتْ: اس جگہ (ان غاضت) بتاویل مصدر ساء کا فاعل ہے۔ غاضت پانی کا اتر جانا یعنی دریا یا چشمہ کا سوکھ جانا جیسے قرآن میں ہے۔ وَغِیْضَ الْمَآءُ اور پانی خشک کردیا گیا۔[1]

ظَمِ : اصل میں ظَمِیَٔ ہے از ظَمِیَٔ یَظْمَأُ (س) سخت پیاسا ہوا۔ وزن شعری کے لیے اسے ظَمِ کردیا گیا۔ قرآن میں یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے۔[2]

لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَأٌ: انہیں جو بھی پیاس آتی ہے۔[3]

سادہ ترجمہ:

سادہ کے پجاریوں کو اس بات نے سخت غمناک کیا کہ ساوہ کا بحیرہ خشک ہو گیا اور وہاں آنے والے لوگ غیظ وغضب کے ساتھ واپس ہو گئے جبکہ وہ پیاسے تھے۔

منظوم ترجمہ:

بحیرہ ساوا سوکھا اسکے عابد ہو گئے غمناک
پجاری اسکے لوٹے پیاسے، تھے غصہ سے وہ گم سم

---

۱ سورہ ہود، آیت ۴۴

۲ سورہ نور، آیت ۳۹

۳ سورہ توبہ، آیت ۱۲۰

شرح:

میلادرسول اللہ ﷺ کی شب میں بحیرہ ساوا کا سوکھ جانا:

پچھلے شعر ۶۱ کی شرح میں ہم مفصل حدیث لکھ آئے ہیں کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کی رات بحیرہ ساوا خشک ہوگیا۔ یہ عراق میں ہمدان اور قم کے درمیان ایک چھوٹا سا سمندر تھا یعنی ایک بڑا آبی ذخیرہ جو چھ فراسخ قریبا پچاس میل میں پھیلا ہوا تھا۔ اسکا پانی اسقدر لطیف وعمدہ تھا کہ دنیا کا کوئی پانی اسکی مثل نہ ہوگا۔ اسکی اس خوبی کے باعث اسے پوجا جانے لگا جیسے آج انڈیا میں گنگا و جمنا کو پوجا جاتا ہے۔ ان کے پجاری وہاں نہا کر سمجھتے ہیں کہ ان کے گناہ جھڑ گئے ہیں۔ یہی حال بحیرہ ساوا کا تھا۔ اسکے کنارے بڑے جشن ہوتے تھے اور اس میں نہا کر لوگ سمجھتے تھے کہ بیماریاں جاتی ہیں۔ یہ انسان کی جہالت رہی ہے کہ جس چیز کو وہ غیر معمولی صفات کا حامل سمجھے اسکے آگے سر جھکانے لگتا ہے۔ تو جس رات حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو بحیرہ ساوا خشک ہوگیا اور اسکے پجاری بھاگ گئے۔ البتہ آج بھی عراق میں ساوا شہر ہے جسکے قرب میں یہ بحیرہ تھا۔ اس بحیرہ کا خشک ہونا بھی اس بات کی علامت تھی کہ اب کفر و شرک کا اندھیرا چھٹنے والا ہے۔

(٦٤) كَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَّ بِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ

حل لغات:

بَلَلٍ : تری، نمی۔
ضَرَمِ : از ضَرِمَ يَضْرَمُ (س) ضَرِمَتِ النَّارُ آگ کا بھڑکنا۔

سادہ ترجمہ:

گویا آگ نے غمناک ہو کر پانی والی تری اپنا لی اور پانی نے بھڑک کر آگ کی صفت لے لی۔

منظوم ترجمہ:

تو گویا پانی جل کر نار غصہ سے ہوا تھا خشک
اور آتش سرد آہوں سے بنی پانی بجھی وہ تھم

شرح:

یعنی شب میلاد رسول ﷺ میں عجیب حوادث ہوئے۔ کہ ایرانی آتش کدہ کی آگ ٹھنڈی ہو کر پانی کی مثل ہوگئی اور بحیرہ ساوا کا پانی جل کر آگ کی مثل ہوگیا۔ ایسے ایسے انقلابات زمانہ کا ظہور ہوا جس میں یہ اشارہ تھا کہ اب زمانہ بدل جائے گا کفر کی جگہ ایمان لے لے گا۔ شرک کی جگہ توحید آ جائے گی۔ ظلمت روشنی میں بدل جائے گی اور انسان کی پیشانی مخلوق کی بجائے خالق کے آگے جھکے گی۔ ؎

جہاں تاریک تھا اندھیرا تھا اور سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

(۶۵) وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَّالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ

حل لغات:

تَهْتِفُ : از هَتَفَ يَهْتِفُ (ض) یعنی کسی کو چلا کر بلانا اسی سے ھَاتِف ہے۔ یعنی غیب سے آواز دینے والا۔ اسی لیے جدید عربی میں فون کو ھاتف کہتے ہیں۔

سَاطِعَةٌ : اسم فاعل از سَطَعَ يَسْطَعُ (ف) سطع النور یعنی روشنی بلند ہوئی۔

كَلِم : کلمہ کی جمع۔

سادہ ترجمہ:

(نبی اکرم ﷺ کی ولادت پر) جنات (بشارت کی) غیبی آوازیں دیتے ہیں۔ انوار بلند ہوتے ہیں اور حق لفظی اور معنوی ہر طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

کہی جنات نے تکبیر برسے خوب تھے انوار
تو چمکا حق کا معنیٰ اور کلام اسکا ہوا احکم

شرح:

بعثت رسول اکرم ﷺ پر جنات کی طرف سے بشارت کی آوازیں آنا:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو لوگوں نے جنات کی آوازیں سنیں وہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری لوگوں کو سنا رہے تھے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارہ میں سب سے پہلی اطلاع یہ تھی کہ مدینہ کی ایک عورت کے پاس جن حاضر ہوتا تھا۔ ایک دن وہ جن سفید پرندے کی شکل میں آیا اور ان کی منڈیر پر بیٹھ گیا۔ وہ کہنے لگی آج تم نیچے اتر کر کوئی خبر کیوں نہیں دے رہے؟ اسنے کہا آج بڑی خبر یہ ہے کہ مکہ میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے جو بے حیائی کی ہر بات کو حرام قرار دیتا رہتے۔ والسلام

سفیان بن ہذلی سے روایت ہے کہتے ہیں:

ہم لوگ شام گئے۔ ہم نے زرقاء اور حقان (دو جگہوں کے نام ہیں) کے درمیان ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ اتنے میں کسی شاہسوار کی گرجدار آواز فضا میں گونجی۔ اس نے کہا: اے سونے والو جاگ اٹھو! یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ قَدْ خَرَجَ اَحْمَدُ وَطُرِدَتِ الْجِنُّ كُلَّ مُطْرَدٍ احمد ﷺ کا ظہور ہو گیا ہے اور جنات کو (آسمان کے قریب جانے سے) مار بھگا دیا گیا ہے۔ یہ آواز سن کر ہم گھبرا گئے۔ حالانکہ ہم طاقتور ساتھی تھے۔ ہم سب نے یہ آواز سنی۔ ہم واپس اپنے گھروں کو لوٹے۔ وہاں معلوم ہوا کہ مکہ میں قریش کے درمیان اختلاف اٹھا ہے کیونکہ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے جو بنی عبد المطلب سے ہے۔ اسمہ احمد اسکا نام احمد ﷺ ہے۔[1]

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار جبل ابو قبیس پر ایک جن نے آواز لگائی۔ جو اشعار کی شکل میں تھی جن میں دین اسلام کی برائی بیان کی گئی تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مکہ میں یہ بات پھیل گئی۔ مشرک لوگ اسکے اشعار کو باہم سنا سنا کر خوش ہونے لگے اور مومنوں کو تکلیف دینے لگے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: یہ ایک شیطان ہے جسکا نام مِسْعَر ہے۔ یہ بتوں میں داخل ہو کر لوگوں سے باتیں کر لیتا ہے۔ اللہ اسے رسوا کرے گا۔ کہتے ہیں کہ تین دن گزرے تھے کہ پہاڑ پر ایک آواز دینے والے کی آواز آئی۔ جو ان اشعار کی شکل میں تھی۔ ؏

نَحْنُ قَتَلْنَا مسعراً لِمَا طَغٰى وَاسْتَكْبَرَا
وَسَفَّهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرا قَنَّعْتُهٗ سَيْفًا جَرُوفًا مُبْتِرا
بِشَتْمِهٖ نَبِيَّنَا الْمُطَهَّرا

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد اول فصل ہفتم حدیث ۵۷ اور ۵۹ صفحہ ۱۳۲۔ ۱۳۳ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ جلد شام

یعنی ہم نے مسعر کو قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ سرکش و متکبر ہوگیا تھا۔ اس نے حق کو جہالت قرار دیا اور برائی کو سنت بتایا۔ تو میں نے کاٹ دینے والی تباہ کن تلوار سے اس کے سر پر وار کیا (سر اڑا دیا) کیونکہ اس نے ہمارے پاک نبی ﷺ کو برا کہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ایک بڑا طاقتور جن ہے۔ جسے سمحج کہا جاتا ہے۔ میں نے اسکا نام عبداللہ رکھا ہے۔ یہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر جن کی تلاش میں کئی دن سے گھوم رہا تھا۔ آخر اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ "اللہ اسکو جزائے خیر دے۔"[1]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارک کے موقع پر بھی بعض جنات کی ایسی آوازیں سنی گئیں کہ وہ لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دے رہے تھے۔ اس طرح حق اپنے معنیٰ اور کلام کے ساتھ خوب واضح ہوا۔

---

1 دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد اول فصل ہفتم حدیث ۶۰ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ حلب شام

(۶۶) عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَآئِرِ لَمْ
تُسْمَعْ وَ بَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

حل لغات:

عَمُوْ : از عَمِیَ یَعْمٰی (س) اندھا ہو جانا۔

صَمُّوْ : از صَمَّ یَصَمُّ (س) بہرہ ہو جانا۔ اسی سے ہے فَعَمُوْا وَصَمُّوْا وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔[1]

بَارِقَةُ : بجلی والا بادل۔

لَمْ تُشَمِ : اصل میں تُوْ شَمُ ہے وزن شعری کے لیے تُشَمِ پڑھا گیا۔ کہتے ہیں اَوْشَمِ الْبَرْقُ بجلی چمکی۔ لَمْ تُوْشَمْ کا معنی ہوا کہ بجلی کو نہ چمکایا گیا۔ یعنی اسکی چمک کو نہ مانا گیا۔

سادہ ترجمہ:

کفار اندھے بہرے ہو گئے۔ تو بشارتوں کا اعلان بھی نہ سنا گیا اور ڈرانے والی بجلی کی چمک بھی نہ مانی گئی۔

منظم ترجمہ:

بشائد اور نذائر کی خدا نے کر دی ہے کثرت
مگو پھر بھی ہوئے کفار اندھے اور صم بکم

شرح:

نبی اکرم ﷺ دنیا میں بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے۔ ارشاد ہوا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

---

[1] مائدہ، آیت ۷۱

وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ اے پیارے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور بشارت سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔[۱]

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا۔ مگر تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر۔[۲]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بشارت ونذارت کا حق ادا فرما دیا مگر جن کے نصیب میں کفر ہی تھا وہ اندھے اور بہرے ہو گئے نہ کسی کلام حق کو گوش دل سے سنا اور نہ کسی نشان صداقت کو چشم عبرت سے دیکھا۔ بلکہ وہ فخر سے کہنے لگے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اے نبی جس دین کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کو ماننے سے ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔[۳]

جب ایک شخص اپنی جہالت کو خوبی سمجھنے لگے اور اندھیرے کو نور قرار دے تو ہدایت کیسے پا سکتا ہے۔

اس شعر کا مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے اتمام حجت فرما دیا بشارت ونذارت کے ذریعہ راہ حق کے دکھانے میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ پھر بھی جو شخص جان بوجھ کر قعر جہنم میں چھلانگ لگانا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔

---

۱ سورہ احزاب، آیت ۴۵

۱ سورہ سبا، آیت ۲۸

۲ سورہ فصلت، آیت ۵

(۶۷) مِنۡ بَعۡدِمَآ اَخۡبَرَ الۡاَقۡوَامَ کَاهِنُهُمۡ
بِاَنَّ دِيۡنَهُمُ الۡمُعۡوَجَّ لَمۡ يَقُمِ

حل لغات:

کَاهِنُهُمۡ : کاہن اسے کہتے ہیں جو جنات کو قابو میں رکھتا ہو اور ان کے ذریعے غیب کی خبریں دے۔

اَلۡمُعۡوَجَّ : اسم معفول از اِعۡوَجَّ يَعۡوَجُّ باب اِفۡعِلَالٌ یعنی ٹیڑھا کیا ہوا۔

سادہ ترجمہ:

کفار اندھے بہرے ہو گئے۔ بعد ازاں کہ لوگوں کو ان کے کاھن نے خبر دیدی تھی کہ ان کا ٹیڑھا دین قائم نہیں رہ سکتا۔

منظوم ترجمہ:

خبر حالانکہ ہر کاہن نے دی تھی قوم کو اپنی
کہ انکا ٹیڑھا دیں اب رہ سکے گا نہ کبھی قائم

شرح:

کاہنوں کا آمد رسول ﷺ کی بشارت دینا:

کاہن اس کو بھی کہتے ہیں جو جنات کے ذریعے غیب کی خبریں دے اور اسے بھی کہتے ہیں جو ستاروں کے ذریعے آئندہ کی خبریں دے۔ ان لوگوں کا علم قطعی اور حتمی نہیں محض ظنی ہے۔ حدیث میں ان کی اخبار پر قطعی یقین رکھنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ تاہم وہ جنات کے ذریعے یا ستاروں کا ذریعے کچھ ایسی معلومات حاصل کر لیتے ہیں اور پیش گوئیاں کر دیتے ہیں جو بعض اوقات سچی ثابت ہوتی ہیں۔
نبی اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ اور بعثت مبارکہ پر کئی کاہنوں نے پیش گوئیاں کہیں کہ اب

عرب سے بت پرستی ختم ہونے والی ہے۔ اور خدا پرستی کا دور آنے والا ہے اور ایک عظیم الشان نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں اسوقت نوخیز لڑکا تھا۔ میری سات یا آٹھ سال عمر تھی۔ میں جو سنتا اسے خوب سمجھتا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا جو یثرب (مدینہ طیبہ) کے ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہہ رہا تھا "اے گروہ یہود اکٹھے ہو جاؤ!

وہ اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے کہا وَیلَكَ مَالَكَ۔

تم پر افسوس تمہارا کیا ماجرا ہے؟ (ہمیں کیوں اکٹھا کیا ہے)

کہنے لگا:

طَلَعَ اللَّیلَةَ نَجمُ اَحمَدَ الَّذِیْ وُلِدَ بِه۔

آج رات احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ یہ ستارہ اسکی ولادت ہی پر طلوع ہونا تھا۔"

اس طرح حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت ہے۔ کہتے ہیں میں سات برس کا تھا۔ میں اپنے گھر میں والد کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں اسوقت جو کچھ دیکھتا اسے یاد رکھتا اور جو سن لیتا اسے محفوظ رکھتا۔ اتنے میں ایک نوجوان ثابت بن ضحاک ہمارے ہاں آیا۔ کہنے لگا: بنو قرۃ کے ایک یہودی نے مجھ سے لڑتے ہوئے کہا ہے کہ وہ نبی پیدا ہونے والا ہے جو ہماری کتاب جیسی کتاب لائے گا اور تمہیں قوم عاد کی طرح قتل کرے گا۔ حضرت حسان کہتے ہیں چند دن بعد میں بوقت سحر اپنی چھت پر تھا کہ میں نے ایک تیز آواز سنی۔ ایک یہودی مدینہ طیبہ کے ایک قلعہ پر ہاتھ میں مشعل لیے کھڑا تھا۔ لوگ اسکے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے تیری بربادی ہو تجھے کیا ہے؟ کہنے لگا:

هٰذَا كَوكَبُ اَحمَدَ قَد طَلَعَ هٰذَا كَوكَبٌ لَم يَطلَعُ اِلَّا بِالنُّبُوَّةِ وَ لَمْ يَبقَ مِنَ الاَنبِيَاءِ اِلَّا اَحمَدُ

یہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے اور یہ ستارہ کسی نبی کی ولادت ہی پر طلوع کرتا ہے۔ اور انبیاء میں سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ لوگ اسکی باتیں سن کر ہنستے اور تعجب کرتے ہوئے چل دیے۔[1]

---

۱ دلائل النبوۃ جلد اول فصل پنجم حدیث ۳۰ صفحہ ۸۶ مطبوعہ حلب

حضرت حسان نے طویل عمر پائی ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔

ابن اسحاق نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ قیس بن ساعدہ بازار عکاظ میں کھڑے ہو کر اپنی قوم کو یوں خطاب کرتا تھا۔ اے لوگو عنقریب اس طرف سے حق ظاہر ہوگا۔ وہ مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا حق سے کیا مراد ہے۔ اس نے کہا:

رَجُلٌ اَبْلَجُ اَحْوَرُ مِنْ وُلْدِ لُوَیِّ بن غالِبٍ یَدْعُوْکُمْ اِلیٰ کَلِمَۃِ الْاِخْلاصِ وَعَیشِ الابدِ وَنعیمٍ لا یَنْفَدُ

ایک چمکتے چہرے اور خوبصورت آنکھوں والا آدمی تمہیں بلائے گا کہ کلمہ اخلاص (لاالہ الااللہ) عیش جاویدانی اور نہ ختم ہونے والی نعمت کو قبول کرلو۔ اگر وہ تمہیں بلائے تو اس کی دعوت کو قبول کر لینا۔ اور اگر مجھے معلوم ہو کہ میں اسکی بعثت تک زندہ رہوں گا تو میں ضرور وہ پہلا آدمی ہونگا۔ جو اسکی طرف دوڑے گا۔[1]

اس طرح کے واقعات خصائص کبریٰ، حجۃ اللہ علی العالمین اور دلائل النبوۃ وغیرہ کتب میں کثیر تعداد میں ہیں۔ جن میں کاہنوں، نجومیوں راہبوں اور اہل کتاب کے عالموں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر اور اس کے بعد آپ کے ظہور کے بارہ میں پیش گوئیاں کی ہیں۔ گویا آپ کی ولادت مبارکہ ہی سے آپ کے ظہور کے بارہ میں چرچے ہونے لگے تھے۔ اور سب اہل عرب کو خبر ہوگئی تھی کہ ایک عظیم الشان نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ جسکا دین مشرق و مغرب پھیل جائے گا۔

اس سلسلہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی مشہور ہے۔ ان کو کئی راہبوں نے بتایا کہ جو دین عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے وہ دنیا سے مٹ گیا ہے۔ اب اسکو زندہ کرنے کے لیے ایک نبی آنے والا ہے۔ اور یثرب اسکا دار ہجرت ہے۔ حضرت سلمان بڑی کوششوں سے یہاں پہنچ گئے۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے تو سلمان فارسی نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اور پچھلے اشعار کی شرح میں سطیح نامی کاہن کی پیش گوئیاں آپ پڑھ چکے ہیں جس نے شاہان یمن و فارس کے خوابوں کی یہ تعبیر بتائی کہ مکہ میں وہ پیغمبر آنے والا ہے جو تمہاری حکومتوں کی خاتمہ کر دے گا۔

الغرض امام بوصیری ؒ نے اس شعر میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عظیم باب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

۱ الخصائص الکبریٰ جلد اول باب اخبار الاحبار و الرہبان قبل مبعثہ صفحہ ۲۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

(۶۸) وَ بَعْدَ مَا عَايَنُوا الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَّفْقَ مَافِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمٖ

حل لغات:

شُهُبٍ : یہ شِھَابٌ کی جمع ہے۔ یعنی وہ ستارہ جو آسمان سے ٹوٹ کر گرتا نظر آتا ہے۔ سورہ صافات، سورہ جن اور دوسری سورتوں میں اسکا تذکرہ ہے۔

مُنْقَضَّةٍ : اسم مفعول از باب اِفْعِلَالٌ اِنْقَضَّ ینقضُّ یعنی ٹوٹنا، گرنا۔

سادہ ترجمہ:

کفار کے نصیب میں اندھا بہرہ ہونا تھا اس کے بعد کہ انہواں نے آسمان سے ٹوٹنے والے ستارے دیکھے اور اس کے مطابق زمین میں بتوں کو (اوندھے منہ) گرتے دیکھا۔

منظوم ترجمہ:

نجوم ثاقبہ کی بھی انہوں نے دیکھ لی کثرت
یہ بھی دیکھا کہ منہ کے بل گرے کعبہ کے سب صنم

شرح:

آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شہاب ثاقب کا گرنا اور بتوں کا منہ کے بل گرنا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ پر آسمان سے شہاب ثاقب کا گرنا کثیر ہوگیا۔ اگر چہ آپ کی آمد سے قبل بھی یہ سلسلہ تھا۔ مگر آپ کے اعلان نبوت کے بعد اس میں اضافہ ہوگیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ شیاطین آسمان کے قریب جا کر سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ فرشتے باہم کیا گفتگو کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمین میں کیا واقعات ہونے والے ہیں۔ تو شیاطین نے آسمان دنیا کے قریب اپنی جگہیں بنا رکھی تھیں جہاں پہنچ وہ فرشتوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ان پر آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔ جیسے شہاب ثاقب یعنی گرتا ہوا ستارہ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو آسمان کی حفاظت بڑھا دی گئی۔ تاکہ شیاطین کلام وحی کے قریب نہ بھٹک سکیں اور شہاب ثاقب کا

گرنا بڑھ گیا۔ سورہ جن میں تفصیل سے مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے پہلے گروہ نے حاضر ہو کر ایمان قبول کیا تو انہوں نے یہ سارا ماجری سنایا کہ کس طرح ہم آسمان کے قریب جا کر سنتے تھے مگر اب ہم میں سے جو بھی وہاں قریب ہو تو اس پر شعلہ پڑتا ہے۔ انہوں کہا

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُهُبًا ۝۸ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو جا کر چھوا تو ہم نے اسے یوں پایا کہ شدید حفاظت اور گرتے ہوئے شعلوں سے بھرا پڑا ہے۔ جبکہ اس سے قبل ہم وہاں جا کر اپنے ٹھکانوں میں بیٹھتے تھے کہ سنیں مگر اب وہاں جو سننے کی کوشش کرے تو وہ اپنی تاک میں ایک لپکتا شعلہ پاتا ہے۔[۱]

سورہ صافات میں اس بارہ میں یوں فرمایا گیا:

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰

ترجمہ: وہ شیاطین عالم بالا کی طرف اب کان نہیں لگا سکتے۔ ان پر ہر جانب سے شعلے مارے جاتے ہیں تاکہ ان کو بھگایا جائے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ ہاں اگر کوئی ان میں سے کوئی بات اچک لے تو اسکے پیچھے لپکتا شعلہ آتا ہے۔[۲]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جا رہے تھے۔ یہ اسوقت کی بات ہے جب شیاطین کو آسمان سے خبریں لانے سے روک دیا گیا اور ان پر شہاب ثاقب مارے جاتے تھے۔ تو شیاطین وہاں سے ناکام لوٹنے لگے۔ ان سے کہا گیا تمہارا کیا ماجریٰ ہے؟ کہنے لگے ہمارے اور آسمان کے درمیان رکاوٹ آگئی ہے۔ ہم پر شعلے مارے

---

۱ سورہ جن آیت ۸،۹

۲ صافات آیت ۹۔۱۰

جاتے ہیں۔ شیطان نے کہا ضرور زمین پر کوئی بڑا واقعہ ہوا ہے جاؤ۔ مشرق ومغرب کو دیکھو۔ تو شیاطین مشرق ومغرب میں پھیل گئے۔ ان میں سے ایک گروہ ادھر آنکلا۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بازار عکاظ کی طرف جارہے تھے۔ ایک جگہ آپ نے مقام نخلہ پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو وہاں بیٹھ گئے اور غور سے سننے لگے تب انہوں نے کہا: یہی وہ کلام ہے جو تمہارے اور آسمان کے درمیان حائل ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے۔

اور کہنے لگے:

فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾

ترجمہ: اے ہماری قوم ہم نے عجیب شان والا قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ تو ہم اس پر ایمان لے آئے اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے۔[1]

یہ حدیث مسلم، ترمذی نسائی وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ کفار مکہ نے یہ ساری باتیں سنیں پھر بھی وہ اندھے بہرے ہوگئے۔ تو کیا ہی بدقسمتی ہے۔

ولادت رسول اللہ ﷺ کی شب میں بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا:

امام بوصیری نے آگے فرمایا "وفق ما فی الارض من صنم یعنی آسمان سے ستارے ایسے گرے جیسے زمین پر بت گر پڑے۔

یہ ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جو کتب حدیث میں ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی شب ولادت میں کعبہ کے گرد نصب کردہ بت سارے زمین پر گر گئے اور دوسرے کئی بت بھی زمین پر آرہے۔

چنانچہ خرائطی نے ھشام بن عروہ سے اور اس نے اپنی دادی اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں شاہ حبشہ نجاشی کے پاس گئے۔ یہ لشکر ابرہہ کے تباہ ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ دونوں کہتے ہیں جب ہم وہاں گئے تو اس نے کہا کیا

[1] (سورہ جن آیت ۲) (بخاری کتاب التفسیر سورہ جن باب اول حدیث ۴۹۲۱)

تمہارے ہاں (مکہ میں) وہ بچہ پیدا ہوا ہے جس کے باپ نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ ہم نے کہا ہاں ہوا ہے؟ پھر اس نے بڑے ہو کر ایک عورت سے شادی کی جسے آمنہ کہتے ہیں۔ نجاشی نے کہا: کیا آمنہ کے ہاں کوئی بیٹا ہوا ہے؟ ورقہ کہنے لگا اے بادشاہ میں ایک رات ایک بت کے پاس بیٹھا تھا۔ بت میں سے میں نے یہ آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ع

وُلِدَ النَّبِيُّ فَذَلَّتِ الْاَمْلَاكُ وَنَأَى الضَّلَالُ وَاَدْبَرَ الْاِشْرَاكُ

یعنی نبی پیدا ہوگیا۔ بادشاہ سرنگوں ہوگئے۔ گمراہی دور ہوگئی اور شرک الٹے پاؤں بھاگ گیا۔

تب زید بن عمرو بن نفیل کہنے لگا اے بادشاہ میرے پاس بھی ایسی ہی خبر ہے۔ میں ایسی ہی ایک رات سے جبل ابی قبیس پر تھا۔

میں نے دیکھا آسمان سے ایک شخص اترا جکے دو سبز پر تھے وہ پہاڑ پر کھڑا ہوا پھر اس نے مکہ کی طرف رخ کیا۔ اور کہا شیطان رسوا ہوگیا۔ بت باطل ہوگئے اور نبی امین پیدا ہوگیا۔ پھر اس نے ایک کپڑا پھیلایا جو اس کے پاس تھا۔ اور اسے مشرق و مغرب کی طرف لہرایا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے نیچے جو کچھ ہے سب روشن ہوگیا۔ اور ایسا نور نمودار ہوا کہ قریب تھا میری آنکھیں اچک لی جائیں۔ میں اس منظر سے گھبرا گیا۔ پھر وہ شخص کعبہ پر جا کھڑا ہوا تو کعبہ سے ایسا نور اٹھا کہ سارا زمانہ اس سے روشن ہوگیا۔

وَاَوْمٰى اِلَى الْاَصْنَامِ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَى الْكَعْبَةِ فَسَقَطَتْ كُلُّهَا۔

اس نے ان بتوں کی طرف جو کعبہ پر لگے ہوئے تھے، اشارہ کیا تو وہ سب کے سب ٹوٹ کر زمین پر گر گئے۔ [1]

تیرا آنا تھا کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے
اور تیرے رعب سے شاہزروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

1 (الخصائص الکبریٰ جلد اول باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ ﷺ صفحہ ۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(۶۹) حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ
مِّنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمٖ

حل لغات:

غَدَا : اس کا حقیقی معنی صبح کے وقت جانا ہے اور اکثر یہ صار (ہو جانا) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہے۔

یَقْفُوْا : از قَفٰی یَقْفُوْ (ن) کہتے ہیں قَفٰی اَثْرَہٗ وہ اسکا پیچھا کرنے لگا۔

مُنْهَزِمٖ : شکست خوردہ، بھاگنے والا۔

سادہ ترجمہ:

(شہاب ثاقب کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ) راہ وحی سے ایک بھاگنے والا شیطان دوسرے بھاگنے والے کے پیچھے ہو گیا۔

منظوم ترجمہ

فلک سے گر پڑے اک دوسرے کے پیچھے سب شیطاں
ہوئے مسدود ان کے رستے اور وہ سب تھے منہزم

شرح:

یعنی جب رسول اللہ ﷺ معبوث ہوئے تو آسمان کی طرف جانے والے شیاطین پر شہاب ثاقب برسے حتی کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے۔ اور ایک دوسرے پر گرتے پڑتے دوڑے۔ اس کی وضاحت گزشتہ شعر کی شرح میں ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں کر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷۰) كَأَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ
اَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَّاحَتَيْهِ رُمِ

حل لغات:

اَبْطَالُ : بَطَلٌ کی جمع یعنی بہادر۔
اَبْرَهَةٍ : یمن کا بادشاہ۔
بِالْحَصٰى : کنکریاں اسکی جمع حَصِيَاتٌ ہے۔
رَّاحَتَيْهِ : رَاحَةٌ کی تثنیہ یعنی ہتھیلی۔
رُمِ : ماضی مجہول اصل میں رُمِيَ ہے۔وزن شعری کے لیے تخفیف ہوئی

سادہ ترجمہ:

شیاطین بھاگتے ہوئے ایسے تھے جیسے ابرہہ کے بہادر لشکری یا وہ لشکر جس کو رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں سے کنکریاں ماری گئیں۔

منظوم ترجمہ:

شیاطین بھاگے جیسے ابرہہ کی فوج بھاگی تھی
یا جیسے بھاگے کنکریوں سے کافر آپ کی یکدم

شرح:

لشکر ابرہہ کی تباہی و بربادی:

امام بوصیری تشبیہ دے رہے ہیں کہ بعثت رسول اللہ ﷺ پر شیاطین قرب آسمان سے یوں بھاگے گئے جیسے ابرہہ کا لشکر بھگایا گیا یا جیسے وہ لشکر جو (بدر میں) رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے پھینکی گئی کنکریوں کی زد سے بھاگا تھا۔

لشکر ابرہہ کی بربادی کا واقعہ نبی ﷺ کی ولادت سے پورے پچاس دن پہلے پیش آیا۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ میں یمن کے عیسائی بادشاہ ابرہہ کو معلوم ہوا کہ مکہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا گھر ہے۔ جس کی طرف دنیا بھر سے لوگ جاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یمن میں اسکے مقابلہ میں ایک گھر بناؤ اور لوگوں کو حکم دیا گیا کہ مکہ جانے کی بجائے اسی یمنی گھر کا طواف کیا جائے۔ اہل مکہ کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہاں کے ایک شخص نے یہ کام کیا کہ سیدھا یمن گیا اور یمن میں بنائے گئے خود ساختہ کعبہ کے اندر جا کر پاخانہ و پیشاب کر آیا۔ جب ابرہہ شاہ یمن کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ میں سے کسی شخص نے یہاں آ کر اس کے بنا کردہ جعلی کعبہ میں غلاظت ڈالی ہے تو وہ غیظ و غضب سے جل اٹھا۔ اس نے ہاتھیوں کا لشکر تیار کیا کہ میں جا کر مکہ والے کعبہ کو مسمار کر کے دم لوں گا۔

ابرہہ ایک بڑا لشکر لے کر وہاں سے روانہ ہوا جب وہ مکہ سے باہر مزدلفہ و منیٰ کے درمیان وادی محسب میں پہنچا تو یہاں اس نے پڑاؤ کیا۔ اس موقع پر اکثر اہل مکہ جانیں بچانے کے لیے بھاگ اٹھے اور روپوش ہو گئے۔ مگر نبی اکرم ﷺ کے دادا جان سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے۔ آپ کے اونٹ منیٰ میں چر رہے تھے۔ جو ابرہہ کے لشکریوں نے پکڑ لیے آپ نے ابرہہ کے پاس جا کر اپنے اونٹوں کا مطالبہ کیا، اس نے کہا تمہیں اپنے اونٹوں کی فکر پڑی ہے ہم تمہارے کعبہ کو گرانے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اونٹ میرے ہیں وہ میرے حوالے کرو جبکہ کعبہ کا رب موجود ہے وہ اپنے کعبہ کو بچا سکتا ہے وہ بچائے گا۔

حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ آئے اور اہل مکہ کو ابرہہ کے عزائم سے آگاہ کیا۔ سب اہل مکہ بھاگ گئے۔ مگر حضرت عبدالمطلب اپنے اہل و عیال سمیت مکہ ہی میں رہے۔ انہوں نے بڑے سکون سے کعبہ کا طواف کیا اور دعا کی اے اللہ تو اپنے گھر کی حفاظت فرما اور جو اسے تباہ کرنا چاہتا ہے تو اسے تباہ کر دے اگر تو نے اسے تباہ نہ کیا تو تیرا دین تباہ ہو جائے گا۔

اگلے دن جب ابرہہ نے اپنے گیارہ ہاتھیوں کو جو سارے لشکر سے آگے تھے چلایا تو انہوں نے ایک قدم بھی اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اسی کشمکش میں سارا دن گزر گیا۔ شام قریب آ گئی۔ اتنے میں سمندر (بحر احمر) کی طرف سے پرندے آنے لگے۔ جن کا رنگ سرخ و سیاہ تھا۔ پرندوں نے اہل لشکر پر پتھر برسانے شروع کر دیے جس شخص کے سر پر پتھر لگتا وہ اس کے پیٹ سے باہر آتا اور وہ وہیں ڈھیر

ہو جاتا کئی لوگ بھاگے مگر پرندے ان کے پیچھے گئے اور انہیں وہیں ڈھیر کیا۔

اگلی صبح جب حضرت عبد المطلب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں پر چڑھ کر دیکھنے لگے تو انہیں لشکر گاہ میں کوئی انسان نظر نہیں آیا۔

حالانکہ کل تک اتنا بڑا لشکر تھا جیسے مکہ پر بادل چڑھ آیا ہو، پھر آگے بڑھ کر دیکھا تو سارا لشکر مرا پڑا تھا اور ان کے سر پھٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عبد المطلب نے اہل لشکر کا مال و اسباب سمیٹنا شروع کیا، یہ ان کے ہاں آنے والا پہلا مال تھا (جس سے انکے ہاں فراخی آگئی) یہ ساری تفصیل سیرت ابن ھشام میں رقوم ہے۔[1]

اسی واقعہ فیل کا قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ الم يجعل كيدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا انکے داؤ کو توڑ پھوڑ نہ دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جوان پر نوکیلے پتھر برساتے تھے تو ان کو ایسے کر دیا جیسے اُگلا ہوا چارا ہو۔[2]

اس واقعہ کی مکمل تفصیل اور کچھ سوالات و جوابات میں نے اپنی تفسیر برھان القرآن میں لکھے ہیں۔ وہاں دیکھیں۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حضرت عبد المطلب کامل الایمان اور قوی الایقان تھے صرف وہی نہیں رسول اللہ ﷺ کا سارا نسب مبارک ہی ایسا ہے۔ میں نے اس بارہ میں چند اشعار کہے ہیں۔

منبع افضل ایمان ہیں آباء رسول ۔۔۔ مخزن اکمل ایقان ہیں آباء رسول

پڑھ لو قرآں و تقلبك خدا فرمائے ۔۔۔ موردِ آیۂ قرآن ہیں آباء رسول

منتقل ان میں ہوا نورِ حبیب داور ۔۔۔ ایسے خوش بخت ہیں ذیشان ہیں آباء رسول

---

۱ سیرت ابن ھشام صفحہ ۲۸۔۳۵ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت

۲ سورہ فیل

قصہ فیل میں وہ جد نبی کا کردار — بیت رحمان کے دربان ہیں آباء رسول
ان کی پیشانیاں تھیں نور نبی سے روشن — مطلع جلوۂ عرفان ہیں آباء رسول
قصہ تقوائے عبد اللہ کو سن لے طیبؔ — کیسے اصحاب وجدان ہیں آباء رسول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھینکی ہوئی کنکریوں سے لشکر کفار کی شکست

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے میرے اللہ اگر یہ مٹھی بھر مسلمان ہلاک ہو گئے تو زمین پر کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ زمین سے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر کفار کی طرف پھینکیں۔ آپ نے ایسے ہی کیا تو کوئی کافر نہ بچا جسکے نتھنوں، آنکھوں اور منہ میں وہ مٹی نہ گئی ہو اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مسلمان انہیں بڑھ بڑھ کر قتل کرنے لگے۔[1]

اس واقعہ کی پوری تفصیل اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد معلوم کرنے کے لیے میری تفسیر برھان القرآن میں سورہ انفال آیت وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کی شرح دیکھیں۔

---

1 تفسیر ابن ابی حاتم جلد ۵ صفحہ ۱۶۷۳ حدیث ۸۹۰۷ مطبوعہ مکہ مکرمہ

فصل خامس

معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۷۰) نَبَذًا بِهٖ بَعْدَ تَسْبِيحٍ بِبَطْنِهِمَا
نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَآءِ مُلْتَقِمٖ

حل لغات:

نَبَذًا : مصدر از نَبَذَ يَنْبِذُ (ض) یعنی پھینکنا، جیسے قرآن میں ہے فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ط ان کا معاہدہ انکی طرف برابری کی سطح پر واپس پھینک دو۔[1]

بِبَطْنِهِمَا : آپ کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں

اَلْمُسَبِّحِ : تسبیح کہنے والا ،مراد یونس علیہ السلام ہیں۔

اَحْشَآءِ : حشا کی جمع یعنی جو کچھ پسلیوں کے اندر ہے۔مراد پیٹ ہے۔

مُلْتَقِمٖ : نگلنے والا ،مراد یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے۔

سادہ ترجمہ:

جو کنکریاں پھینکی گئیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھیوں میں تسبیح کہہ رہی تھیں۔ان کو یوں پھینکا گیا جیسے نگلنے والی مچھلی کے پیٹ سے تسبیح کہنے والے یونس علیہ اسلام کو پھینکا گیا۔

منظوم ترجمہ:

مسبح کنکروں کو یوں میرے آقا نے پھینکا تھا
کہ جیسے مچھلی نے یونس کو باہر پھینکا تھا ازیم

---

۱ (سورہ انفال ۵۸)

شرح:

نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں کنکروں کا تسبیح کہنا

یعنی جن کنکروں کو حضور سید عالم ﷺ نے اپنی مٹھیوں میں پکڑ کر کفار کی طرف پھینکا تھا۔ وہ آپ کی مٹھیوں میں تسبیح کہتی تھیں اور انکا تسبیح کہنا ایسے تھا جیسے مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام کہتے تھے۔ یعنی مچھلی کے پیٹ میں انکا تسبیح کہنا ایک معجزہ ہے یونہی کنکروں کا آپ کے ہاتھ تسبیح اور اسکا سنا جانا بھی ایک معجزہ ہے۔

چنانچہ ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں چند کنکریاں اٹھائیں تو وہ تسبیح کہنے لگیں حتیٰ کہ ہم نے ان کی تسبیح سنی، پھر آپ نے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیدیں وہاں بھی انہوں نے تسبیح کہی اور ہم نے انکی تسبیح سنی پھر انہوں وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تھما دیں، وہاں بھی انہوں نے تسبیح کہی اور ہم نے سنی انہوں نے آگے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیدیں تو وہ انکے ہاتھوں میں تسبیح کہنے لگیں، پھر انہوں نے ہم میں سے ہر آدمی کے ہاتھ میں وہ کنکریاں دیں مگر انہوں نے کوئی تسبیح نہ کہی۔[1]

ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرموت کے سردار نبی ﷺ کے پاس آئے ان میں اشعث بن قیس بھی تھا وہ کہنے لگے اے محمد ہمارے پاس ایک خفیہ بات ہے ،بتائیں وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی باتیں تو کاہن کرتا ہے اور کاہن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وہ کہنے لگے پھر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور فرمایا یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح کہنا شروع کر دی، وہ لوگ کہنے لگے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔[2]

جبکہ یونس علیہ اسلام کا مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کہنا قرآن میں چند مقامات پر آیا ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾

---

۱ (خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۴۷ ذکر تسبیح الحصی والطعام مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

۱ (دلائل النبوۃ حوالہ مذکورہ)

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾
فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: اور یونس علیہ اسلام ضرور رسولوں میں سے ہیں جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے۔ تب انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ خود ہی (پانی میں) دھکیلے جانے والے تھے۔ تو انہیں بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ اس وقت وہ خود کو ملامت کر رہے تھے۔ اگر وہ وہاں تسبیح نہ کہتے ہوتے تو اس دن تک جب لوگ (قیامت میں) اٹھائے جائیں گے وہ اسکے پیٹ ہی میں رہتے۔ [1]

دوسری جگہ فرمایا:

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: اور مچھلی والے (نبی یونس علیہ السلام) کو یاد کرو جب وہ غضبناک ہو کر چلا۔ تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پہ تنگی نہیں کریں گے۔ تو اس نے تاریکیوں میں پکارا کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے میں اپنے اوپر زیادتی کرنے والا تھا۔ تب ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دیدی اور ہم اہل ایمان کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔ [2]

اس میں یہ درس ہے کہ انسان جب ایسی جگہ پھنس جائے جہاں اس کی کوئی فریاد نہ سن سکے تو اسے اللہ سے فریاد کرنی چاہیے جو ہر جگہ سنتا ہے۔ اس نے سمندر کی تہہ میں مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام کی فریاد سنی کوئی انسان اسقدر تنہا نہیں ہوسکتا جس قدر وہ تھے۔

---

۱ (سورہ صافات۔ آیت ۱۳۹۔ ۱۴۴)

۲ (انبیاء آیت ۸۷۔ ۸۸)

(۷۲) جَآءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

حل لغات:

سَاقٍ : پنڈلی۔ یہاں درخت کی پنڈلی سے اسکا تنا مراد ہے۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آئے وہ قدموں کے بغیر اپنے تنے پر ہی چل رہے تھے۔

منظوم ترجمہ:

بلانے پر نبی کے سجدہ کرتے شجر آتے تھے
چلے آتے تھے اپنی پنڈلی پر ہی وہ بلا قدم

شرح:

وکیع بن مرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، ہم ایک جگہ اترے وہاں درختوں کی کثرت تھی۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اِذْهَبْ اِلٰى تِلْكَ الشَّجَرَتَيْنِ فَقُلْ لَهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَاْمُرُكُمَا اَنْ تَجْتَمِعَا

ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو! تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ۔حضرت مرہ کہتے ہیں۔میں ان دونوں کے پاس گیا میں ان سے کہا: اَنَا رسول رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہوں۔وَهُوَ يَاْمُرُكُمَا اَنْ تَجْتَمِعَا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرمارہے ہیں کہ دونوں باہم اکٹھے ہو جاؤ وہ دونوں اسی وقت اکٹھے ہو گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آڑ میں قضاء حاجت فرمائی۔پھر آپ نے مجھے فرمایا۔جاؤ ان سے کہو کہ الگ ہو جاؤ۔میں نے جا کر کہا تو وہ الگ ہو گئے۔[1]

---

1 (المستدرک للحاکم جلد دوم صفہ ۶۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۰ مطبوعہ موسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ کہنے لگا میں اسلام لے آیا ہوں۔ آپ مجھے کوئی نشانی دکھائیں جس سے میرا یقین بڑھ جائے آپ نے فرمایا:

مَا الَّذِی تُرِیْدُ تجھے کیا نشانی چاہیے؟ کہنے لگا آپ اس درخت سے فرمائیں کہ آپ کے پاس حاضر ہو۔ آپ نے فرمایا:

فَاذْهَبْ فَادْعُهَا۔ تم جاؤ اس کو بلاؤ۔ اعرابی اسکے پاس گیا۔ اس نے کہا

اَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رسول اللہ ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ تو آؤ کہتے ہیں کہ وہ درخت ایک جانب گرا اور اپنی جڑیں اکھاڑیں پھر دوسری جانب گرا اور اپنی جڑوں کو نکالا۔ حتیٰ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ حتیٰ کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا م۔ اور عرض کرنے لگا السلام علیك یا رسول اعرابی کہنے لگا: حَسْبِیْ حَسْبِیْ۔ بس بس کافی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے درخت سے فرمایا اِرْجِعِیْ واپس چلے جاؤ۔ وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں پر وہیں کھڑا ہوگیا۔ اعرابی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں میں آپ کے سر انور اور پاؤں مبارک کو بوسہ دوں (آپ نے اجازت دیدی) پھر اس نے کہا: مجھے اجازت دیں میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا کوئی کسی کو سجدہ نہیں کرسکتا اور اگر میں کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو بیوی سے کہتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اس پر شوہر کا حق ہے۔[۲]

معلوم ہوا آپ کی حکومت ہر چیز پر ہے ہر شجر و حجر اور حیوانات بھی آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور ایسے معجزات کتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ میری لکھی ہوئی نعت شریف کے بعض اشعار یہ ہیں:

کیا مثال دوں تیرے حسن کی — کوئی تم سا دیکھا حسیں نہیں
کوئی تم سا خلق نہیں ہوا — تیرے جیسا کوئی کہیں نہیں
تمہیں سجدہ کرتے ہیں جانور — اور حکم مانیں شجر حجر
وہ جہاں میں کونسی چیز ہے — جو نبی کے زیر نگیں نہیں
تو ہے بے نواؤں کا آسرا — تیرا در ہے سب کے لیے کھلا
ترا خلق سب کو نوازنا — تیرے لب پر لفظ نہیں نہیں

۲ (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد دوم صفحہ ۵۰۲ حدیث ۲۹۱ مطبوعہ المکتبۃ العربی حلب شام)

اے طبیبؔ نا پختہ گام | ہے ورآء عقل ان کا مقام
وہاں تک ہیں ان کی رسائیاں | جہاں تابِ روحِ امیں نہیں

معجزات آپ کے تابع میں:

مذکورہ حدیث میں یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی سے فرمایا:

مَا الَّذِی تُرِیْدُ۔ بتاؤ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ معلوم ہوا اللہ نے آپ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ جو چاہیں معجزہ دکھا دیں۔ چاہیں تو چاند کے ٹکڑے کر کے دکھا دیں۔ چاہیں تو ڈوبا ہوا سورج واپس لے آئیں۔ چاہیں تو اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیں۔ چاہیں تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر میں دو تین آدمی کے کھانے سے ایک ہزار افراد کو سیر شکم فرما دیں۔ الغرض معجزات کو آپ کے تابع کر دیا گیا ہے۔

میں نے ایک نعت شریف چار زبانوں میں لکھی ہے۔ جس کا ذکر پہلے بھی گزار ہے اس کے بعض اشعار یہ ہیں: ؎

اَحکَا مُکَ نَافِذَ ةٌ فِی الدُّنیَا | اے حاکمِ ملکِ ارض و سما
تیری شاہی عرشاں فرشاں تے | تیری ملک میں ہے بحر و بر
اَلشَّمسُ بِحُکمِكَ قَدْ رَجَعَتْ | شد قمر دو پارہ با شارت
تیرے حکم تے پتھر کلمہ پڑھن | محکوم تیرے سب جن و بشر
اَلْعِزْلَةُ اِلَیْكَ تَشْتَکِیْ | تو پناہ شترِ غمزدہ ای
تینوں سجدے کیتے جانوراں | تیرے آگے جھکیں سب شجر و حجر
بِیَدِكَ الشَّفَاعَةُ یَوْمَ الجزا | اے مالک جملہ ملکِ خدا
تیرے ہتھ ہے کنجی جنت دی | ہے تو ہی شافع روزِ حشر
یا حبیبی انت شمس الضحیٰ | اے آقاء من توئی بدر الدجیٰ
تیرا چانن اے سارے جگ اندر | شبِ کفر میں تجھ سے ہوئی ہے سحر
العبدُ کسیبٌ بِذُنوبہٖ | شد حالت او نا گفتہ بہ
ہے طبیبؔ ادنیٰ غلام تیرا | یہی نسبت ہے میرا زادِ سفر

(۷۳) كَأَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا كَتَبَتْ
فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

حل لغات:

بَدِيْعِ الْخَطّ : خوبصورت خط۔
اللَّقَمِ : راستہ کا وسط

سادہ ترجمہ:

درخت رسول اللہ ﷺ کی بارہ گاہ میں یوں حاضر ہوتے کہ زمین پر ایک لکیر یا سطر تحریر ہو جاتی۔اور ان کی شاخوں سے بھی ایک پیاری سی تحریر زمین میں ثبت ہو جاتی۔

منظوم:

زمیں پر ایک سیدھی سطر پیدا کرتے وہ آتے
اور انکی شاخوں نے پیاری سی اک تحریر کر دی رقم

شرح:

یعنی درختوں کا حضور اکرم ﷺ کی بارہ گاہ میں حاضر ہونا ایسا تھا کہ زمین پر ایک لکیر بن جاتی تھی۔اور ان کی شاخیں جب زمین پر گھسٹتی آتی تھیں تو گویا وہ زبان حال سے ایک خوبصورت تحریر کر رہی تھیں۔جس کا مفہوم یہ تھا کہ سید المرسلین ﷺ ہمارے آقا ہیں۔انکے حکم پر حاضر ہونا ہماری سعادت ہے۔

اس گفتگو میں ہمارے لیے ایک سبق ہے کہ جب بے جان و بے زبان درخت سید المرسلین ﷺ کی اطاعت میں یوں سر گرم ہیں تو اشرف المخلوقات انسان پر تو آپ کی اطاعت اس سے بڑھ کر لازم ہے۔کیونکہ انسان کو تو آپ کے وسیلے سے بڑے بڑے انعامات ملے ہیں۔مگر افسوس ہم سب مخلوقات سے بڑھ کر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

(۴۷) مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَآئِرَۃً
تَقِیْهِ حَرَّ وَطِیْسٍ لِّلْهَجِیْرِ حَمِی

حل لغات:

الْغَمَامَةِ : بدلی، بادل کا ایک ٹکڑا۔

تَقِیْهِ : واحد مؤنث فعل مضارع از وقی یَقِی یعنی بچانا۔ جیسے قرآن میں ہے وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اس اللہ ہمیں عذاب نار سے بچا۔[1]

وَطِیْسٍ : تنور بھٹی۔

لِّلْهَجِیْرِ : دو پہر، سخت گرمی۔

حَمِی : اصل میں حَمِیَ ہے۔ کہتے ہیں حَمِیَتِ النَّارُ آگ کا بہت تیز گرم ہو جانا۔ اسی سے نَارٌ حَامِیَةٌ ﴿۱۱﴾ بھڑکتی آگ ہے۔[2]

سادہ ترجمہ:

یہ درختوں کا چلنا بھی ایسا ہی معجزہ ہے۔ جیسے بدلی کا معجزہ کہ جدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے وہ بھی ساتھ جاتی تھی۔ جو آپ کو تنور جیسی گرمی سے بچاتی تھی جو دو پہر کے تیز گرم ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

میرے آقا پر ایسے وقت بدلی ساتھ چلتی تھی
کہ جب دو پہر کی گرمی کی شدت سے ہو موسم گرم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر گرمی کے وقت بدلی کا سایہ کرنا۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو طالب نے شام کا سفر اختیار کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بقرہ آیت ۲۰۱

[2] القارعہ آیت ۱۱

بھی (اپنے لڑکپن کے دور میں) ساتھ تھے۔قریش کے چند لوگ بھی ہم سفر تھے۔وہاں وہ ایک راہب کے گرجے کے قریب اترے۔راہب ان کے پاس آیا۔حالانکہ اس سے قبل وہ وہاں کئی بار اترے تھے وہ کبھی باہر نہیں نکلا تھا اور نہ ہی ان کی طرف اس نے کبھی نظر کی تھی۔وہ راہب لوگوں کے درمیان میں سے چلتا ہوا آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ کہنے لگا:

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هَذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللهُ رَحْمَةً للعالمین یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔اللہ ان کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کرے گا۔قریش کے سرداروں نے اسے کہا۔تمہیں ان باتوں کا کیسے علم ہے؟اس نے کہا جب تم فلاں گھاٹی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ رہا جس نے ان کو سجدہ نہ کیا ہو اور وہ کسی نبی کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔اور میں ان کو اسطرح بھی جانتا ہوں کہ ان کے کندھوں کے درمیان سیب کی مانند ایک نشانی ہے۔پھر وہ راہب ان لوگوں کے لیے کھانا لینے چلا گیا۔وہ کھانا لایا۔اسوقت نبی اکرم ﷺ جانوروں کے چرواہوں کے ساتھ تھے۔اس نے کہا ان کو بلاؤ۔

فَاَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔اس وقت ایک بدلی آپ پر سایہ کر رہی تھی۔جب آپ یہاں پہنچے تو لوگ درخت کے نیچے سایہ والی جگہ کو مکمل کر چکے تھے۔تو جدھر آپ بیٹھے درخت کا سایہ ادھر ہو گیا۔اس نے کہا دیکھا درخت کا سایہ ان کی طرف آ گیا ہے۔[1]

ابن سعد،ابونعیم اور ابن عساکر نے نفیسہ بنت منیہ خواہر یعلی بن منیہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس ہوئی تو آپ کا نام صرف امین ہی پکارا جاتا تھا۔اس دور میں آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام کی طرف گئے۔آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی تھا۔تو وہ دونوں بصریٰ پہنچے وہاں نسطورا راہب سے ملاقات کا واقعہ ہوا جس نے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اور میسرہ بتاتا تھا کہ جب گرمی تیز ہو جاتی اور دوپہر سر پر آجاتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔(دو فرشتوں سے یہی مراد ہے کہ آپ پر بدلی نما کوئی چیز سایہ کرتی تھی)[2]

---

۱ ترمذی شریف کتاب المناقب باب ۳ حدیث ۳۶۲۰

۲ خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹۱ باب ماظہر من الآیات فی سفرہ ﷺ خدیجہ مع میسرہ

(۷۵) اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهٗ
مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

حل الغات:

اُقْسِمُ : از باب افعال اَقْسَمَ یُقْسِمُ قسم اٹھانا، جیسے لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① [1]

الْمُنْشَقِّ : از باب انفعال اِنْشَقَّ یَنْشَقُّ پھٹ جانا۔

مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ : یعنی وہ قسم جو پوری ہو جائے۔

سادہ ترجمہ:

میں اس قمر کی قسم اٹھاتا ہوں جو نبی اکرم ﷺ کے لیے شق ہوا کہ آپ کے قلب مبارک کو چاند سے ایک نسبت ہے۔ یہ نسبت ایسی ہے جس پر اٹھائی جانے والی قسم پوری ہوتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

نبی کے قلب انور کو قمر سے ایک نسبت ہے
میں شق قمر کی پختہ مبارک کھاتا ہوں قسم

شرح:

قلب رسول اللہ ﷺ کی چاند سے مشابہت:

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ امام بوصیری شق قمر کی قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک کو چاند سے ایک مناسبت اور مشابہت ہے۔ یعنی آپ کا قلب انور چاند جیسا ہے۔ کہ جیسے چاند پر نور ہے۔ آپ کا قلب منور بھی پُر نور ہے بلکہ آپ کے دل پاک سے نکلنے والے نور ایمان ہی سے

[1] سورہ قیامہ آیت ۱

آج ہر مومن کا دل روشن ہے۔ قرآن کا نور آپ کے قلب مقدس ہی پر اتارا گیا اور اسے تمام انوار کا منبع بنا دیا گیا۔ اور چاند خوبصورتی طہارت اور بلندی کا استعارہ ہے۔ یونہی حضور ﷺ کا قلب مبارک بھی جہان کا سب سے خوبصورت، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند فکر قلب ہے۔

پھر آپ کے قلب انور کو چاند سے یہ مشابہت بھی ہے کہ آپ کی عظمت وشان کی بلندی دکھانے کے لیے آپ کے اشارے سے چاند کو شق کیا گیا۔ پھر اسے جوڑا گیا۔ اسی طرح آپ کا قلب مبارک بھی آپ کی شان بلند کرنے کے لیے شق کیا گیا پھر اسے ملا دیا گیا۔

تین بار نبی اکرم ﷺ کا شق قلب:

یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ کا قلب انور تین بار شق کیا گیا۔ اور ہر بار اس میں الگ حکمت کار فرما تھی۔

پہلی بار شق قلب اس وقت ہوا جب آپ بچپن میں سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے آپ کو لٹایا۔ آپ کا دل نکالا۔ اسے کھولا اور اس میں سے ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا اے محمد (ﷺ) یہ آپ کے دل میں شیطان کا حصہ تھا جسے نکال دیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے آپ کے دل کو تھال میں رکھ کر آب زم زم سے دھویا۔ پھر اسے واپس سینے میں رکھ کر سینے کو بند کر دیا گیا۔ بچوں نے یہ منظر دیکھا تو ڈر کر بھاگے اور آپ کی اماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے۔ کہنے لگے: محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے گھر والوں نے آپ کو اس حالت میں پایا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر سلائی کے نشان دیکھتا تھا۔[1]

بچپن میں آپ کا شق قلب اس لیے کیا گیا کہ آپ کے دل سے وہ لوتھڑا نکال دیا جائے جو شیطان سے متاثر ہوتا ہے لہذا آپ کا بچپن اور جوانی کا دور ایسا تھا کہ آپ سے کسی گناہ کا صدور ممکن نہ تھا۔ آپ کا مقام عصمت نبوت ہے۔

---

[1] مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۶۱

دوسری بار آپ کا دل مبارک اس وقت کھولا گیا جب نزول قرآن شروع ہوا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں۔ جبرائیل ومیکائیل نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئے۔ انہوں نے آپ کے سینہ مبارک کو شق کیا۔ اس میں سے دل نکالا۔ اسے ایک سنہری تھال میں رکھ کر دھویا اور اس میں نور بھرا۔ پھر اسے سینے میں لگا دیا گیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ اسلام نے آپ سے کہا: اِقْرَاْ۔[۱]

یاد رہے کہ نزول قرآن کے وقت اس لیے شق قلب ہوا تا کہ آپ کا دل انور قرآن جیسے قول ثقیل کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ جیسے قرآن میں آیا

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

یعنی وہ قول ثقیل کہ اگر اسے پہاڑوں پر اتارا جاتا تو وہ اس کے بوجھ سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔[۲]

تیسری بار آپ کا قلب انور اس وقت کھولا گیا جب آپ ﷺ کو رفعت معراج اور دیدار خداوندی عطا فرمائی گئی۔ چنانچہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا قصہ معراج بتاتے ہوئے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے میرا سینہ کھولا اور میرا دل نکال کر اسے آب زم زم سے دھویا۔ پھر ایک سنہری تھال لائے۔ جو حکمت وایمان سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے وہ سارا تھال میرے دل میں انڈیل دیا پھر اسے بند کر دیا۔[۳]

شب معراج آپ کے قلب مبارک کا کھولا جانا اور اسے ایمان وحکمت سے بھرا جانا بخاری و مسلم میں بھی ہے۔[۴]

شب معراج آپ کا شق قلب اس لیے ہوا تا کہ آپ کا قلب انور دیدار الہی کا متحمل ہو جائے۔ کیونکہ وہ مقام ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک ادنیٰ تجلی سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کا

---

۱ (در منثور جلد ۸ صفحہ ۵۶۳)

۲ (حشر آیت ۲۱)

۳ (مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

۴ (دیکھیں بخاری کتاب مناقب الانصار باب ۴۲، مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۶۵)

قلب مبارک ایمان وحکمت سے اسقدر مضبوط کر دیا گیا کہ آپ عین دیدار الٰہی پا کر بھی مطمئن ہیں اور آنکھ بھی نہیں جھپکتے۔ ع

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری و در تبسمی

اس جگہ راقم الحروف کے ایک فارسی کلام کے بعض اشعار یہ ہیں۔ ع

تا بارگاہ مولی تعالیٰ رسیدہ ای
حق را بدیدہ ای و کلامش شنیدہ ای
موسیٰ بیک تجلی ادنیٰ بیہوش گشت
تو عین ذات را بتبسم بدیدہ ای
کفار ہم صفات شمارا ستودہ اند
اے جانِ جاں تو صاحب ذاتِ حمیدہ ای
اللہ ترا آں شرع و نظامے بدادہ است
ہر دفتر نظام بشر را دیدہ ای
قرآں شمار صاحب خلق عظیم گفت
تو آں جمال خلق بشر آفریدہ ای
شبنو صدائے طیب رنجیدہ خستہ حال
فریاد ہر شرور زدہ را شنیدہ ای

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو شق فرمانا:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے چاند سے تشبیہ دی ہے کہ آپ کا قلب چاند کی طرح شق کیا گیا۔ اور انہوں نے شق قمر کی قسم بھی اٹھائی۔ اس لیے ہم معجزہ شق القمر پر بھی کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

آج ایک گمراہ فرقہ معجزہ شق القمر کے وقوع ہی سے انکار کرتا ہے۔ جبکہ ابوالاعلیٰ مودودی

اور سید قلب شہید مصری جیسے لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ہوا تو ضرور تھا مگر محض نشان قدرت کے طور پر ظاہر ہوا تھا۔ اسکا نبی اکرم ﷺ کی دعا یا خواہش سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر یہ دونوں نظریات غلط اور باطل ہیں۔ پہلا نظریہ کفر ہے اور دوسرا ضلالت۔ اس بارہ میں ہم چند احادیث بیان کرتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں:

سَأَلَ اَهْلُ مَكَّةَ اِنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ

ترجمہ: یعنی اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ان کو کوئی نشانی دکھائیں۔ تو آپ نے ان کو چاند کا پھٹنا دکھایا۔[1]

یہ متفق علیہ حدیث بتا رہی ہے کہ شق القمر کا رسول اللہ ﷺ سے کفار نے سوال کیا تو آپ نے ان کو یہ معجزہ دکھایا۔ اس قدر واضح حدیث کے بعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پھر یہی حدیث ترمذی میں بھی ہے، جس کے آخر میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے کفار کو یہ نشان دکھایا تو اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲

ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھیں تو کہتے ہیں یہ وہی جادو چلا آرہا ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ کفار نے معجزہ شق القمر دیکھ کر کہا کہ یہ تو وہی جادو ہے جو پہلے سے آرہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیات اتاریں۔

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین مکہ ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل، عاص بن ھشام اور نضر بن حارث و دیگر نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگے۔ اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھادیں۔ ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر نظر آئے۔

---

۱ بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ القمر باب اول حدیث ۴۸۶۷، مسلم شریف صفات المنافقین حدیث ۴۶

۲ (سورہ القمر آیت ۱) (ترمذی کتاب التفسیر سورہ القمر حدیث ۳۲۸۶)

دوسرا جبل قعیقعان پر، آپ نے فرمایا "اِنْ فَعَلْتُ تُؤْمِنُو" اگر میں ایسا کر دکھاؤں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ کہنے لگے ہاں۔

تو وہ چودھویں کا چاند تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعا فرمائی۔ اے اللہ ان کا سوال پورا کر دکھا۔ تو چاند پھٹ گیا۔ اس کا ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر نظر آ رہا تھا۔ دوسرا جبل قعیقعان پر۔ رسول اللہ ﷺ پکار کر فرمانے لگے اے ابوسلمہ بن عبدالاسد اور اے ارقم بن ابوالارقم گواہ رہو۔ [1]

جبل قعیقعان اھواز میں ہے۔ [2]

اھواز بصری کے قریب شہر ہے۔ [3]

اس معجزہ شق القمر پر منکرین کے جو اعتراضات ہیں انکا مکمل محاسبہ جاننے کے لیے سورۃ القمر کی ابتدائی آیات کے تحت میری تحریر کردہ تفسیر برھان القرآن کا مطالعہ کریں۔

---

۱ دلائل النبوہ جلد اول صفحہ ۳۶۸ حدیث ۲۰۹ مطبوعہ حلب شام

۲ حاشیہ دلائل النبوۃ

۳ اطلس الحدیث النبوی صفحہ ۵۳، معجم البلدان جلد اول صفحہ ۲۸۴

فصل سادس:

ہجرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۷۶) وَمَا حَوَی الْغَارُ مِنْ خَیْرٍ وَّ مِنْ کَرَمٍ
وَّکُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْکُفَّارِ عَنْهُ عَمِ

حل لغات:

حَوٰی : حاوی ہونا۔احاطہ کرنا،

طَرْفٍ : نظر،نگاہ۔ جیسے قرآن میں ہے وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ ان کے ساتھ پست نگاہ بیویاں ہونگی۔[1]

عَمٍ : اندھا ہونا۔از عَمِیَ یَعْمٰی (س)

سادہ ترجمہ:

اور غار (ثور) نے ایک سراپا خیر شخصیت (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایک سراپا کرم شخصیت (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا احاطہ کر رکھا تھا۔اور کفار کی ہر نظر اس طرف سے اندھی ہوگئی تھی۔

منظوم ترجمہ:

خدا نے کافروں کی نظریں ان سے اندھی کر ڈالیں
کہ غار ثور میں جب جمع تھے اک خیر اک کرم

شرح:

غار ثور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق کا کفار سے محفوظ رہنا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت غار ثور میں جا کر قیام فرمایا۔

---

[1] (صافات،۴۸)

تو اللہ نے وہاں ان کی حفاظت فرمائی۔ کفار انہیں تلاش کرتے غار کے منہ تک آگئے۔ وہ غار کے گرد گھومتے رہے۔ مگر غار کے اندر جھانک کر نہ دیکھ سکے۔ حالانکہ وہ اگر ذرا نیچے جھانکتے تو ان کو دیکھ لیتے۔ مگر اللہ نے ان کی نظروں کو پھیر دیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں غار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے مشرکین کا قریب آنا دیکھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا

یا ابا بکر مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللہ ثَالِثُهُمَا: اے ابو بکر ان دو افراد کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔[1]

اسی مقام کو امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ ع

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں

شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضلیت، صحابیت اور خدمت کا یہاں سے پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے غار میں جانے کے واقعہ کو یوں بیان فرمایا۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔

اگر تم ان کی (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) مدد نہیں کرو گے تو (کوئی بات نہیں) اللہ نے ان کی اس وقت مدد کی تھی جب ان کو کفار نے (مکہ سے) نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ اس وقت وہ دو میں سے دوسرے تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے۔ ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو ان پر اللہ نے اپنی رحمت نازل کی۔[2]

---

۱ (بخاری کتاب التفسیر سورہ توبہ باب ۹ حدیث ۴۶۶۳)

۱ (توبہ، آیت ۴۰)

اس آیت کے تحت امام ابن عسا کر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ نے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ کہہ کر تمام دوسرے لوگوں کو تنبیہ کی ہے اور ابوبکر صدیق کی تعریف کی ہے۔ کیونکہ فرمایا: اے لوگو اگر تم حضور ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو کوئی بات نہیں اللہ نے ہجرت کے موقع پر اکیلے ابوبکر صدیق کے ذریعے آپ کی مدد کی تھی۔ [1]

معلوم ہوا کہ اللہ نے اس آیت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت سے افضل قرار دیا ہے۔

اور ان کی افضلیت پر ساری اُمت کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ

سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ [2]

میں نے ان کو اتقیٰ کہہ کر ساری امت سے بڑا متقی قرار دیا گیا ہے۔

اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [3] میں سب سے بڑے متقی کو سب سے معزز و افضل بتایا گیا ہے۔ اس کی مکمل تحقیق کے لیے راقم الحروف کی تحریر کردہ تفسیر برھان القرآن کا اسی آیت کے تحت مطالعہ فرمائیں۔ پھر اس آیت میں اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ کہہ کر اللہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر نص فرمائی ہے۔ چنانچہ امام بغوی، امام خازن، امام قرطبی، امام رازی اور امام قاضی ثناء اللہ، دیگر مفسرین فرماتے ہیں:

من انکر صحبۃ ابی بکر الصدیق فقد کفر۔ [4]

یہ چیز بھی افضلیت صدیق اکبر کی دلیل اور اسکو متلزم ہے۔ کیونکہ وہ صاحب صحابیت منصوصہ ٹھہرے۔ تو جنکی صحابیت غیر منصوص ہے۔ وہ منصوص کے برابر نہیں ہو سکتے۔

---

۱ (درمنثور بروایت ابن عاکر جلد ۴ صفحہ ۱۹۹)

۲ (سورۃ اللیل آیت ۱۷)

۳ (حجرات، آیت ۱۳)

۴ (تفسیر بغوی جلد ۲ صفہ ۹۴، تفسیر خازن جلد ۲ صفہ ۹۵ مطبوعہ دارالفکر)

(۷۷) فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيقُ لَمْ يَرِمَا
وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

حل لغات:

لَمْ يَرِمَا : از وَرِمَ يَرِمُ کہتے ہیں وَرِمَ اَنْفُ فُلَانٍ فلاں آدمی غضب ناک ہوگیا۔ (یعنی غصے سے اسکے ناک پر ورم آگیا اور ناک سرخ ہوگیا)۔

اَرِم : لفظ اَرِمَ ہمیشہ حرف نفی کے بعد استعمال ہوتا ہے۔ اور اسکا معنی نام و نشان ہے۔ کہتے ہیں: مَا بِهَا اَرِمَ یعنی وہاں کوئی چیز نہیں۔

سادہ ترجمہ:

سراپا سچائی (محمد مصطفی ﷺ) اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں غار میں خوش اور مطمئن تھے۔ (وہ کسی غصہ یا پریشانی میں نہ تھے) اور کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی چیز نہیں۔ (یعنی ہمارا مطلوب یہاں نہیں ہے)

منظوم ترجمہ:

نبی صادق و صدیق اکبر غار میں خوش تھے
کہا کفار نے اس غار میں کوئی نہیں آدم

شرح:

یعنی رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غار میں گھبراہٹ یا پریشانی نہیں تھی۔ حالانکہ سخت جبر کا ماحول رہا۔ کفار ان کو ڈھونڈتے پھرتے تھے اور غار کے ارد گرد ہی پھر رہے تھے۔ مگر جب محبوب خدا ﷺ نے اپنے یار غار کو: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا مژدہ جاں فزا سنا دیا تھا۔ تو پھر کونسا ڈر اور کہاں کی پریشانی؟ پھر تو وہاں فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے انوار برسنے لگے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اہل تشیع کے اعتراض کا جواب:

اہل تشیع یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ ابوبکر وہاں غار میں گھبرا رہے تھے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے لا تخف کہہ کر انہیں مطمئن کیا اگر انکے دل میں یقین ہوتا تو وہ گھبراتے کیوں۔ (معاذ اللہ)
ہم کہتے ہیں کسی معاملہ کے ابتداء میں ورود تسلی سے قبل کچھ گھبرانا طبعی امر ہے جو محل اعتراض نہیں یہ انبیاء کو بھی لاحق ہوسکتا ہے۔مگر جب اللہ کی طرف سے تسلی آجائے تو گھبراہٹ ختم ہوجاتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون اور اسکی قوم کی طرف بھیجا گیا تو آپ نے کچھ خوف کا اظہار کیا فرمایا:
قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِؕ۝۱۲ اے میرے رب مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔[1] آپ نے مزید یہ بھی فرمایا: وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِۚ۝۱۴ اور مجھ پر ان کا ایک الزام ہے۔تو مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل کر دیں گے۔[2]

بلکہ قرآن میں ہے کہ جب ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقام نبوت پر فائز کر دیا گیا اور انہیں فرعون کی طرف جانے کا حکم ہوا تو انہوں نے عرض کیا۔ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى۝۴۵ اے ہمارے رب ہمیں خوف ہے کہ فرعون ہم پر کوئی زیادتی کرے گا یا سرکشی دکھائے گا۔[3]

مگر جب اللہ نے فرمایا: قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى۝۴۶ اے موسیٰ و ہارون ڈرو نہیں میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔[4]

تو دونوں پیغمبرانِ گرامی کا سب خوف جاتا رہے اور انکے ارادے فولاد سے مضبوط اور پہاڑوں سے اونچے ہوگئے۔اسی طرح جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ابتداء میں گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ مگر جب زبان مصطفیٰ ﷺ سے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا نورانی بول سن لیا۔تو انکے دل میں یقین کا دریا موجزن ہوگیا۔

---

۱ (شعراء آیت ۱۲)

۱ (شعراء، آیت ۱۴)

۲ (طٰہٰ آیت ۴۵)

۳ (طٰہٰ، آیت ۴۶)

اے شیعو! اگر لفظ لَا تَحْزَنْ دیکھ کر تم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان و یقین کے منکر بنتے ہو تو پھر تم کو موسیٰ علیہ اسلام کے لیے اِنَّنَا نَخَافُ اور لَا تَخَافَا کے الفاظ دیکھ کر ان کی نبوت و رسالت سے بھی انکار کرنا چاہیے۔ دراصل جب کوئی بدنصیب آدمی اللہ کے کسی مقرب بندے کے بغض میں مبتلا ہوتا ہے تو اسکی مت ماردی جاتی ہے۔ اہل تشیع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بغض میں مبتلا ہیں۔ اس لیے ان کی مت ماردی گئی ہے۔

غار ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت رسول اور جانثاری:

اللہ نے فرمایا: ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ رسول اللہ ﷺ دو میں سے دوسرے تھے۔ یہ لفظ ثانی دراصل ماقبل اذاخرجه الذين كفروا میں ضمیر منصوب متصل برائے مفعول مفرد مذکر سے حال ہے۔ اسی لیے منصوب ہے۔ یعنی جب رسول ﷺ کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا تو آپ غار میں جاتے ہوئے دو میں سے دوسرے تھے۔ یہ اس لیے کہا گیا کہ غار میں صدیق اکبر پہلے گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ باہر ٹھہریں میں اندر جاتا ہوں۔ کیونکہ غاروں میں موذی چیزیں ہوتی ہیں اگر کوئی ایسی چیز ہوئی تو مجھے جو ہو سو ہو آپ کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ تو قرآن کی نص قطعی سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ جانثاری معلوم ہو رہا ہے۔ گویا نص قرآن سے ان کا جذبہ جانثاری معلوم ہو رہا ہے

مشکوۃ المصابیح میں امام زرین کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک بار عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو وہ رو پڑے اور کہا: کاش مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سے ایک رات اور ایک دن مل جائے اور اس کے بدلے میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لی جائیں۔ رات سے مراد وہ رات ہے جس میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے لیے نکلے۔ جب دونوں غار ثور پہنچے تو ابو بکر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ آپ پہلے داخل نہیں ہونگے۔ پہلے میں داخل ہونگا۔ اگر کوئی موذی چیز ہوگی تو مجھے ڈسے گی۔ آپکو نہیں۔ تو وہ پہلے داخل ہوئے۔ انہوں نے غار میں جھاڑو دیا۔ پھر غار میں جا بجا سوراخ دیکھے تو اپنے تہبند کو پھاڑا اور ان سوراخوں کو پر کیا۔ (عربی لوگ لمبا چوغا پہنتے ہیں اسکے نیچے تہبند ہوتا ہے اگر تہبند کو اتار لیا جائے تو بھی چوغے سے سارا جسم چھپا رہتا ہے)۔ پھر دو سوراخ رہ گئے ان پر انہوں نے اپنے قدم رکھدیے پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آقا

اندر تشریف لے آئیں۔آپ اندر تشریف لائے اور ابو بکر صدیق کی جھولی میں سر انور رکھ کر سو گئے۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سوراخ میں سے کسی چیز نے ڈس لیا۔ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ أَنْ يَنْتَبِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اور وہ کچھ جنبش نہیں کر رہے تھے۔اس ڈر سے کہ رسول اللہ ﷺ جاگ نہ جائیں۔تو ان کے آنسو نکل آئے اور رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک پر گرے۔آپ نے فرمایا: ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کیا:

لُدِغْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي يارسول الله ﷺ۔

یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے زخم پر تھتکارا تو ان کا سارا درد ختم ہو گیا۔

مگر بعد میں یہی ڈنگ ان کی موت کا سبب بنا۔(کئی زہریلے سانپوں کا زہر لوٹ کر آتا ہے۔)

جبکہ ان کے دن سے مراد وہ دن ہے۔جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو اہل عرب کی بڑی تعداد مرتد ہو گئی۔انہوں نے کہا: ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ابو بکر صدیق کہنے لگے: اللہ کی قسم اگر وہ زکوٰۃ کی ایک رسی بھی مجھ سے روکیں گے تو میں ان سے لڑائی کروں گا۔[1]

نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تین رات رہے۔اس دوران ابو بکر صدیق کے بیٹے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما رات کے پہر میں غار میں حاضر ہوتے۔اور دن بھر کی خبریں پہنچاتے اور کھانا لاتے۔جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شام کے وقت وہاں بکریاں لیجاتے اور دودھ پہنچا آتے۔گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ ہی خدمتِ رسول ﷺ میں مصروف تھا۔اس موضوع پر مفصل معلومات کے لیے میری لکھی ہوئی تفسیر برھان القرآن میں سورہ توبہ کے اسی حصہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

---

[1] (مشکوۃ شریف کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ حدیث ۶۰۳۴)

(۷۸) ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلٰى
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

حل لغات:

الْحَمَامَ : کبوتر۔

الْعَنْكَبُوْت: مکڑی، اس نام کی سورت بھی قرآن کریم میں ہے جس میں مکڑی کا ذکر ہے۔ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ "سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔"[1]

لَمْ تَنْسُجْ : از نَسَجَ يَنْسُجُ (ن) کپڑا یا جالا بننا۔)

لَمْ تَحُمِ : از حَامَ يَحُوْمُ (ن) یعنی گھومنا۔ منڈلانا اس کی ضمیر فَاعِلُ الْحَمَامَ کی طرف راجع ہے۔ مرادی معنی یہ ہے کہ کبوتری انڈے نہ دیتی۔

سادہ ترجمہ:

کفار نے سمجھا کہ مکڑی نے یہ جالا خیر البریہ (بہترین مخلوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے نہیں بنایا اور کبوتر نے ان پر انڈے نہیں دیے۔

منظوم ترجمہ:

کہا کفار نے گر غار میں وہ دونوں اترے تھے
نہ ہوتا مکڑی کا جالا نہ رہتے انڈے یہ قائم

شرح:

غار کے منہ پر مکڑی کا جالا بننا اور کبوتری کا انڈے دینا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں جا کر آرام فرما ہوئے۔ تو اللہ نے

---

[1] سورہ عنکبوت آیت ۴۱

مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالا بنادے اور کبوتری کو حکم دیا کہ غار کے راستہ میں انڈے دیدے اور ان پر بیٹھ جائے۔ جب کفار ان کو ڈھونڈتے ہوئے غار تک پہنچے تو دیکھا کہ اسکے منہ پر مکڑی کا جالا بنا ہوا ہے۔ کہنے لگے اگر اس غار میں کوئی انسان گیا ہوتا تو یہ جالا یہاں موجود نہ ہوتا۔ جالا بتاتا ہے کہ اس غار میں عرصہ دراز سے کوئی انسان داخل نہیں ہوا۔ پھر اگر اس غار میں کوئی انسان داخل ہوتا تو اسکے راستے میں یہ انڈے کیسے رہتے اور یہ کبوتر یہاں کیسے بیٹھے رہتے۔ لگتا ہے یہاں کوئی شخص داخل نہیں ہوا۔

مواہب لدنیہ میں ہے:

و فی مسند البزار ان اللہ امر العنکبوت فنسجت علیٰ وجہ الغار وارسل حمامتین وحشیتین فوقعتا علیٰ وجہ الغار وان ذالک لما صد المشرکین عنہ وان حمام الحرم من نسل تینک الحمامتین۔

ترجمہ: یعنی مسند بزار میں ہے کہ اللہ نے مکڑی کو حکم فرمایا تو اس نے غار کے منہ پر جالا بنا دیا۔ اور اللہ نے جنگلی کبوتر اور کبوتری کو حکم دیا تو وہ آکر غار کے منہ میں بیٹھ گئے۔ اس بات نے مشرکوں کو وہاں سے روک دیا۔ اور حرم شریف کے کبوتر انہی دو کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ [1]

یہ اللہ کی کس قدر حکمت بالغہ و قدرت غالبہ ہے کہ مکڑی کا جالا ایک مضبوط قلعہ سے زیادہ نافع بن گیا اور دو کبوتروں نے دفاع کا وہ کام کیا جو بڑے لشکروں سے لیا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے کہ اللہ نے مکڑی سے دو بار کام لیا۔ پہلی بار اس نے داؤد علیہ السلام پر جالا بنایا جب ان کو جالوت نے طلب کیا تھا۔ اور دوسری بار اس نے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے غار ثور پر جالا بنایا۔ [2]

---

۱ (مواہب الدنیہ جلد اول مقصد اول ذکر الھجرۃ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

۲ (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

(۷۹) وِقَايَةُ اللهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ
مِّنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

حل لغات:

وِقَايَةُ : مصدر از وَقٰی یقی (ض) حفاظت کرنا۔
مُّضَاعَفَةٍ : دوگنا یا کئی گنا کرنا۔
الدُّرُوْعِ : دِرْعٌ کی جمع یعنی زرہ۔
الْاُطُمِ : قلعہ

سادہ ترجمہ:

اللہ کی حفاظت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی طرح کی زرہیں پہننے اور قلعوں میں محصور ہونے سے بے نیاز کر دیا تھا۔

منظوم ترجمہ:

وہ بے پرواہ ہیں دوہری زرہوں سے اور اونچے قلعوں سے
خدا ہی ان کا حافظ ہے حفاظت اس کی ہے احکم

شرح:

اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ ہے:

یعنی جس کی حفاظت کے لیے مکڑی کا جالا اور کبوتروں کا بیٹھ جانا کافی ہو اسے دوہری زرہوں اور اونچے قلعوں کی کیا ضرورت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب ہجرت جب اپنے گھر سے نکلے تو رات کو کفار نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب آپ باہر نکلے تو اللہ نے ان سب کو اندھا کر دیا وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔ ابن ھشام نے نقل کیا ہے کہ

جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اس بستر پر نہ سوئیں جہاں آپ سوتے ہیں۔ جب رات ہوئی تو کفار نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور آپ کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر سو ؤ اور میری سبز حضرمی چادر اوڑھ لو۔ کوئی چیز تمہیں نقصان نہیں دے گی۔

جب آپ باہر نکلے تو ابو جہل کہہ رہا تھا محمد کہتا ہے اگر تم میری اتباع کرلو تو تم عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر مرنے کے بعد تمہیں اردن کی جنت جیسی جنت ملے گی۔ اور اگر تم نے میری اتباع نہ کی تو تمہیں ذبح ہونا پڑے گا اور مرنے کے بعد تم دوزخ میں داخل ہو گے۔ واللہ میں اسکی اتباع نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی باتیں سن لیں۔ آپ نے فرمایا: نَعَمْ اَنَا اَقُوْلُ ذَالِكَ وَاَنْتَ اَحَدُهُمْ ہاں میں یہی کہتا ہوں اور تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ پھر اللہ نے کفار کو اندھا کر دیا اور آپ نے ان سب کے سروں پر خاک ڈالی۔ اور آپ سورہ یٰس کی ابتدائی آیات پڑھ رہے تھے۔ آپ ان میں سے یوں نکل گئے کہ کوئی نہ جان سکا۔ (حالانکہ وہ آپ کو قتل کرنے کے لیے تلواریں لے کر کھڑے تھے)۔ جب آپ وہاں سے چلے گئے تو ایک شخص آیا۔ کہنے لگا تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟ کہنے لگے ہم محمد (ﷺ) کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا اللہ تمہیں برباد کرے واللہ وہ تو یہاں سے چلے گئے اور تم سب کے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ ذرا اپنا حال دیکھو تو ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ فَاِذَا عَلَيْهِ تُرَابٌ: تو سر پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے خیمہ میں سے سر نکالا اور فرمایا: اے لوگو چلے جاؤ اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوتے تو آپ کے لیے بڑا درخت چھوڑ دیتے تا کہ آپ ﷺ اس کے نیچے آرام کریں۔ ایک بار آپ ﷺ ایک

---

۱ (سیرت ابن ہشام، باب ہجرۃ الرسول ﷺ صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ دار ابن حزم بیرات)

۲ (ترمذی کتاب التفسیر سورہ مائدہ حدیث ۳۰۴۶)

درخت کے نیچے لیٹے۔آپ ﷺ نے اپنی تلوار کو درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔ایک شخص آیا اس نے تلوار اٹھائی۔اور کہنے لگا اے محمد تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا میرا اللہ مجھے تم سے بچائے گا۔یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ [1]

معلوم ہو کہ آپ کو حفاظت کے لیے کسی تیر و تفنگ اور نیزہ و بھالا کی ضرورت نہ تھی۔اللہ ہی آپ کا محافظ ہے۔اگر کہا جائے کہ پھر آپ کے دندان مبارک زخمی کیوں ہوئے؟ آپ پر اسقدر پتھر کیوں برسائے گئے کہ آپ کا خون آپ کے نعلین میں جمع ہو گیا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات آپ پر بشری احوال طاری ہوتے تھے تاکہ آپ کی امت کے لیے اللہ کی راہ میں تحمل مصائب کی سنت قائم ہو۔ اور راہ حق میں علمی و عملی جہاد کرنے والے مجاہدین مخالفین کی طرف سے ملنے والی مخالفتوں اور تکالیف کو بھول جائیں اور اسوہ رسول اللہ ﷺ کو سامنے رکھیں۔

---

1 (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۱۹)

فصل سابع:

وحی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۸۰) مَاسَامَنِی الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ
اِلَّاوَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ

حل لغات:

سَامَنِی : از سَامَ يَسُوْمُ (ن) تکلیف دینا۔ کہتے ہیں سَامَهُ الْاَمْرَ کسی کو کسی کام کی تکلیف دینا۔

ضَيْمًا : مصدر از ضَامَ يَضِيْمُ (ن) ظلم کرنا۔ دباؤ ڈالنا۔

اسْتَجَرْتُ بِهٖ: از اِسْتَجَارَ يَسْتَجِيْرُ پناہ مانگنا۔ قرآن میں ہے "وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ" اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے اسے پناہ دیدو۔[۱]

نِلْتُ : از نَالَ يَنَالُ (ف) پانا، حاصل کرنا۔ قرآن میں ہے "لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾" میرا وعدہ ظالموں کو نہیں ملے گا۔[۲]

جِوَارًا : پڑوس۔ پناہ۔

لَمْ يُضَمِ : فعل جحد مجہول، از ضَامَ يَضِيْمُ ظلم نہیں کیا گیا۔

---

۱ توبہ، آیت ۶

۲ بقرہ، آیت ۱۲۴

سادہ ترجمہ:

جب بھی زمانہ نے مجھے ظلم کا شکار کیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی پناہ مانگی تو ضرور مجھے آپ سے ایسی پناہ ملی کہ جس کے ہوتے ہوئے (کسی پر) ظلم نہیں کیا جا سکتا۔

منظوم ترجمہ:

میرے آقا کی نصرت اور حمایت میرے کام آئی
زمانے نے مجھے جب بھی ستایا مجھ پر ڈھایا ظلم

شرح:

یعنی مجھ پر اہل زمانہ نے جب بھی ظلم ڈھایا تو میں نے حضور ﷺ سے پناہ مانگی ہے اور آپ سے مجھے ضرور پناہ ملی ہے اور جس کو آپ کی پناہ مل جائے پھر اس پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔ مزید وضاحت اگلے شعر کے تحت آتی ہے۔

(۸۱) وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَدِهِ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلِمِ

حل لغات:

اَلْتَمَسْتُ: فعل ماضی از باب افتعال اِلْتَمَسَ يَلْتَمِسُ ۔ اِلْتَمَسَ الشَّيْئَ مِنْ فُلَانٍ یعنی اس نے فلاں سے کوئی چیز طلب کی۔

غِنَى : کفایت، دولتمندی۔

اسْتَلَمْتُ : فعل ماضی از باب افتعال اِسْتَلَمَ يَسْتَلِمُ پتھر یا کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینا۔

استلمت یدہ: میں نے اسکے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس جگہ ہاتھ کو بوسہ دینے سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک ہے۔

سادہ ترجمہ:

اور میں نے جب بھی دونوں جہانوں کی دولتمندی آپ کے دست مبارک سے مانگی ہے تو میں نے ضرور آپ کے اس ہاتھ سے عطا پائی جو سب سے بہتر جائے بوسہ دہی ہے۔

منظوم ترجمہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے جب بھی دو جہاں کی خیر مانگی ہے
تو ان کے دست اقدس کی عطا مجھ کو ملی لازم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریاد سنتے ہیں اور عطا فرماتے ہیں:

ان دونوں اشعار کا نمبر ۸۰ اور ۸۱ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں رسول

اللہ ﷺ سے میں نے جب بھی فریاد کی ہے۔ یعنی آپ کی روح اقدس کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے تو ضرور آپ نے میری طرف توجہ فرمائی ہے اور میری مشکل کو اللہ سے حل کروایا ہے اور میرا جو بھی مقصد تھا وہی آپ نے مجھے اللہ سے لیکر دیا ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی خوش عقیدگی اور نبی اکرم ﷺ سے آپ کے والہانہ پیار کا ان دونوں شعروں سے اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کو بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں کس قدر مقام قرب حاصل ہے۔ ان دونوں اشعار سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے۔ اور جو آپ کو مدد کے لیے پکارتا ہے آپ اسکی ضرور مدد فرماتے ہیں اور اسکی مشکلات کو اللہ سے حل کروا کر دیتے ہیں اسی بات کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے منگتا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

اگر حضور ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا شرک ہوتا تو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصیدۂ مبارکہ کو نبی اکرم ﷺ ہرگز پسند نہ فرماتے۔ اور کبھی انکے خواب میں تشریف لاکر یہ عطاء و بخشش کی برسات نہ فرماتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو مدد کے لیے پکارنا وہ عقیدہ ہے جو شروع سے ائمہ دین نے اپنایا ہے، اور اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ رہا ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ساتویں سن ہجری سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا اس دور میں بھی اہل ایمان و اہل اسلام یہی عقیدہ رکھتے تھے، البتہ اس عقیدہ کے حاملین کو کافر و مشرک کہنے کا عقیدہ نئی ایجاد ہے۔ جو محمد بن عبد الوھاب نجدی نے انگریزوں کی سرپرستی میں اختراع کیا۔ اور اس خبیث پودے کی آبیاری ابن تیمیہ کے باطل افکار سے کی گئی، ورنہ رسول اللہ ﷺ کو غائبانہ پکارنے کا عقیدہ صحابہ اکرم سے چلا آرہا ہے۔

حضور ﷺ کو مدد کے لیے غائبانہ پکارنا صحابہ کرام کا عقیدہ ہے:

جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ صحابہ کرام نے جنگ کی تو اس میں انکا نعرہ یا محمداہ تھا۔ ابن تیمیہ ہی کے شاگرد رشید حافظ عماد الدین ابن کثیر جو کافی حد تک ابن تیمیہ کے نظریات کے مخالف ہیں جنگ یمامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم رجع ثم وَقَفَ بین الصفین ودعا البراذو قال ابن الولید العود انا ابن عامر وزیر ثم نادیٰ بشعار المسلمین و کان شعارُھُمْ یومَئِذٍ یا محمداہ

پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پلٹے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر للکارا کہ آؤ میرے مقابلہ میں ۔میں خالد بن ولید ہوں پلٹ کر حملہ کرنے والوں میں عامر وزیر کا بیٹا ہوں ۔یوں آپ نے اہل اسلام والا نعرہ لگایا: اور اس دن مسلمانوں کا نعرہ یہ تھا۔ یا محمداہ۔ (یعنی یا رسول اللہ!)[1]

اس جنگ میں ہزاروں صحابہ کرام نے شرکت فرمائی۔ اور سینکڑوں کے حساب سے صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ تاریخ اسلام کی اہم ترین جنگوں میں سے ہے۔ اگر اس جنگ میں جھوٹے دعویدار نبوت مسیلمہ کذاب کا خاتمہ نہ کیا جاتا تو اسکی شوکت اس قدر بڑھ جاتی کہ اسلام اور اہل اسلام کے لیے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہتی ۔صحابہ کرام نے جانوں پر کھیل کر ملت اسلام کا دفاع کیا۔ اور جو نعرہ ان کے خون کو گرماتا تھا وہ "یا محمداہ" تھا۔ گویا اس نعرہ نے اہل اسلام کو فتح دلائی۔

یہی مکمل عبارت امام ابن جریر طبری نے پوری سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ اس میں بھی یہی الفاظ ہیں: **وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ** اس دن صحابہ کرام کا نعرہ "یا محمداہ" تھا۔[2]

گویا امام بوصیری نے مذکورہ شعروں میں رسول اللہ ﷺ کو پکار کر وہی عمل کیا ہے۔ جو صحابہ

---

۱ (البدایۃ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۳۲۹ مقتل مسیلمۃ الکذاب مطبوعہ دار الریان بیروت سن طباعت ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ھ)

۲ (تاریخ ابن جریر طبری ذکر بقیۃ خبر مسیلمۃ الکذاب جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ سن طباعت ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ھ)

کرام نے جنگ یمامہ میں کیا تھا۔اور رسول اللہ ﷺ کو پکارنا ان کے کام آیا۔رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو اللہ سے فتح دلائی۔

حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مشہور قحط پڑا ایک صحابی بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ قبر رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہوئے، عرض کرنے لگے:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَكُوْا

یعنی اے آقا اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو گئے۔نبی اکرم ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا:

اِئْتِ عُمَرَ فَاقْرَأْهُ مِنِّی السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُ اَنَّھُمْ یُسْقَوْنَ جاؤ عمر کو میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ اہل اسلام کو جلد بارش ملنے والی ہے۔چنانچہ خوب بارش ہوئی۔[1]

امام ابن کثیر نے یہی روایت بیہقی سے لی ہے اور آخر میں کہا: وَھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ: یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

روی ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح

ترجمہ: یعنی ابن ابی شیبہ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہو کر آپ سے اپنے مصائب کے لیے فریاد کرتے تھے۔

امام دارمی نے سنن دارمی میں مستقل باب باندھا ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے استغاثہ کرتے تھے۔اس میں انہوں نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی آپ نے فرمایا:

---

۱ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۸۲ کتاب الفضائل باب فضائل عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الفکر بیروت سن طباعت ۱۴۰۹ھ)

۲ (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

اُنْظُرُ وا اِلیٰ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَا جْعَلُوْ ا مِنْهُ كَوًّا اِلیٰ السَّمَاءِ حَتّٰی لَا یَكُوْنَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ

نبی اکرم ﷺ کی قبر کے اوپر جو چھت ہے اس میں سے سوراخ کر دو اسطرح کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت کا پردہ نہ رہے۔ صحابہ کرام نے ایسے ہی کیا تو موسلا دھار بارش ہونے لگی اور اس قدر برسی کہ بے پناہ سبزہ اگا جسے کھا کھا کر جانور موٹے ہو گئے اور انکی جلدیں پھٹنے لگیں۔ حتی کہ اس سال کو "عام الفتق" کا نام دیا گیا (یعنی جانوروں کی جلدوں کے پھٹنے کا سال)۔[1]

دیوبندی علماء کا رسول ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا:

مولانا قاسم نانوتوی جو بانی دار العلوم دیوبند ہیں حضور ﷺ سے استغاثہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:[2]

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غمخوار

رجاء و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ — جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار

اور مولانا اشرف علی تھانوی جو سر خیل علماء دیوبند ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ — اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ

لَیْسَ لِیْ مَلْجَأٌ سِوَاكَ اَغِثْ — مَسَّنِی الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ

غَشَّنِی الدَّهْرُ یَا ابْنَ عَبْدِاللهِ — كُنْ مُغِیْثاً فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ

(ترجمہ):

مولانا اشرف علی تھانوی اپنے ان عربی اشعار کا خود ہی منظوم ترجمہ کرتے ہیں:[3]

دستگیری کیجیے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

---

۱ (سنن دارمی جلد اول صفحہ ۴۳ باب ما اکرم اللہ نبیہ ﷺ بعد موتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

۲ (قصائد قاسمیہ صفحہ ۵ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ اردو بازار دھامی سن طباعت ۱۳۶۰ھ)

۳ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف اے میرے مولیٰ خبر لیجے میری

اب علماء دیوبند کو سوچنا چاہیے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کو مدد کے لیے پکارنا شرک ہے تو کیا صحابہ کرام مشرک تھے؟ کیا خالد بن ولید، بلال بن حارث اور مالک الدار رضی اللہ عنہ جیسے اجلہ صحابہ مشرکین میں سے ہیں (معاذ اللہ) اور کیا مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا قاسم نانوتوی بھی مشرک ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارنے پر دوسرے مسلمانوں پر مشرک کا فتویٰ کیوں لگایا جاتا ہے۔

(۸۲) لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُّؤْيَاهُ اِنَّ لَهٗ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

حل لغات:

رُّؤْيَاهُ : الرُّؤْيَا خواب، جیسے قرآن میں ہے:

لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

ترجمہ: اے یوسف اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتلانا۔[1]

لَمْ يَنَمِ : فعل جحد از نَامَ يَنَامُ: سونا۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں وحی الٰہی کے آنے سے انکار مت کرو۔ کیونکہ آپ کے قلب مبارک کی یہ شان ہے۔ کہ جب آنکھیں سو جاتی ہیں تو بھی آپ کا قلب انور بیدار ہی رہتا ہے وہ نہیں سوتا۔

منظوم ترجمہ:

نبی کو خواب میں بھی وحی آتی ہے نہ کر انکار
نگاہیں انکی سوتی ہیں رہے بیدار دل ہر دم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں وحی کا نزول:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے جو وحی آتی تھی اسکی کئی صورتیں تھیں۔

آپ پر اللہ کی طرف سے براہ راست کلام کا القاء کیا جاتا تھا درمیان میں فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا تھا، اور یہ کلام کا القاء دو صورتوں میں ہوتا کبھی خواب میں کبھی بیداری میں اور کبھی درمیان میں فرشتہ کا واسطہ ہوتا تھا اور اسکی بھی دو صورتیں ہوتی تھیں، کبھی آپ پر غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور اس میں آپ فرشتے سے کلام حاصل کرتے تھے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں نمودار ہوتا اور پیغام الٰہی دے جاتا۔ وحی

---

[1] یوسف، آیت ۵۔

کی مختلف صورتوں کو میں نے اپنی تحریر کردہ تفسیر برھان القرآن سورہ شوریٰ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (آیت ۵۱) کے تحت تفصیل سے لکھا ہے۔

الغرض خواب میں بھی نبی اکرم ﷺ اور پہلے انبیاء کرام کو وحی ملتی تھی۔ کیونکہ نبی کا خواب رحمانی ہی ہوسکتا ہے۔ شیطانی نہیں ہوسکتا، شیطان کو پیغمبر کے خواب میں دخل کی اجازت نہیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ اسلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ اگر یہ خواب کسی غیر نبی کو آتا تو وہ گناہ کا خواب ہوتا اور شیطان کی طرف سے ہوتا۔ مگر جب اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا، اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے، تو انہوں نے فوراً عرض کیا:

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

اے ابا جان آپ کو اللہ کی طرف سے جو حکم ہوا ہے اسے فوراً پورا کریں۔[1]

گویا اسماعیل علیہ السلام نے فیصلہ فرمادیا کہ پیغمبر کا خواب اگر بظاہر خلاف شریعت ہو تو بھی وحی الٰہی ہی ہوتا ہے، کیونکہ پیغمبر اپنی شریعت میں حکم الٰہی سے تبدیلی کرسکتا ہے، غیر نبی نہیں کرسکتا اسی لیے حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام جب سوتے ہیں تو صرف انکی آنکھیں سوتی ہیں ان کے دل بیدار رہتے ہیں۔

بخاری مسلم ترمذی نسائی ابوداؤ ابن ماجہ سبھی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔[2]

اور سنن ترمذی میں طویل حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ سو رہے تھے، جبریل و میکائیل علیہما السلام آئے اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے لیے ایک خوبصورت مثال بیان کی۔ پھر کہا انہیں اسکی تاویل بھی سمجھادو کیونکہ ان عیناہ لتنا مان وان قلبہ یقضان: انکی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل بیدار رہتا ہے۔[3]

---

۱ (سورہ صافات، آیت ۱۰۲)

۲ (بخاری کتاب التہجد باب ۱۶، مسلم کتاب صلوۃ المسافرین حدیث ۱۲۵، ابوداود کتاب الطہارۃ باب ۷۹ ترمذی کتاب الفتن باب ۶۳، نسائی کتاب صلوۃ اللیل باب ۳۶)

۱ (سنن ترمذی کتاب الادب باب ۷۶)

(۸۳) فَذَالِكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمٖ

حل لغات:

بُلُوْغٍ : مصدر از بَلَغَ يَبْلُغُ بمعنی پہنچنا کسی مرتبہ پر فائز ہونا۔

مُحْتَلِمٖ : یعنی خواب دیکھنے والا۔اِحْتَلَمَ فِیْ نَوْمِہٖ: اس نے خواب دیکھا

سادہ ترجمہ:

یہ خواب میں وحی کا آنا اس وقت تھا جب آپ مرتبہ نبوت پر فائز ہوئے (اسکا اعلان فرمایا) چنانچہ اس موقع پر صاحب احتلام کے حال سے انکار نہیں کیا جاتا۔(کیونکہ اسکے خواب کو شرعی احکام کی بنیاد بنایا جاتا ہے)

منظوم ترجمہ:

منامی وحی سے انکی نبوت کا ہوا آغاز
تو انکا خواب کیوں قطعی نہ ہو اور مدعائے علم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا:

اس شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کا آغاز ہی وحی منامی سے ہوا یعنی آپ کو اچھے خوابات عطا فرمائے جانے لگے۔ یہ وحی کا نقطہ آغاز ہے۔اب اگر کوئی اسی سے انکار کردے تو اس نے آغاز وحی سے انکار کردیا تو بعد والی وحی پر اسکا ایمان کیسے قائم ہوگا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِہٖ رسولُ اللہ ﷺ مِنَ الْوَحیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ فِی النَّوْمِ

نبی اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز یوں ہوا کہ نیند میں آپ کو اچھے خواب عطا فرمائے گئے۔

اور آپ جو خواب دیکھتے وہ طلوع صبح کی طرح ظاہر ہو جاتا، تب آپ کو تنہائی کی محبت و رغبت پیدا ہو گئی، تو آپ غار حراء میں جا کر کئی راتیں گزارا کرتے واپس نہ آتے، آپ کا کھانا وہیں پہنچا دیا جاتا۔ پھر آپ گھر آتے اور مزید زاد (کھانا پینا وغیرہ) لے جاتے، آخر ایک دن آپ غار حراء میں محو عبادت تھے کہ فرشتہ آیا اور آپ سے کہنے لگا: اِقْرَاْ، اے محمد پڑھیے، آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ آپ فرماتے ہیں، تب فرشتے نے مجھے پکڑ کر بازوؤں میں اس قدر دبایا کہ سارا زور لگا دیا۔ پھر مجھے چھوڑا اور کہا: اِقْرَاْ، پڑھیے، میں نے وہی جواب دیا، اس نے مجھے پھر دبایا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱

اپنے رب کے نام سے پڑھیے۔ جس نے آپ کو پیدا فرمایا۔

فرشتے نے وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ تک پڑھا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ گھر آئے تو گھبرائے ہوئے تھے، آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے ہی کہا: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو۔ آپ پر چادر اوڑھا دی گئی۔ حتی کہ آپ کی گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ کو سارا قصہ سنایا اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے فرمایا: ہرگز نہیں واللہ آپ صلہ رحمی، غریب پروری، مہمان نوازی اور بے کس نوازی کرتے ہیں۔ [1]

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ وحی کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا اور قرآن کا نزول اسکے بعد ہوا۔ پھر نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے کہ اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ [2]

یعنی کسی نبی کو جو وحی اور پیغام حق ملتا ہے اس کے طریقوں میں ایک طریقہ اچھا خواب ہے۔

شعر کے دوسرے مصرعہ فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمٍ کا مفہوم یہ ہے کہ جب لڑکا

---

۱ (بخاری کتاب بدا الوحی باب اول حدیث ۳، مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۵۲)

۲ (بخاری کتاب التعبیر باب ۲، مسلم کتاب الرؤیا حدیث ۶)

بالغ ہوتا ہے تو اسکا خواب شرعاً مانا جاتا ہے اور اسکی بنیاد پر اس پر عبادات واجب ہوتی ہیں اور اسکی گواہی معتبر ہوتی ہے وغیرہ، احتلام کا معنی خواب دیکھنا ہے۔ کبھی اس کو نیند میں وجوب غسل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یہ ایک مثال ہے۔ اسی طرح جب کسی کو منصب نبوت پر فائز کیا جاتا ہے تو وہ بھی ایک طرح کی بلوغت ہے جس میں اچھے خوابوں سے سلسلہ وحی شروع ہوتا ہے۔ جب ایک لڑکے کا خواب شرعاً مسلم ہے تو ایک نبی کی وحی منامی سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ یعنی جسمانی بلوغت سے ایک تبدیلی آتی ہے اور نبوت جو روحانی بلوغت ہے سے روحانی وقلبی تبدیلی آتی ہے اور بندے کے احوال بدل جاتے ہیں۔

(۸۴) تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ
وَّلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

حل لغات:

بِمُكْتَسَبٍ : اسم مفعول از اِکْتَسَبَ یَکْتَسِبُ: یعنی ایسی چیز جسے کوشش سے حاصل کیا جائے۔

بِمُتَّهَمِ : اسم مفعول از اِتَّهَمَ یَتَّهِمُ یعنی وہ شخص جس پر تہمت رکھی جائے۔

سادہ ترجمہ:

اللہ برکت والا ہے۔(یعنی اسکے مبارک نام کی قسم) وحی کو اپنی کوشش سے حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی نبی خبر غیب کے بارہ میں قابل تہمت ہوسکتا ہے (کہ اس نے از خود خبر غیب گھڑ لی ہو)

منظوم ترجمہ:

معاذ اللہ کوئی محنت سے اپنی وحی کو پالے
نہ خبر غیب پر کوئی نبی ہوتا ہے مُتَّهَم

شرح:

نبوت محنت سے حاصل نہیں ہوسکتی:

وحی سے متعلق کلام کرتے ہوئے امام بوصیری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ محنت وریاضت اور عبادات ومجاہدات کر کے منصب نبوت پالے اور اللہ کی طرف سے وحی حاصل کرے، اور یہی فرق ہے نبوت وولایت میں۔ ولایت وھبی بھی ہوتی ہے اور کسبی بھی، یعنی محض عطاء الٰہی سے بھی حاصل ہوتی ہے اور کسب ومحنت کے ذریعہ بھی۔ چنانچہ کئی اولیاء ماں کے پیٹ سے حامل ولایت پیدا ہوتے ہیں جیسے سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی، حضرت داتا گنج بخش ودیگر اولیاء اللہ رحمہم اللہ

اور اکثر اولیاء اللہ اپنی محنت و ریاضت اور مجاہدات سے درجہ ولایت پاتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب آجاتا ہے۔ حتی کہ میں اسکے ہاتھ، پاوں اور نظر بن جاتا ہوں۔[1]

مگر نبوت صرف وھبی منصب ہے۔ جو محنت سے ہرگز نہیں مل سکتا۔ محض عطاء الہی سے ملتا ہے اور ہر نبی حامل نبوت ہی پیدا ہوتا ہے اللہ نے عالم ارواح ہی میں بعض سعید ارواح کو شان نبوت عطا فرمادی تھی۔

چنانچہ ارشاد ہوا:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ

ترجمہ: اور یاد کیجیے جب اللہ نے انبیاء سے مضبوط عہد لیا۔[2]

اس میں اس میثاق کا ذکر ہے جب اللہ نے ارواح انبیاء کو جمع کر کے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد لیا۔ یہاں لفظ النبیین بتا رہا ہے کہ وہ اس وقت صفت نبوت سے متصف ہو چکے تھے۔ اسی لیے ان کو لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ فرمایا گیا مگر من نبوۃ و رسالۃ نہ فرمایا گیا کیونکہ نبوت و رسالت تو انکو اخذ میثاق کے وقت حاصل ہی تھی۔ گویا حاملین نبوت ابتداء ہی سے انبیاء تھے، ان میں کوئی ایسا نہیں کہ دنیا میں آکر اس نے عبادت و محنت سے نبوت پائی ہو۔

امام ابن ابی حاتم، امام ابوالشیخ، امام ابن مندہ اور امام ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ[3]

---

۱ بخاری کتاب الرقاق

۲ آل عمران ۸۱

۳ اعراف، آیت ۱۷۲

کے تحت روایت کیا ہے کہ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انکی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا، تو روز قیامت تک آنے والی ساری ارواح باہر نکل آئیں۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے بعض ارواح کو بہت روحانی دیکھا تو پوچھا: یَارَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ اَرَاهُمْ اَظْهَرَ النَّاسِ نُوراً۔ اے اللہ یہ کون ہیں جو مجھے سب لوگوں سے بڑھ کر نور والے نظر آرہے ہیں؟ اللہ نے فرمایا:

هٰؤُلَاءِ الْاَنْبِیَاءُ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ۔ یہ آپ کی اولاد میں سے انبیاء ہیں۔ [1]

معلوم ہو کہ انبیاء روز اول ہی سے انبیاء ہیں۔ یہ منصب محنت و کسب سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

اللہ ہی جانتا ہے اس نے جہاں رسالت رکھنی ہے۔ [2]

---

۱ درمنثور جلد ۳ صفحہ ۶۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲ انعام آیت ۱۲۴

فصل ثامن

برکت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۸۵) كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

حل لغات:

اَبْرَأَتْ : ازباب افعال اَبْرَأَ يُبْرِئُ، بری کرنا صحت یاب ہونا۔ جیسے قرآن میں ہے
وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ۔[1]

ترجمہ: اے عیسیٰ علیہ السلام آپ اندھے اور کوڑھی کو صحت یاب کر دیتے تھے۔

وَصِبًا : صفت مشبہ از وَصَبَ يَوْصَبُ، بیمار ہونا، یعنی بیمار۔
رَاحَتُهٗ : ہتھیلی۔
اَطْلَقَتْ : آزاد کرنا۔
اَرِبًا : صفت مشبہ از اَرَبَ يَاْرُبُ، دانا ہونا یعنی دانا و عقلمند۔
رِبْقَةِ : رسی کا پھندہ۔
اللَّمَمِ : جنون، کبھی یہ گناہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہتھیلی کے لمس نے کتنے ہی بیماروں کو شفایاب کر دیا، اور کئی دانا

---

[1] مائدہ آیت ۱۱۰

لوگوں کو جنون کے پھندے سے آزاد کر دیا۔

منظوم ترجمہ:

نبی کا ہاتھ لگنے سے وبائیں کٹتی جاتی ہیں
مرض جائے جنوں نکلے کہ ہر بے دم میں آئے دم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست شفا کی برکتیں:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک جس مریض کے جسم کو لگ جائے اسکا مرض جاتا رہتا ہے، صرف جسمانی امراض ہی نہیں۔ آپ کا دست مبارک اگر لگ جائے تو ذہنی اور عقلی بیماریاں یعنی جنون و پاگل پن وغیرہ بھی جاتی رہتی ہیں۔

پیچھے شعر ۵۸ کے تحت ہم عتبہ بن فرقد اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھ آئے ہیں کہ ان کے جسم پر پھنسیاں نکل آئیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اسکی شکایت کی۔ آپ نے ان کی قمیص اتروائی اور ان کے آگے پیچھے سارے جسم پر اپنے دونوں مبارک ہاتھ پھیر دیے۔ جس سے نہ صرف انکی بیماری جاتی رہی بلکہ ان کا جسم اس قدر خوشبودار ہوگیا کہ وہ کوئی خوشبو نہیں لگاتے تھے مگر دنیا کی کوئی خوشبو اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ ان کی تین بیویاں تھیں ہر بیوی اچھی سے اچھی خوشبو لگاتی تھی تاکہ وہ اسکی طرف زیادہ متوجہ ہوں مگر خود حضرت عتبہ کے بدن کی خوشبو ان کی ہر خوشبو سے زیادہ ہوتی حالانکہ وہ سادہ تیل کے سوا کچھ استعمال نہیں کرتے تھے۔ [1]

یہ حدیث معجم صغیر طبرانی میں بھی ہے۔

بیہقی نے محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی لایا گیا جس کے پاؤں میں ایسا پھوڑا تھا جس نے سب حکیموں طبیبوں کو عاجز و لاچار کر دیا تھا (کوئی اسکا علاج نہیں کرسکا تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا۔ پھر اسے مٹی پر رکھا پھر اس کے پھوڑے پر مل دیا اور دعا فرمائی اے اللہ اس تھوک اور مٹی کے ذریعے اسے اپنے اذن سے شفا

---

[1] معجم کبیر للطبرانی جلد ۱۷ صفحہ ۱۳۴ حدیث ۳۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

دے دے:

تو وہ پھوڑا اسی وقت ختم ہوگیا۔[1]

اور رسول اللہ ﷺ کے لعاب دہن مبارک کی برکتوں سے تو حدیثیں بھری پڑی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر کی ایڑی ہو، مولا علی المرتضیٰ کی دکھتی آنکھیں ہوں، حضرت قتادہ کی اکھڑی ہوئی آنکھ ہو یا حضرت جابر کی ھنڈیا ہو، ان سب میں آپ کا لعاب دہن پڑا تو برکت کے چشمے ابل پڑے۔

ہوتی ہے شفا دم میں دم آتا ہے دم میں
محبوب خدا کا ہے کیا خوب شفا خانہ

میں گناہگار محمد طیب غفرلہ نے رسول اللہ ﷺ کے لعاب دہن شریف کی برکتوں کو ایک نعت میں بیان کیا ہے، اسی کے بعض اشعار یہ ہیں۔

منبع جودوسخا ان کا لعاب دہن ہے
چشمۂ فیض و عطا ان کا لعاب دہن ہے
کیا ہی روشن ہو گئی چشم قتادہ دیکھ لو
چشم رفتہ کی جلا انکا لعاب دہن ہے
مرض چشم حضرت مولا علی جاتا رہا
دافع جملہ وبا انکا لعاب دہن ہے
زہر پائے حضرت صدیق فورا اڑ گیا
کیا ہی تریاق شفا انکا لعاب دہن ہے
کھانا جابر کا ہزار افراد کو کافی ہوا
مخزن نور خدا انکا لعاب دہن ہے
تیری میری تھوک تو مجموعہ امراض ہے
سارے مرضوں کی دوا انکا لعاب دہن ہے

---

[1] خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۶۹ باب آیاتہ فی ابراء المرضیٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

طیب اتنے معجزے ہیں اک لعاب پاک میں
معجزوں کا معجزہ انکا لعاب دہن ہے

دست رسول پاک ﷺ کی برکت سے جنون کا جاتا رہنا:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کے دوسرے مصرعہ وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی مبارک نے کئی دانا لوگوں کو جنون سے آزادی دی ہے۔ یعنی وہ دانا تھے مگر جنون نے انکی دانائی کا چراغ گل کر دیا، تب آپ کے دست شفا نے ان کو جنون سے آزادی دلائی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر آئی، عرض کیا یا رسول اللہ اِنَّ یَابُنَیَّ هٰذَا جُنُوْنًا میرے اس بیٹے کو جنون ہے اور جب ہم صبح یا شام کا کھانا کھانے لگتے ہیں تو اس پر جنون کا دورہ پڑ جاتا ہے اور ہمارے لیے کھانا کھانا مشکل ہو جاتا ہے۔

فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدْرَهٗ . تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور اس کے لیے دعا فرمائی، اسے شدید کھانسی آئی، فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجَرْوِ الْاَسْوَدِ فَشُفِيَ: اس کے پیٹ سے ایک سیاہ پلے جیسی چیز نکلی، تو اسے شفا حاصل ہوگئی۔[1]

یعنی کوئی شیطان تھا جو اس سے نکل گیا۔

امام ابو نعیم نے حضرت وازع رضی اللہ عنہ سے راویت کیا کہ وہ اپنے مجنون بیٹے کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَ دَعَا لَهٗ: نبی اکرم ﷺ نے اس کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی:

فَلَمْ يَكُنْ فِي الْوَفْدِ اَحَدٌ بَعْدَ دَعْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ اَعْقَلَ مِنْهُ۔

تو رسول اللہ ﷺ کی دعا کے بعد انکے وفد میں اس لڑکے سے زیادہ دانا کوئی نہ تھا۔[2]

---

۱ سنن دارمی جلد اول مقدمہ مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲ خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

(۸۶) وَاَحْیَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَآءَ دَعْوَتُهٗ
حَتّٰی حَکَتْ غُرَّةً فِی الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

حل لغات:

اَلشَّهْبَآءَ : اَلسَّنَةُ الشَّهْبَاء کا معنیٰ قحط کا سال ہے۔ کہتے ہیں عَامٌ اَشْهَبُ، خشک سال۔

حَکَتْ : حکایت کرنا، یہاں مراد ہے مشابہ ہونا۔

غُرَّةً : گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی۔

الْاَعْصُرِ : اَلْعَصْر کی جمع، لمبا زمانہ

الدُّهُمِ : اَدْهَمُ کی جمع یعنی سیاہ جیسے کہتے ہیں اَدْهَمُ الْفَرَسُ، گھوڑا بہت سیاہ ہے۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کی دعا نے خشک سال کو زندہ کر دیا (سرسبز کر دیا) حتیٰ کہ وہ کالے زمانوں میں چمک دار پیشانی کی طرح ہو گیا۔ (یعنی سیاہ گھوڑے کی چمکدار پیشانی ہو)

منظوم ترجمہ:

سیاہ گھوڑے کی نورانی جبیں جیسے ہو متبسم
دعا سے ان کی آیا قحط میں وہ نورانی شادابی

(۸۷) بِعَارِضٍ جَادَ اَوْخِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا
سَيْبًا مِّنَ الْيَمِّ اَوْ سَيْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

حل لغات:

بِعَارِضٍ : عَارِضٌ بمعنیٰ بادل ہے۔ جیسے قرآن میں ہے، هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے۔ [1]

جَادَ : فعل ماضی از جاد یجود (ن) عمدہ ہونا۔ یہاں مراد بادل کا برسنا۔

خِلْتَ : تم خیال کرتے ہو فعل ماضی از خَالَ يَخَالُ (ف) گمان کرنا خیال کرنا۔

الْبِطَاحَ : اَلْبَطْحَاء کی جمع پانی کا کشادہ نالہ۔

سَيْبًا : مصدر از سَابَ يَسِيْبُ، پانی کا بہنا بمعنیٰ بہاؤ۔

الْيَمِّ : دریا، قرآن میں ہے: فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ اے موسیٰ علیہ السلام کی ماں! اسے دریا میں بہادو۔ [2]
اس کا معنیٰ سمندر بھی آتا ہے فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ہم نے انہیں سمندر میں غرق کردیا۔ [3] اس جگہ پہلا معنیٰ دریا مراد ہے۔

سَيْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے، فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ ہم نے قوم سباء پر بڑا سیلاب بھیج دیا۔ [4]

---

[1] احقاف آیت ۲۴

[2] طٰہٰ آیت ۳۹

[3] اعراف آیت ۱۳۶

[4] سباء آیت ۱۶

سادہ ترجمہ:

یعنی خشک سالی میں شادابی کا سال ایسے آیا کہ خوب بادل برساحتیٰ کہ تم نے خیال کیا جیسے ندی نالے دریا کا بہاؤ بن گئے ہوں یا جیسے بڑا سیلاب نظر آتے ہوں۔

منظوم ترجمہ:

دعاء مصطفے سے ابر یوں برسا مدینہ پر
کہ دریا موجزن ہو گویا طیبہ میں یا سیل عرم

شرح:

دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزول بارش کے واقعات:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے ایسا بادل آیا جو خوب برسا حتیٰ کہ تم نے سمجھا جیسے مدینہ طیبہ کے ندی نالے دریا بن گئے ہوں یا سیل عرم آگیا ہو جو اہل سبا پر آیا تھا۔ یہاں اَوْ خِلْتَ میں او بمعنیٰ حتیٰ ہے۔ جیسے عربی میں کہتے ہیں: اَلْزِمَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ میں تمہارا پیچھا کروں گا یہاں تک کہ تم مجھے میرا حق دیدو۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگوں کو خشک سالی نے آگیا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر خطبہ جمعہ ادا فرما رہے تھے، ایک دیہاتی کھڑا ہو گیا کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ: مال ہلاک ہو گیا ہے بال بچے بھوکے ہو گئے، آپ دعا فرمائیں اللہ بارش کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند فرما لیے اس وقت آسمان پر کوئی بادل نہ تھا، اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابھی آپ نے دعا ختم نہ کی تھی کہ بادل امڈ پڑے جو پہاڑوں جیسے تھے، پھر آپ ابھی منبر سے اترے نہ تھے کہ پانی کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک سے گرنے لگے۔ (کیونکہ ابتدائی زمانہ میں مسجد کا چھت کچا تھا اور ٹپکتا رہتا تھا) تو اس دن بارش ہوئی اگلے دن بھی بارش ہوئی، اس سے اگلے دن بھی بارش ہوئی، اس سے اگلے دن بھی بارش ہوئی حتیٰ کہ اگلا جمعہ آگیا اور بارش جاری تھی۔ وہی اعرابی پھر کھڑا ہو گیا کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ، اب تو عمارتیں گرنے لگیں، رسول اللہ ﷺ نے پھر ہاتھ اٹھالیے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اے اللہ بارش ہمارے آس پاس برسے ہم پر نہ برسے تو جدھر آپ اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے گئے بادل پیچھے ہٹتا گیا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ ایسے ہوگیا جیسے کوئی خالی جگہ ہو (یعنی مدینہ طیبہ کے اوپر کوئی بادل نہ تھے دائیں بائیں بادل تھے) اور ایک ماہ تک ندی نالے بہتے رہے اور جو آدمی بھی باھر سے آتا یہی کہتا کہ بہت برکت ہوگئی ہے۔[1]

یہی حدیث بیہقی میں اور ابن عساکر میں حضرت انس سے یوں مروی ہے کہ جب آپ کے حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، کہنے سے بادل دائیں چھٹ گیا تو نبی اکرم ﷺ مسکرا پڑے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں نظر آئیں۔ اور فرمایا: ابوطالب کا کیا کہنا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ شائد آپ ابوطالب کے اس شعر کو یاد کر رہے ہیں جو اس نے یوں کہا تھا۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالَ الْيَتَامٰى عِصْمَةً لِلْاَرَامِلِ

یعنی محمد مصطفیٰ وہ نورانی چہرے والے ہیں کہ انکی برکت سے بارش مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کا ملجاء ہیں اور بیواؤں کا سہارا۔[2]

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے خطبہ کے دوران فرمایا: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا۔ اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، ایک صحابی ابولبابہ بن عبد المنذر عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ کھجوریں کھلیانوں میں پڑی ہیں۔ (کہیں وہ خراب نہ ہو جائیں، لہذا بارش نہ مانگیں، حالانکہ دوسرے لوگوں کو بارش کی ضرورت تھی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یااللہ ہمیں تب تک بارش عطاء فرما کہ ابولبابہ ننگے بدن اٹھے اور اپنے تہبند سے اپنے کھلیان کے پانی کا راستہ بند کرے (تاکہ اس میں زیادہ پانی داخل نہ ہو جائے) اس وقت آسمان میں کوئی بادل نہ تھا۔ اچانک بادل گھر گئے۔ اور مسلسل

---

[1] بخاری شریف کتاب الجمعہ باب ۳۵ حدیث ۹۳۳ نسائی کتاب الاستسقاء باب ۱۸ مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۵۶

[2] خصائص کبری جلد دوم صفحہ ۱۶۳

بارش ہونے لگی، تب انصار مدینہ ابولبابہ کے پاس دوڑے آئے کہنے لگے: اے ابولبابہ آسمان تب تک برستا ہی رہے گا حتیٰ کہ تم وہ کچھ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ابوالبابہ ننگے بدن اٹھے (مراد ہے کہ جائے ستر کو زیر جامہ سے ڈھانپ رکھا تھا) اور اپنے تہبند سے اپنے کھلیان کا راستہ بند کرنے لگے تو فوراً آسمان تھم گیا (سبحان اللہ)۔[1]

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں
تو وہ غوث کہ ہر غوث ہے منگتا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

یہاں میری لکھی ہوئی نعت کے بعض اشعار یوں ہیں:

کوئی منگتا خالی پھرا نہیں تو نے لاکسی کو کہا نہیں
ہمیں مانگنے کا پتا نہیں تیرے گھر تو کوئی کمی نہیں
تو ہے بےنواؤں کا آسرا تیرا در ہے سب کے لیے کھلا
تیرا خلق سب کو نوازنا تیرے لب پہ لفظ نہیں نہیں

---

[1] خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۶۳

(۸۸) دَعْنِی وَوَصْفِی اٰیَاتٍ لَّهٗ ظَهَرَتْ
ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرٰی لَیْلًا عَلٰی عَلَمِ

حل لغات:

دَعْنِی : اسم صیغہ امر از وَدَعَ یَدَعُ یعنی مجھے چھوڑ و اجازت دو۔

اَلْقِرٰی : مہمان کا کھانا

عَلَمِ : اونچا پہاڑ ۔ اسکے دیگر معانی بھی ہیں۔

سادہ ترجمہ:

مجھے چھوڑ و کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات وکمالا ت کا ذ کر کروں اگر چہ وہ خود ہی یوں روشن ہیں جیسے پہاڑ پر رات کے وقت جلائی گئی آگ ہوتی ہے (اور دور سے نظر آتی ہے)

منظوم ترجمہ:

مجھے بھی کہنے دو وصف انکا گر چہ خود وہ روشن ہے
پہاڑوں پر ہو جیسے آگ روشن در شب مظلم

شرح:

یعنی رسول اللہ ﷺ کے کمالا ت مجھے بھی کہنے دو اگر چہ آپ کے فضائل وکمالا ت میرے بیان کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ خود ہی اس قدر روشن ہیں جیسے تاریک رات میں پہاڑ پر جلائی گئی آگ روشن ہوتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جو آپ کا ذ کر خیر کرتا اور آپ کی تعریف میں کچھ کہتا ہے۔ وہ آپکے صدقے روشن ہو جاتا ہے۔ دنیا میں اسکا نام چمک اٹھتا ہے جیسے آج امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو آٹھ صدیاں گزرگئی ہیں مگر وصف محبوب رب العالمین کے صدقے میں آج بھی انکا نام روشن ہے اور صبح قیامت تک روشن رہے

گا۔اسی لیے کہنے والوں نے کہا:

مَا اِنْ مَدَحتُ مُحَمَّداً بِمُقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدً

یعنی میں نے اپنے کلام سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف نہیں کی بلکہ آپ کے ذکر سے اپنے کلام کو قابل تعریف بنایا ہے۔ یہ شعر غالباً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ میں نے اسکا منظوم ترجمہ یوں کیا ہے:

نہیں میرے بیاں سے شان آقا کا ہوا اعلیٰ
ثناء یار نے میرے بیاں کو اعلیٰ کر ڈالا

(۸۹) فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وَّهُوَ مُنْتَظِمٌ
وَّلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظِمِ

حل لغات:

الدُّرُّ : موتی۔

يَزْدَادُ : مضارع از باب افتعال اِزْدَادَ يَزْدَادُ بڑھ جانا۔ جیسے اللہ فرماتا ہے وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ نوں سال اوپر بڑھ گئے۔[1]

مُنْتَظِمٌ : پرویا ہوا موتی یا ہر وہ چیز جو سلیقے سے نظم وضبط کے ساتھ رکھی ہو۔

سادہ ترجمہ:

موتی جب پرویا ہوا ہو تو اسکا حسن بڑھ جاتا ہے اور اگر نہ پرویا ہو تو بھی اس کے حسن میں کمی نہیں آتی۔

منظوم ترجمہ:

اگر موتی پروئے ہوں تو بڑھ جاتا ہے حسن ان کا
نہیں گھٹتی ہے شان انکی جو ہوں وہ غیر منتظم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات اور محامد ومحاسن نور کے موتی ہیں۔ جن میں سے ہر موتی اس قدر حسین وجمیل ہے کہ اسکا حسن وجمال نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے۔ اگر یہ موتی شعروں کی لڑی میں پرو دیے جائیں تو دیکھنے والوں کو زیادہ بھاتے ہیں اور اگر نہ پرویا جائے تو بھی اس قدر حسین ہیں کہ کسی

[1] (کہف، آیت ۲۵)

پرونے کے محتاج نہیں۔ گویا جو شخص موتیوں کی اس کان سے چند موتی چن کر انہیں منظوم کرتا اور اپنے گلے میں ڈالتا ہے تو اپنے ہی حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ موتیوں کی قیمت تو اللہ نے بڑھائی ہے۔

کیا مثال دوں تیرے حسن کی تیرے جیسا کوئی حسیں نہیں
کوئی تم سا خلق نہیں ہوا تیرے جیسا کوئی کہیں نہیں

(۹۰) فَمَا تَطَاوُلُ آمَالِ الْمَدِيحِ اِلٰى
مَا فِيهِ مِنْ كَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

حل لغات:

مَا : استفہامیہ، جو برائے تعجب ہے،
تَطَاوُلُ : گردن کو لمبا کر کے دیکھنا۔
الْمَدِيحِ : صفت مشبہ از مَدَحَ یَمْدَحُ، یعنی مدح کرنے والا۔
الشِّيَمِ : پسندیدہ خصلتیں یہ شِیْمَۃٌ کی جمع ہے۔

سادہ ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے والے شخص کو اپنی امیدوں کی گردن کو اتنا اونچا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ آپ کے اخلاق کریمانہ وخصائل حمیدہ کو بیان کر سکتا ہے۔

منظوم ترجمہ

اے انکے نعت گو گردن نہ کر اونچی امیدوں کی
نہیں ممکن بیان کرلے تو اخلاق انکے اور شیم

شرح:

مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص یہ امید نہ رکھے کہ وہ آپ کے اوصاف وکمالات کا احاطہ کر سکتا ہے یا ان پر جھانک ہی سکتا ہے۔ یہ ناممکن چیز ہے۔ یہاں بڑے بڑے سخن وروں کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر گر پڑے سرخم ہو گئے زبانیں گنگ ہو گئیں اور عقل حیران رہ گئی۔

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراداب کدھر ہائے تیرا مکان ہے
عرش پہ جاکے مرغ عقل تھک کے گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آسمان ہے
عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

فصل تاسع:

معجزۂ قرآن مجید

(۹۱) اٰيَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ
قَدِيْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ

حل لغات:

مُحْدَثَةٌ : اسم مفعول از اَحدَثَ یُحدِثُ باب افعال، بمعنیٰ نئی چیز پیدا کرنا، قرآن میں ہے حَتّٰی اُحدِثَ لَکَ مِنہُ ذِکْرًا، تا آنکہ میں تمہارے لیےکوئی نئی بات کہوں۔[1]

بِالْقِدَمِ : مصدر از قَدُمَ یَقْدُمُ (ک) قدیم ہونا۔

سادہ ترجمہ:

خدائے رحمان کی طرف سے جو سچی آیات ہیں وہ (نزول وتحریر کے اعتبار سے)حادث ہیں (نئی ہیں)اوراس لحاظ سے قدیم ہیں کہ اس رب کی صفت ہیں جوقدم سے متصف ہے

منظوم ترجمہ:

یہ قرآں گرچہ حادث ہے ہمارے لکھنے پڑھنے میں
کلام اللہ ہے اس باعث وہ ہے موصوف بالقدم

---

[1] کہف، آیت ۷۰

شرح:

قرآن لفظاً حادث اور معناً قدیم ہے۔

یہاں سے لیکر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کے معجزہ قرآن کی عظمت ورفعت بیان کرنے لگے ہیں، تو آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کی دو حیثیات ہیں ایک حیثیت سے وہ حادث ہے دوسری سے قدیم، اگر یہ دیکھا جائے کہ قرآن کو نازل کیا گیا ہے اور اسے اوراق وکتب میں لکھا جاتا ہے تو یہ حادث ہے اور اگر دیکھا جائے کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے اور اللہ قدیم ہے اس لیے اسکا کلام بھی قدیم ہے تو یوں قرآن قدیم ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ یہ اللہ کی ہم پر عظیم رحمت ہے کہ اس نے اپنے کلام قدیم کو لباس حادث میں ہمارے پاس بھیج دیا تا کہ اسکے پڑھنے سے ہمارا اللہ سے رابطہ استوار ہو جائے۔

فقہ اکبر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صفات الله فی الازل غیر محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقة او محدثة او وقف او شك فيهما فهو كافر بالله. القرآن كلام الله تعالىٰ فی المصاحف مكتوب وفی القلوب محفوظ و علىٰ الالسنة مقروء و علىٰ النبی ﷺ منزل ولفظنا بالقرآن مخلوق وكتابتنا له مخلوقة وقراءتنا له مخلوقة والقرآن غير مخلوق۔

یعنی اللہ کی صفات ازل میں غیر محدث ہیں (قدیم ہیں) اور غیر مخلوق ہیں۔ جس نے ان کو مخلوق یا محدث کہا یا اس میں توقف وتردد کیا وہ اللہ کا منکر ہے۔ اور قرآن مصاحف میں لکھا جاتا ہے۔ سینوں میں محفوظ کیا جاتا ہے زبانوں پر پڑھا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ ہے تو ہمارا اسے بولنا پڑھنا اور لکھنا حادث ہے مگر خود قرآن غیر حادث ہے۔[1]

---

[1] فقہ اکبر مع شرح فقہ اکبر لملا علی القاری صفحہ ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت سن طباعت ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء

ملا علی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ اللہ کا کلام اسم مشترک ہے کلام نفسی قدیم اور کلام لفظی حادث کے درمیان، کلام نفسی اس معنی میں کلام اللہ ہے کہ وہ اللہ کی صفت ہے اور کلام لفظی اس معنی میں کلام اللہ ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنی کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں: ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ وہ اللہ کی وحی اور اسکی صفت ہے وہ اللہ کے لیے نہ عین ہے نہ غیر۔ بلکہ وہ اللہ کی صفت ہے اسے صحف میں لکھا جاتا ہے زبانوں پر پڑھا جاتا ہے سینوں میں محفوظ کیا جاتا ہے، تو حروف، حرکات، کاغذ اور کتابت، کلمات اور آیات یہ سب قرآن کا آلہ ہیں، کیونکہ بندوں کو اسکا معنی ان اشیاء کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔[1]

تو امام بوصیری نے انہی نظریات کو اس شعر میں اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

---

[1] شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۸

(۹۲) لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَّهْيَ تُخْبِرُنَا
عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَّعَنْ اِرَمِ

حل لغات:

الْمَعَادِ : اسم ظرف از عَادَ یَعُوْدُ لوٹنے کی جگہ اس سے مراد روز قیامت ہے۔

عَادٍ وَّعَنْ اِرَمِ: یہ مختلف اقوام ہیں جنکی طرف اللہ کے پیغمبر ہود علیہ السلام بھیجے گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قوم عاد ہی کو ارم بھی کہا جاتا ہے اور الفاظ قرآن کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ [1] سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کماھو ظاھر

سادہ ترجمہ:

قرآن کی آیات (کلام نفسی ہونے کے اعتبار سے) کسی زمانہ سے خاص نہیں ہیں پھر بھی وہ ہمیں آخرت اور عاد وارم کی خبریں دیتی ہیں۔

منظوم ترجمہ:

زمانوں سے وہ بالا ہے مگر ہم کو بتاتا ہے
قیامت کی خبر اور حال قوم عاد و قوم ارم

شرح:

یعنی قرآن کلام اللہ کلام نفسی وازلی ہونے کے اعتبار سے قدیم ہے اسکا کسی زمانہ سے تعلق نہیں ہے مگر اسکے باوجود وہ ہمیں ماکان ومایکون یعنی گزشتہ زمانہ وآئندہ زمانہ کی خبریں دیتا ہے۔ یعنی اللہ نے ازل میں اپنے کلام کے ذریعہ خبر دیدی کہ یہ یہ واقعات ہونگے۔ جن میں سے بعض ہمارے لیے

[1] الفجر، آیت ۵

ماضی میں گزرے ہیں اور بعض نے مستقبل میں آنا ہے۔ مگر اللہ نے یہ واقعات اپنے اس کلام میں ارشاد فرمادیے ہیں جو اس نے ازل میں فرمایا۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

وما ذکر اللہ تعالیٰ فی القرآن حکایۃ عن موسیٰ وغیرہ من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام وعن فرعون وابلیس فان کل ذالک کلام اللہ تعالیٰ اخباراً عنھم وکلام اللہ غیر مخلوق وکلام موسیٰ وغیرہ من المخلوقین مخلوق والقرآن کلام اللہ فھو قدیم لا کلامھم۔

یعنی قرآن میں اللہ تعالیٰ جو موسیٰ اور دیگر انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام اور فرعون وابلیس کی باتیں حکایت فرماتا ہے تو یہ سب اللہ کا کلام ہے جو (ازل میں) ان واقعات کی حکایت ہے۔ تو کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور کلام موسیٰ اور دیگر مخلوقین کا کلام مخلوق ہے اور قرآن کلام اللہ ہے اس لیے قدیم ہے مگر ان کا کلام قدیم نہیں ہے۔ [1]

---

[1] فقہ اکبر صفحہ ۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۹۳) دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِّنَ النَّبِيِّينَ إِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

حل لغات:

فَفَاقَتْ : فعل ماضی از فَاقَ يَفُوقُ (ن) بلند ہونا، غالب ہونا۔

لَمْ تَدُمِ : فعل جحد از دَامَ يَدُوْمُ (ن) ہمیشہ رہنا یعنی وہ معجزات ہمیشہ نہ رہے۔

سادہ ترجمہ:

قرآنی آیات ہمیشہ کے لیے ہمارے پاس موجود ہیں۔ تو یہ ان سب معجزات پہ غالب ہیں۔ جو پہلے انبیاء کرام سے ظاہر ہوئے۔ کیونکہ وہ معجزات وجود میں آئے مگر ہمیشہ نہ رہے۔

منظوم ترجمہ:

ہوئے سب انبیاء کے معجزے اک وقت میں ظاہر
مگر ہے معجزہ قرآں کا قائم تا حشر دائم

شرح:

قرآن زندہ ولازوال معجزہ ہے:

عظمت قرآن بیان کرتے ہوئے امام بوصیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے انبیاء کرام کے معجزے ایک خاص وقت میں ظاہر ہوئے پھر وہ حکایت بن گئے۔ یعنی ان کی شان اعجاز تھوڑی دیر کے لیے ظاہر ہوئی اور انسانوں نے دیکھی۔ پھر وہ ایک خبر بن گئی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو پھاڑا۔ پتھر سے چشمے نکالے اور عصا کو اژدھا بنایا، یونہی عیسیٰ علیہ اسلام نے مردے زندہ کیے۔ بیماروں کو اچھا کیا اور اندھوں کو بینا کیا۔ مگر ان سب معجزات کو انسانوں نے تھوڑی دیر کے لیے دیکھا۔ جبکہ قرآن

کی شان اعجاز تا قیامت قائم ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے انبیاء کا دور بعثت محدود تھا۔ہر پیغمبر کسی خاص وقت کے لیے آیا، پھر اسکی ذمہ داری ختم ہوگئی ،اس کے بعد دوسرا پیغمبر آگیا،مگر ہمارے آقا مولیٰ ﷺ کی بعثت و رسالت تا قیامت ہے قیامت بھی آپ کی سرپرستی میں قائم ہوگی۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی

تو چونکہ رسالت محمدیہ لازوال ہے اس لیے آپ کو جو معجزہ دیا گیا وہ بھی لازوال ہے۔یوں کہیے کہ پہلے انبیاء کرام کے معجزات جسمانی تھے جبکہ سید المرسلین ﷺ کا معجزہ علمی و روحانی ہے۔جسم کو زوال ہے علم اور روح کو زوال نہیں ہے۔

(۹۴) مُحَكَّمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ
لِّذِيْ شِقَاقٍ وَّلَا يَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمٍ

حل لغات:

مُحَكَّمَاتٌ : جمع مؤنث اسم مفعول از حَكَّمَ يُحَكِّمُ۔ کسی کو حاکم ٹھہرانا اور اس سے فیصلہ لینا۔ جیسے فرمایا: وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وہ آپ کو کس طرح فیصل بناتے ہیں[1] یعنی قرآنی آیات کو فیصلہ کرنے والی بنایا گیا ہے۔

شُبَهٍ : شُبْهَةٌ کی جمع بمعنیٰ شک غیر یقینی بات۔

سادہ ترجمہ:

قرآنی آیات کو فیصلہ کرنے والی بنایا گیا ہے۔ تو وہ جھگڑا کرنے کے لیے شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتیں۔ اور نہ ہی وہ چاہتی ہیں کہ (ان کے بعد مزید) کوئی فیصلہ کرنے والا آئے۔

منظوم ترجمہ:

یہ قرآں ایسا فیصل ہے نہیں یہ چھوڑتا کچھ شک
نہیں اس پر کوئی فیصل یہ ہر جھگڑے میں ہے حاکم

شرح:

قرآن وسنت کے فیصلہ پر کوئی فیصلہ غالب نہیں آسکتا:

امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیات کو حکم کرنے والی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ایسا فیصلہ کرتی ہیں کہ پھر کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا انکے حکم کے بعد مزید کسی حکم کی ضرورت نہیں

---

[1] (مائدہ۔ ۴۳)

رہتی ۔اس لیے جس شخص کو قرآن اور صاحب قرآن رسول کا کوئی واضح حکم منظور نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔ کھلا کافر اور منافق ہے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

ترجمہ: تو اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کا رب ہونے کی قسم! لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کو ہر اس جھگڑا میں جو ان کے مابین پیدا ہو حاکم نہ مان لیں۔ اور آپ کا حکم ایسے تسلیم کریں جیسے کرنے کا حق ہے۔[1]

مزید اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝.

ترجمہ: اور کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے کوئی اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلا گمراہ ہو گیا۔[2]

مگر یہ مقام افسوس ہے۔کہ آج اکثر اسلامی مما لک میں کہنے کی حد تک قرآن وسنت کو ملک کا قانون قرار دیا گیا ہے مگر عملاً قرآن کریم کو ایکطرف رکھ کر انگریزی اور غیر اسلامی قوانین کو رائج رکھا گیا ہے۔ یہی حال مملکت اسلامیہ پاکستان کا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ غیر اسلامی سیاسی طاقتیں برداشت نہیں کرتیں کہ کسی ملک مین دین اسلام ایک نظام کے طور پر رائج ہو۔انہیں صرف یہی قبول ہے کہ مسلمان نمازیں پڑھیں ،روزے رکھیں، حج و زکوٰۃ ادا کریں۔ مگر ساتھ میں بے حیائی بھی عام کریں۔انکی تہذیب کو بھی اپنائیں، عورتوں کو اسی طرح جنس بازار بنائیں۔ جس طرح اہل یورپ وامریکہ

---

[1] نساء۔ آیت ۶۵

[2] احزاب آیت ۳۶

نے بنایا ہے۔اسی طرح غیر اسلامی طاقتوں کو یہ برداشت نہیں کہ اہل اسلام اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کی طرف توجہ کریں۔اور ہمارے نام نہاد مسلم حکمران اپنے غیر ملکی غیر اسلامی بلکہ طاغوتی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے قرآن کو صرف تلاوت کی حد تک رکھنے دیتے ہیں۔وہ قرآن کے فیصلوں اور اسکے احکام کو نافذ نہیں کر سکتے۔ورنہ انکے آقا ناراض ہو جاتے ہیں۔اے اللہ تو ہماری مدد فرما۔مسلمانوں کو کوئی بہادر جرأت مند باغیرت اور کردار صحابہ کا حامل حاکم عطا فرما۔ ؎

اج دین نبی کا وانگ یتیماں رووے تے کُرلاوے
کتھوں آوے فیر عمر بہادر جیہڑا روندے نوں گل لاوے

(۹۵) مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ
اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْہَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

حل لغات:

حُوْرِبَتْ : ماضی مجہول از باب مفاعلہ حَارَبَ یُحَارِبُ لڑائی کرنا۔
اَعْدٰی : اسم تفضیل از عَدَا یَعْدُوْ دشمنی کرنا، یعنی سب سے بڑا دشمن۔
اَلْاَعَادِیْ : یہ اعدیٰ کی جمع منتہی الجموع ہے۔
مُلْقِیْ : اسم فاعل از باب افعال اَلْقٰی یُلْقِیْ ڈالنا، ہتھیار پھینکنا۔
اَلسَّلَم : سلامتی، اطاعت

سادہ ترجمہ:

قرآنی آیات سے جب بھی مقابلہ اور لڑائی کی گئی۔ تو انکے سب دشمنوں سے بڑا دشمن بھی ایسا ہو گیا کہ اس نے اطاعت اختیار کرتے ہوئے ہتھیار پھینک دیے۔

منظوم ترجمہ:

بڑے سے بھی بڑا دشمن جو اسکے سامنے آئے
سپر انداز ہو جاتا ہے کر دیتا ہے گردن خم

شرح:

قرآن میں تحریف کا امکان نہیں:

قرآن کے مقابلہ میں کوئی شخص بول نہیں سکتا۔ کسی کو جرات نہیں کہ اسکی کسی آیت میں کوئی تبدیلی کر سکے۔ اسکی پیش کے آگے کسی کی پیش نہیں جاتی اور قرآن کی زیر و زبر میں تبدیلی کی کوشش

کرنے والا زیروزبر ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے حفاظت قرآن کا ذمہ خود اٹھایا ہے۔ پہلی کتابوں میں تحریف ہوگئی۔ لوگوں نے ان میں سے اصل مضامین نکال دیے اور اپنی طرف سے من گھڑت مضامین ڈال دیے۔ اللہ فرماتا ہے:

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۙ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

ترجمہ: وہ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ [1]

مگر قرآن کے بارہ میں فرمایا گیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن اتارا اور ہم ہی بلاشبہ اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [2]

چنانچہ چودہ صدیوں سے زیادہ زمانہ گزرگیا ہے۔ آج تک قرآن میں کسی کو اسکے ایک لفظ یا ایک حرف میں کسی قسم کی تغییر وتبدیلی یا تحریف کی جرات نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسکی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ ہی قرآن کا محافظ ہے۔ البتہ وہ دنیا میں اپنا ہر کام اسباب سے کرتا ہے۔ وہی رازق ہے لیکن وہ ہر کسی کو اسباب کے ذریعہ روزی دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن کا محافظ اللہ ہے، مگر اس نے اس کی حفاظت اسباب کے ذریعہ کی ہے، ان میں سے بعض اسباب درج ذیل ہیں۔

حفاظت قرآن کے اسباب

پہلا سبب:

قرآن کی زبان صرف عربی رکھی گئی۔ اسی لیے قرآن کو بار بار عربی قرآن کہا گیا:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا

ترجمہ: ہم نے اسے عربی قرآن کی صورت میں اتارا ہے۔ [3]

---

[1] بقرہ آیت ۷۹

[2] حجر آیت ۹

[3] یوسف آیت ۲

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جسکی آیات میں تفصیل کی گئی ہے۔ یہ عربی قرآن ہے۔ [1] وغیرہ

اس کا سبب یہ ہے کہ پہلی کتابوں کی زبان ایک نہ تھی۔ وہ جس زبان میں اتریں وہاں سے انہیں دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ پھر وہاں سے انہیں مزید اگلی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اور جوں جوں ترجمہ در ترجمہ ہوتا گیا، لوگ ان کے مفہوم کو بدلتے گئے۔ اور بدلتے بدلتے سب کچھ بدل گیا۔ لوگوں نے ان کتابوں کی ہندی کی چندی کر کے رکھدی۔ اگر قرآن کی زبان بھی ایک زبان نہ رکھی جاتی۔ تو اسکے ساتھ وہی کچھ ہو جاتا جو پہلی کتابوں کے ساتھ ہوا، مگر اللہ نے قرآن کی زبان صرف ایک رکھی یعنی عربی۔ اب غیر عربی میں ترجمہ قرآن تو ہو سکتا ہے مگر اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا وہ ترجمہ قرآن ہے یا تفسیر قرآن ہے اسی لیے اسے نماز میں نہیں پڑھا جا سکتا۔

اور اسی لیے علماء اصول نے کہا: القرآن اسم للفظ و المعنیٰ جمعاً قرآن لفظ و معنیٰ دونوں کا نام ہے۔ [2] یعنی جب تک وہی الفاظ نہ ہوں جو اتارے گئے۔ تب تک صرف معنیٰ کو قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ الغرض اللہ نے قرآن کو ایک زبان میں مقید کر کے اس کو ہر طرح کی تحریف سے بچا لیا ہے۔

دوسرا سبب:

حفاظت قرآن کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اسکا یاد کرنا آسان کر دیا گیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے قرآن کا یاد کرنا آسان کر دیا ہے۔ [3]

چنانچہ دنیا میں اسکے کروڑوں حفاظ موجود ہیں۔ یہ سینوں میں لکھا جا چکا ہے۔ اب اس میں کسی

---

۱ سورہ فصلت، آیت ۳

۲ نور الانوار، بحث کتاب اللہ

۳ سورہ القمر آیت ۱۷

لفظ یا حرف کی تبدیلی کون کر سکتا ہے۔ پہلی کتابوں کا یہ عالم نہ تھا۔ جبکہ قرآن کو چھ چھ سال کے بچے اول تا آخر یوں ضبط کر لیتے ہیں کہ اس پر عقلیں دنگ ہیں۔ یہ بھی حفاظت قرآن کا ایک سبب ہے۔

تیسرا سبب:

پہلی کتابیں جن انبیاء پر نازل ہوئیں انہوں نے کتابوں کو اپنے سامنے نہ لکھوایا۔ وہ انکے چلے جانے کے بعد لکھی گئیں۔ مگر قرآن کا ہر لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لکھا گیا۔ بعد میں انہی تحریرات کو جمع کر کے دور عثمانی میں ان کو کتابی شکل دیدی گئی۔ اس لیے بھی قرآن میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی۔ اسکے مزید بھی اسباب ہیں جو میں نے اپنی تحریر کردہ تفسیر برہان القرآن میں مذکورہ آیت اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝۹ [1] کے تحت لکھے ہیں۔

[1] حجر آیت ۹

(۹۶) رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا
رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِيْ عَنِ الْحَرَمِ

حل لغات:

مُعَارِضِهَا : اسم فاعل از باب مفاعلہ عَارَضَ يُعَارِضُ مقابلہ کرنا برابری کرنا۔ کہتے ہیں: عارضہ فی السیر اسنے فلاں شخص سے چلنے میں برابری کی۔

الْغَيُوْرِ : صفت برائے مونث از باب غَارَ يَغَارُ بمعنی غیرت رکھنے والی عورت۔

يَدَ الْجَانِيْ : مجرم کا ہاتھ، مراد نامحرم کا ہاتھ۔

الْحَرَمِ : وہ چیز جو محفوظ رکھی جائے اور اسکا دفاع کیا جائے۔ یہاں عزت و ناموس مراد ہے۔

سادہ ترجمہ:

قرآنی آیات کی بلاغت ایسی ہے کہ برابری کا دم بھرنے والے شخص کے ہر دعویٰ کو ایسے رد کر دیتی ہے۔ جیسے غیرت مند عورت اپنی حفاظت میں ہر نامحرم کے ہاتھ کو جھٹک دیتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

بلاغت اسکی دیتی ہے جھٹک دست معارض کو
کہ جیسے پاک دامن زن جھٹک دے دست نامحرم

شرح:

قرآن کی مثل کا ناممکن ہونا:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی ایک اور عظمت بتا رہے ہیں۔ اور وہ اس کی مثل کا ناممکن ہونا ہے۔ شعر کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ایسی ہے کہ برابری کا دعویٰ کرنے والے

کے ہاتھ کو یوں جھٹک دیتی ہے جیسے غیرت مند پاک دامن عورت کسی نامحرم کے بڑھنے والے ہاتھ کو جھٹک دیتی ہے۔ یعنی کوئی ناپاک ذہن والا شخص جرات نہیں کرسکتا کہ اسکی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اسی طرح قرآن کی فصاحت کے مقابلہ میں کسی کی جرات نہیں کہ برابری کا دعویٰ کرے۔

چنانچہ اہل عرب کو اپنی فصاحت لسانی پر بڑا ناز تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کو "اعجم" گونگے کہتے تھے۔ مگر جب ان کے سامنے قرآن پیش کیا گیا تو خود انکی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اہل عرب میں ایک محاورہ ہے "اَلْقَتْلُ اَنْفَى لِلْقَتْلِ" "قتل کو قتل ہی بہتر مٹا سکتا ہے۔ اہل عرب سمجھتے تھے کہ اس محاورہ میں ہم نے حکمت کا دریا بند کر دیا ہے۔ اسکے مقابلہ میں قرآن نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ

ترجمہ: اے عقل والو ے تمہارے لیے قصاص (خون کا بدلہ خون) میں زندگی ہے۔[1]

قرآن کے اس بلیغ ترین جملہ کو دیکھ کر اہل عرب کو اپنے مذکورہ محاورہ پر شرمندگی ہونے لگی۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں اسکی کوئی حیثیت ہی نہیں مذکورہ عربی محاورہ میں کئی عیوب ہیں۔ مثلاً اس میں لفظ قتل کا تکرار ہے جو کلام کا عیب ہے۔ جبکہ قرآنی کلام اس سے محفوظ ہے۔ پھر اس عربی محاورہ میں خوف و دہشت کا اظہار ہے۔ قرآنی کلام میں زندگی کی بشارت ہے۔ یعنی اس میں مژدۂ حیات دیا گیا ہے۔ پھر عربی محاورہ میں صرف قتل کا ذکر ہے۔ قرآنی کلام میں قصاص کا بیان ہے۔ جس میں قتل کا بدلہ قتل۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ، ناک کا بدلہ ناک، دانت کا بدلہ دانت اور زخم کا بدلہ ویسا ہی زخم سب شامل ہے۔ جیسے فرمایا گیا:

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط

ترجمہ: ہر زخم میں قصاص لازم ہے۔[2]

الغرض قرآن کے ایک جملہ نے اہل عرب کے فصیح ترین محاورہ کا غرور خاک میں ملا دیا۔

اسی لیے اللہ نے پہلے سارے عرب کو چیلنج کیا کہ قرآن جیسی کتاب لاؤ۔ تو فرمایا:

---

[1] بقرہ آیت ۱۷۹

[2] مائدہ، آیت ۴۵

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝۸۸

ترجمہ: اگر تمام جن وانس اس بات پر جمع ہو جائیں۔ کہ قرآن جیسی کتاب لائیں تو اسکی مثل نہیں لاسکتے۔ خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔ [1]

یہ چیلنج مکی دور میں کیا گیا۔ چنانچہ کئی سال گزر گئے۔ مگر وہ قرآن کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔ تب مکی دور ہی میں اس سے نرم تر دوسرا چیلنج دیا گیا۔ ارشاد ہوا:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳

ترجمہ: کیا وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو حضور ﷺ نے از خود گھڑا ہے۔ آپ فرما دیں کہ تم اسکی مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا جس کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو بلالو۔ اگر تم سچے ہو۔ [2]

مگر عرصہ بیت گیا اہل عرب قرآن جیسی دو سورتیں بھی نہ لا سکے تب مدنی دور میں ان کو آخری چیلنج دیا گیا۔ اور ارشاد ہو:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۳

ترجمہ: اور اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے۔ جو ہم نے اپنے بندۂ خاص (محمد ﷺ) پر اتاری ہے۔ تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ [3]

اور لفظ بسورۃ کی تنکیر بتا رہی ہے کہ خواہ چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل لے آؤ۔ مگر وہ اتنا

---

1 بنی اسرائیل آیت ۸۸

2 ہود آیت ۱۳

3 بقرہ، آیت ۲۳

اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ۝۱ کی مثل بھی نہ لا سکے۔اور اس چیلنج کو چودہ صدیوں سے زیادہ زمانہ گزر گیا ہے۔مگر کوئی اسے قبول نہ کر سکا اور نہ قیامت تک کر سکتا ہے۔کیونکہ قرآن کلام خداوندی ہے۔اب مخلوق اسکی مثال کیسے لا سکتی ہے۔

انسان ایک دوسرے سے بڑا ہوائی جہاز بنا رہے ہیں۔تیز سے تیز تر اور دور مار میزائل بنا رہے ہیں۔مگر کوئی انسان آج تک مکھی کا پر نہیں بنا سکا۔مچھر کی ٹانگ نہیں بنا سکا۔کیونکہ اسے اللہ نے بنایا ہے۔اسکی مثال کون لا سکتا ہے۔ایسے ہی قرآن کلام اللہ ہے اب اسکی مثل کون لائے۔

(۹۷) لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ
وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

حل لغات:

مَعَانٍ : معنیٰ کی جمع ہے۔ جو اصل میں مَعَانِيُ ہے۔ یاء کو حذف کر کے اسکے آخر میں تنوین لائی گئی۔

مَدَدٍ : مصدر از باب مَدَّ يَمُدُّ مدد کرنا۔

وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ: اصل میں وَهِيَ فَوْقَ جَوْهَرَه ہے۔ اور ضمیر مجرور کا مرجع البحر ہے۔

الْقِيَمِ : قیمت کی جمع ہے

سادہ ترجمہ:

آیات قرآن کریم کے معانی ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد میں امواج سمندر کی طرح ہیں۔ اور قرآنی آیات اپنے حسن اور اپنی قیمت میں سمندر کے موتیوں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

منظوم ترجمہ:

معانی اسکے کیا ہیں بس وہ امواج سمندر ہیں
جو اہر اسکے ہیں سب گوہروں سے اعلیٰ و ادسم

شرح:

قرآنی آیات کے معانی ایسے ہیں جیسے سمندر کی لہریں۔ کہ ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری لہر اُٹھتی چلی آتی ہے۔ قرآن کریم کا بھی یہی حال ہے۔ ایک آیت کی کئی تفسیریں ہوتی

ہیں اور ہر تفسیر دوسری سے اعلیٰ واحسن نظر آتی ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے علم و حکمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔اور قرآن کریم حکمت و دانائی کا ایسا بحر عمیق ہے کہ اسکی تہہ میں حکمت و ہدایت کے گوہر ہائے گراں بہا ہاتھ آتے ہیں۔صرف غوطہ زنی کی ضرورت ہے۔وہ ایسے جواہر ہیں کہ دنیوی سمندروں کے موتی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔چنانچہ قرآن کریم کی تفسیر میں سینکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔اور جو بھی اس میں غوطہ لگاتا ہے۔نئے سے نیا موتی لے کر آتا ہے۔

(۹۸) فَلَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی عَجَآئِبُهَا
وَلَا تُسَامُ عَلَی الْاِکْثَارِ بِالسَّأَمِ

حل لغات:

تُعَدُّ : مضارع مجہول از عَدَّ یَعُدُّ بمعنی شمار کرنا۔

جیسے قرآن میں ہے: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو تم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔[۱]

لَا تُحْصٰی : مضارع مجہول از باب افعال اَحْصٰی یُحْصِیْ بمعنی گھیرنا، احاطہ کرنا۔

لَا تُسَامُ : مضارع مجہول از سَئِمَ یَسْأَمُ کہتے ہیں سَئِمَ مِنْهُ وہ اس سے اکتا گیا۔

بِالسَّأَمِ : مصدر از باب سَئِمَ یَسْأَمُ (س) اکتانا۔

سادہ ترجمہ:

قرآن کریم کے عجائب نہ گنے جا سکتے ہیں۔ نہ کسی احاطہ میں لائے جا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی قرآنی آیات سے کثرت تلاوت کے سبب اکتاہٹ ہوتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

مکرر پڑھنا اسکا دل پہ کچھ تنگی نہیں لاتا
نہیں ممکن کہ اسکی عظمتوں کو گھیرے کوئی علم

شرح:

قرآن کریم کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ یعنی ہر بار پڑھنے سے اہل علم پر اس سے نئے سے

---

[۱] ابراہیم، آیت ۳۴

نیا فائدہ منکشف ہوتا ہے۔ اور اس کے بار بار پڑھنے سے طبیعت میں اکتاہٹ نہیں آتی۔ کہ اسے تو ہم پہلے بھی کئی بار پڑھ چکے ہیں۔ اب انہی باتوں کو دہرائے چلے جانے کا کیا معنیٰ ہے؟ نہیں، قرآن کو جتنی بار پڑھا جائے ہر بار قلب و روح کو نیا لطف آتا اور نیا سکون ملتا ہے۔ سبحان اللہ

قرآنی خصوصیات زبان رسول اللہ ﷺ سے:

اسی لیے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنے نمودار ہونگے۔ میں نے عرض کیا ان سے نکلنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ فرمایا: اللہ کی کتاب۔ اس میں گزشتہ زمانہ کی خبریں ہیں اور آئندہ کی پیش گوئیاں ہیں۔ یہ تمہارے ہر جھگڑے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس میں کوئی مذاق کی بات نہیں۔ جو اس کو تکبر کے سبب چھوڑے اللہ اسے توڑ ڈالے گا۔ جو اسے چھوڑ کر ہدایت ڈھونڈے گا اللہ اسے گمراہ کردے گا۔ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ وہ ذکر حکیم ہے۔ وہ صراط مستقیم ہے۔ انسانی خواہشیں اسے بدل نہیں سکتیں۔ زبانیں اسے ملتبس نہیں کرسکتیں۔ علماء اس سے سیر نہیں ہوسکتے۔ بار بار پڑھنے سے اس میں پرانا پن نہیں آتا۔ اور اسکے عجائب ختم نہیں ہوسکتے۔ جنات نے اسے سنا تو اس پر ایمان لانے سے رک نہ سکے۔ جو قرآن کی روشنی میں بات کرے اس نے سچ کہا۔ جو اس پر عمل کرے اسے اجر ملے گا۔ جو اس پر فیصلہ کرے وہ عدل کرے گا۔ اور جو اسکی دعوت دے اسے سیدھی راہ کی ہدایت مل جائے گی۔ [1]

---

[1] ترمذی کتاب ثواب القران باب ۱۴، سنن دارمی کتاب فضائل القرآن باب ۱

(۹۹) قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيهَا فَقُلْتُ لَهُ
لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللهِ فَاعْتَصِمِ

حل لغات:

قَرَّتْ : ماضی از قَرَّ یَقِرُّ قَرَّتْ عَیْنُهُ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں یعنی وہ خوش ہوگیا۔

ظَفِرْتَ : ماضی از ظَفِرَ یَظْفَرُ (س) کامیاب ہونا۔

سادہ ترجمہ:

قرآنی آیات کی تلاوت سے پڑھنے والے کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ تو میں نے اسے (مبارک دیتے ہوئے) کہا: تم اللہ کی رسی کو تھامنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔

منظوم ترجمہ:

ہے قاری اسکا کیا خوش بخت میں اسکو یہ کہتا ہوں
یہ ہے رسی خدا کی تھام رکھو اسکو تم محکم

شرح:

قرآن کی تلاوت سے قاری کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں یعنی اسکی تلاوت سے دل میں سکون اترتا ہے۔ نہ صرف پڑھنے والے پر اترتا ہے بلکہ سننے والوں کا دل بھی سکون سے بھر جاتا ہے۔

قرآن کی تاثیر سے دلوں کے بدل جانے کے واقعات:

خود قرآن فرماتا ہے کہ اسکا سننا دلوں پر اثر کرتا ہے۔ جب شاہ نجاشی پر قرآن نے اثر کیا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تلاوت سے اسنے زار زار رونا شروع کر دیا اور ایمان اختیار کر لیا تو اس نے کہا جس رسول پر یہ قرآن اترا ہے اسکی اپنی تلاوت کی کیا تاثیر ہو گی۔ تو اس نے ستر عیسائی علماء

رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے تا کہ آپ سے قرآن سنیں۔ جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا مدعیٰ پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سورہ یاسین سنائی جسے سن کر وہ اس قدر روئے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں اور وہ سب ایمان لے آئے۔ ان کے بارہ میں ساتویں سپارہ کی ابتدائی آیات اتریں۔ اللہ نے فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور جب وہ قرآن سنتے ہیں جو رسول (ﷺ) پر اتارا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ انکی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں گواہی دینے والوں میں شامل فرمالے۔[1]

اور خود قرآن نے جا بجا قرآن کی اس تاثیر کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ

ترجمہ: اللہ نے سب سے اچھا کلام اتارا ہے۔ جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین یکساں ہیں اور اسے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی چمڑیاں اور انکے دل ذکر الٰہی کی طرف نرم ہو کر جھک جاتے ہیں۔[2]

قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا ۚ إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾

---

۱ (مائدہ آیت ۸۳) درمنثور بروایت ابن ابی حاتم ابوالشیخ ابن مردویہ ابن منذر جلد ۳ صفحہ ۱۳۰۔

۲ زمر آیت ۲۳

آپ فرمادیں کہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن کو اس سے قبل علم دیا گیا جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ۔[1]

قرآن کریم کی تاثیر کا ایک عظیم الشان نظارہ وہ بھی ہے جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قرآن نے ایسا اثر کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا سر لینے گھر سے نکلے تھے مگر جا کر آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔یعنی اطاعت قبول کر لی ۔ ع

قرآن پاک کو سنتے ہی آنسو ہو گئے جاری
خدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہوئی طاری

قرآن کریم آج بھی اپنی تاثیر دکھا رہا ہے:

میں نے ایک کتاب پڑھی ہے ”ہم کیوں مسلمان ہوئے“ اس میں دنیا کے نوے مشہور نومسلم لوگوں کے حالات، انٹرویوز اور انکے اسلام لانے کے واقعات بتائے گئے ہیں ۔یعنی وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آگے ہزاروں لوگوں کو مسلمان کیا۔ان میں امریکہ کے علامہ اسد، برطانیہ کے ڈاکٹر ہارون اور یوسف اسلام اور انڈیا کے مولا نا خلیل الرحمان وغیرہ شامل ہیں ۔ان میں سے اکثر لوگوں کا یہی کہنا ہے کہ وہ قرآن پڑھ کر اسلام لا ئے ۔ان کے بقول قرآن کا پر جلال انداز بیان اور جھنجھوڑنے والا طریقہ دعوت دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

---

[1] بنی اسرائیل، آیت ۱۰۷

(۱۰۰) اِنۡ تَتۡلُهَا خِيۡفَةً مِّنۡ حَرِّ نَارِ لَظٰى
اَطۡفَأۡتَ حَرَّ لَظٰى مِنۡ وِّرۡدِهَا الشَّبَمِ

حل لغات:

خِيۡفَةً : مصدر از خَافَ يَخَافُ ڈرنا۔

لَظٰى : آگ کا بھڑکنا اسی سے ہے نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ یعنی آگ جو بھڑکتی ہے۔[1]

اَطۡفَأۡتَ : ماضی از باب افعال اَطۡفَأَ يُطۡفِئُ آگ کا بجھانا۔ قرآن میں ہے: يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وہ اپنی پھونکوں سے نورِ خدا کو بجھانا چاہتے ہیں۔[2]

وِّرۡدِهَا : وِرد آگ کے حصہ کو بھی کہتے ہیں۔

الشَّبَمِ : پانی کا ٹھنڈا ہونا۔

سادہ ترجمہ:

اگر تم قرآنی آیات کو شعلہ بار نارِ جہنم کی تپش کے خوف سے پڑھو گے۔ تو ضرور اس کے شعلوں کی تپش کو قرآن کے ٹھنڈے پانی سے بجھا دو گے۔

منظوم ترجمہ:

اگر پڑھتے ہو قرآن عذاب نار کے ڈر سے
جہنم کو بجھا دو گے تلاوت اس کی کر کے تم

شرح:

یعنی اگر قرآن کریم کو اس خوف سے پڑھا جائے تا کہ اس سے نارِ جہنم سے بچا جائے تو یقیناً یہ مقصد حاصل ہو گا اور قرآن اس کو نارِ جہنم سے بچالے گا۔ چنانچہ

---

[1] اللیل آیت ۱۴

[2] سورہ توبہ آیت ۳۲

تلاوت قرآن کریم کا اجر و ثواب:

حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کیا۔ پھر اس کے حلال کو حلال رکھا اور حرام کو حرام اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور اسے اپنے اہل خانہ میں سے دس افراد کی شفاعت کی اجازت دے گا۔ بعد ازاں کہ ان پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ [۱]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں تیس آیات والی ایک سورت ہے۔ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہے گی۔ حتیٰ کہ اسکی بخشش کر دی جائے گی۔ اور وہ ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ [۲]

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کیلیے سورہ یاسین کی تلاوت کی۔ اللہ اسکے سابقہ گناہ معاف فرما دے گا۔ تو تم اپنے مردوں کے پاس اسے پڑھا کرو۔ [۳]

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دس بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ (پوری سورت) کو پڑھا۔ اسکے لیے جنت میں محل بنایا جائے گا۔ اور جس نے بیس بار پڑھا۔ اس کے لیے دو محل بنائے جائیں گے اور جس نے تیس بار پڑھا۔ اسکے لیے تین محلات بنائے جائیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اِذاً لَنُكَثِّرَنَّ تب تو ہم اسے زیادہ پڑھیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے۔ [۴]

الغرض قرآن کریم کو توجہ، خشیت اور خوف خدا کے ساتھ پڑھنا عظیم ثواب رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے جنت کے درجات عطا فرماتا اور دوزخ کو حرام کرتا ہے۔

---

۱ ترمذی کتاب ثواب القرآن باب ۱۳، ابن ماجہ مقدمہ باب ۱۶

۲ (سورہ ملک) ترمذی کتاب ثواب القرآن باب ۹، ابن ماجہ کتاب الادب باب ۵۲، مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۹۹

۳ مشکوٰۃ شریف بروایت بیہقی فی شعب الایمان کتاب فضائل القرآن حدیث ۲۰۷۱

۴ مشکوٰۃ شریف بروایت دارمی حدیث ۲۰۷۸

(۱۰۱) كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوهُ بِهِ
مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاءُوهُ كَالْحُمَمِ

حل لغات:

الْعُصَاةِ : عاصی کی جمع یعنی گناہگار۔
كَالْحُمَمِ : حُمَمٌ حُمَّةٌ کی جمع ہے یعنی سیاہ کوئلہ۔

سادہ ترجمہ:

قرآنی آیات ایک حوض ہیں۔اس کے سبب (اس میں غوطہ لگانے کی وجہ سے) گناہگاروں کے چہرے سفید ہو جائیں گے۔حالانکہ جب ان کو لایا گیا تھا وہ کوئلوں جیسے تھے۔

منظوم ترجمہ:

سیاہ کار اس میں ہو کر غوطہ زن پر نور ہو جائیں
ہے قرآں نور کا وہ حوض بالائے قیاس و وہم

شرح:

یعنی قرآن کریم کی یہ برکت ہے کہ وہ لوگ جن کو جہنم نے جلا کر کوئلہ کر دیا ہوگا۔جب قرآن کے صدقے انکی بخشش کر دی جائے گی۔تو ان کے چہرے نورانی بنا دیے جائیں گے اور ان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔کئی احادیث کا یہ مضمون ہے کہ کچھ اہل ایمان جہنم میں جائیں گے وہاں کوئلہ بن جائیں گے۔ پھر ان کی بخشش فرمائی جائیگی تو انہیں ایک نہر میں نہلایا جائے گا۔جس سے ان کے چہرے نورانی بن جائیں گے۔پھر انہیں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔[1]

اس شعر کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن ایک حوض کی طرح ہے۔اس میں لوگ غلط عقائد واعمال کی سیاہی اپنے دل اور منہ پر لے کر غوطہ زن ہوتے ہیں۔تو قرآن ان کے دلوں سے شکوک وشبہات کی سیاہی دور کر دیتا ہے۔تب وہ اجلے دلوں اور چمکتے چہروں کے ساتھ باہر آتے ہیں۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۷۷)

(۱۰۲) وَ کَالصِّرَاطِ وَ کَالْمِیْزَانِ مَعْدِلَۃٍ
فَالْقِسْطُ مِنْ غَیْرِھَا فِی النَّاسِ لَمْ یَقُمِ

حل لغات:

مَعْدِلَۃٍ : مصدر میمی از عَدَلَ یَعْدِلُ عدل کرنا۔
فَالْقِسْطُ : انصاف۔ اللہ فرماتا ہے: وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔[1]

سادہ ترجمہ:

قرآن کریم ایک پل کی طرح ہے۔ (یا پل صراط کی مثل ہے) اور قرآن قیام عدل میں ایک ترازو کی طرح ہے۔ تو قرآنی آیات کو چھوڑ کر لوگوں میں انصاف قائم نہیں ہوسکتا۔

منظوم ترجمہ:

ہے قرآن اک صراط عدل یا انصاف کا میزاں
نہیں ممکن بغیر اسکے کہیں بھی عدل ہو قائم

شرح:

قرآن ہی سب سے بہتر نظام عدل پیش کرتا ہے

قرآن ایک سیدھا راستہ ہے جو جنت تک لیجاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:
اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾

ترجمہ: بیشک قرآن اس راستہ کی راہنمائی کرتا ہے جو مضبوط تر ہے اور ایمان والوں کو جو

---

[1] رحمٰن، آیت ۹

اچھے اعمال کرتے ہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ [1]

یا یہ معنیٰ ہے کہ قرآن پل صراط کی طرح ہے کہ جس طرح پل صراط پر سیدھا چلنے والا ہی جنت تک پہنچے گا۔اسی طرح قرآن پر چلنے والا ہی نجات پائے گا۔جس کے قدم اس ہدایت کے پل سے پھسلے وہ سیدھا جہنم میں جا گرا۔

یا قرآن عدل کے ایک ترازو کی طرح ہے۔جو بتاتا ہے کہ حقوق وفرائض میں توازن کیسے قائم کیا جائے۔لین دین میں برابری کیسے رکھی جائے

اور حدود اللہ کے قیام میں مساوات کیسے قائم کی جائے۔تو قرآن کو چھوڑ کر عدل کا قیام ناممکن ہے اور حدیث وفقہ میں قیام عدل کے جو احکام بتائے گئے ہیں وہ اصل میں قرآن ہی کی تعبیر ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک ضابطہ ارشاد فرما دیتا ہے۔جیسے وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کہ انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو۔ [2]

اب احادیث آگے وضاحت کرتی ہیں کہ وزن میں انصاف کیسے رکھا جائے۔میاں بیوی کے حقوق وفرائض میں کیسے انصاف کا توازن قائم کیا جائے۔اجیر ومتاجر کے حقوق میں کیسے انصاف قائم ہو۔وغیرہ۔الغرض قرآن ہی تمام نظام عدل کی بنیاد ہے۔

---

۱ بنی اسرائیل آیت ۹

۲ رحمٰن آیت ۹

(۱۰۳) لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَّاحَ يُنْكِرُهَا
تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

حل لغات:

لِحَسُوْدٍ : حسود اسم مبالغہ ہے از حَسَدَ یَحْسُدُ (ن)۔

رَّاحَ : شام کو آنا اور کبھی اسے مطلقاً آنے کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ یہاں اسی کو لیا گیا ہے۔

الْحَاذِقِ : ماہر۔

الْفَهِمِ : صفت مشبہ از فَهِمَ یفْهَمُ (س) بمعنی سمجھدار ذہین۔

سادہ ترجمہ:

تم اس پر تعجب نہ کرو کہ کبھی ایک حاسد شخص قرآنی آیات (کی حقانیت و ہدایت) سے انکار کرتا رہتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر جاہل بنتا ہے۔ حالانکہ (اپنے دنیوی معاملات میں) وہ بڑا ماہر اور سمجھدار ہوتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

نہ رکھو کچھ تعجب یہ کہ کتنے حسد کے مارے
ہیں منکر اسکے حالانکہ وہ ہیں سب خوب اہل فہم

شرح:

قرآن کے منکرین حاسد و جاہل ہیں:

دنیا میں کروڑوں وہ لوگ ہیں جن پر قرآن کی صداقت خوب واضح ہے۔ مگر صرف مذہبی تعصب، گروہ بندی اور آباء و اجداد کی تقلید انہیں حسد میں مبتلا کر دیتی ہے۔ تو وہ قرآن کے منکر رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگ اپنے دنیوی علوم کے اعتبار سے بڑے علم و فن کے مالک ہوتے ہیں۔ بڑے

بڑے ڈاکٹر، سائنس دان، ماہرین فلکیات وسیاسیات قرآن کو چھوڑ کر گائے کے آگے سجدہ ریز ہیں۔اور اسکا پیشاب متبرک سمجھ کر پیتے ہیں۔کوئی پتھروں کو پوج رہا ہے۔اور کوئی انسانوں کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔

ابوجہل عمرو بن ہشام مکہ میں سب سے مدبر و عاقل تھا۔اسے ابوالحکم کہا جاتا تھا یعنی مالک دانائی۔مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے ابوجہل کا لقب دیا۔یعنی منبع جہالت، کیونکہ عقل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی بات کو سمجھے، سر وہ ہے جو انکے آگے جھکے۔دل وہ ہے جو ان پر قربان ہے۔ آنکھیں وہ ہیں جو ان کا بتایا ہوا راستہ دیکھیں اور کان وہ ہیں جو ان کا حکم سنیں۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر وہ سر جو تیرے قدموں پر قربان گیا

اسی لیے کافروں کے بارہ میں کہا گیا ہے: صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں تو وہ باز نہیں آئیں گے۔[1]

حالانکہ بظاہر ان کے کان آنکھیں اور زبان سب کچھ درست تھا۔مگر انہیں بہرہ گونگا اندھا اس لیے کہا گیا کہ جو کان آوازِ حق نہ سنے وہ کس کام کا، وہ بہرہ ہے۔جو آنکھ راہ حق نہ دیکھے اور جس نے آنکھیں بنائی ہیں اسکے حبیب کریم ﷺ کو نہ پہچانے اور ان کے دیدار کے لیے نہ تڑپے وہ آنکھ کس کام کی وہ اندھی ہے۔امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ع

وہی آنکھ ان کا جو منہ تکے وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی سر جو ان کے لیے جھکے وہی دل جو ان پر نثار ہے

---

[1] بقرہ آیت ۱۸

(۱۰۴) قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ
وَّيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمِ

حل لغات:

رَّمَدٍ : مصدر راز رَمِدَ يَرْمَدُ (س) کہتے ہیں رَمِدَ الرجلُ۔ آدمی کی آنکھیں دکھتی ہیں۔

سَقَمِ : بیماری، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ بیشک میں بیمار ہوں۔[1]

سادہ ترجمہ:

کبھی آنکھ اپنے آشوب کی وجہ سے سورج کی روشنی نہیں دیکھ سکتی۔ اور کبھی بیماری کی وجہ سے پانی کے ذائقہ سے منہ انکار کر دیتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

کبھی آشوب سے آنکھوں کو سورج بھی نہیں دکھتا
کبھی پانی کو کہتی ہے زباں کڑوا بسبب سقم

شرح:

یہ پچھلے شعر کی ایک دلیل ہے کہ کیوں ایک سمجھ دار آدمی حسد میں پڑ کر حقانیت قرآن سے انکار کر دیتا ہے؟ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسکی مثال یہ ہے کہ کبھی آنکھوں میں آشوب ہو تو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی۔ اور کبھی بیماری میں مبتلا شخص کو پانی کڑوا لگتا ہے۔ اسی طرح کبھی زکام کی وجہ سے گلاب وعطر کی خوشبو محسوس نہیں ہوتی۔ یونہی بعض لوگوں کی آنکھوں میں کفر وضلالت کا آشوب

---

[1] صافات آیت ۸۹

آجاتا ہے۔ اوران کو آفتاب قرآن کی چمک دکھائی نہیں دیتی۔ اور کبھی لوگوں کو شان الوہیت وعظمت رسالت کے حوالے سے بے ادبی وگستاخی کا بخار ہو جاتا ہے تو ان کو قرآن وسنت کے چشمہ صافی میں بھی کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے۔ انہیں چاہیے کہ اپنے علاج کے لیے کسی عالم ربانی یا عارف حقانی کے پاس جائیں۔ وہ انہیں قرآن وسنت میں سے ہدایت کا جو نسخہ دے اسکو استعمال کریں قرآن تو نسخہ شفاء ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور ہم قرآن میں وہ کچھ اتارتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفاء ورحمت ہے۔[1]

اور فرمایا:

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ

ترجمہ: قرآن اہل ایمان کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔[2]

اور فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اے لوگوں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں کی شفا آگئی اور مومنوں کے لیے ہدایت ورحمت۔[3]

---

۱ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۲

۲ سورہ فصلت، آیت ۴۴

۳ سورہ یونس، آیت ۵۷

(۱۰۵) يَا خَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ
سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

حل لغات:

يَمَّمَ : فعل ماضی از باب تفعیل يَمَّمَ يُيَمِّمُ قصد کرنا، ارادہ کرنا۔ اسکا باب تفعل بھی اسی معنیٰ میں ہے جیسے قرآن میں ہے: فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا کہ تم پاک مٹی کا قصد کرو۔ (تیمم کرو)[1]

الْعَافُوْنَ : جمع مذکر اسم فاعل از باب عافَ يَعُوْفُ (ن) پرندے کا منڈلانا۔ یہاں حصول رزق کی تلاش میں نکلنا مراد ہے۔

سَاحَتَهٗ : چند گھروں کے درمیان خالی جگہ۔ یعنی مشترکہ صحن، یہاں مطلقاً گھر کا صحن یا دالان مراد ہے۔

مُتُوْنِ : مَتْنٌ کی جمع بمعنیٰ پیٹھ۔ کہتے ہیں مَتْنَا الظَّهْرِ پیٹھ کے دو پہلو۔

الْاَيْنُقِ : نَاقَةٌ کی جمع بمعنیٰ اونٹنی۔

الرُّسُمِ : جمع مذکر اسم فاعل از باب رَسَمَ يَرْسُمُ (ن) کہتے ہیں۔ رَسَمَ الْبَعِيْرُ یعنی اونٹ تیز چلا۔

سادہ ترجمہ:

اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی اے وہ ذات جو ان سب سے بہترین ہے۔ جن کی طرف رزق کے متلاشی لوگ دوڑے آتے ہیں۔ اور تیز رفتار اونٹنیوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر پہنچتے ہیں۔

---

[1] مائدہ: آیت ٦

منظوم ترجمہ:

تیرا در وہ سخی در ہے سوالی سارے عالم سے
چلے آتے ہیں اونٹوں پر تیری چوکھٹ کا لیکر عوم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در سب سے سخی در ہے:

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ جن سخی داتاؤں کے گھر کا رخ کرتے ہیں۔ اور دور، دراز سے سفر کر کے حصول مقاصد کے لیے آتے ہیں۔ ان میں آپ کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ یعنی آپ کے در سے زیادہ سخی کوئی در نہیں کہ لوگ اپنے مقاصد کے لیے جس کا رخ کر سکیں۔ اور ایک مومن کا سب سے بڑا مقصد گناہوں کی بخشش اور حصولِ مغفرت ہے۔ اور اس چیز کو قرآن نے آپ کے در سے یوں وابستہ کیا کہ فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ: اور جب لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو وہ آپ کے پاس آجائیں پھر وہ اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے سفارش کردیں۔ تو ضرور وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ [1]

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جالی مبارک (مواجہہ شریف) کے دائیں بائیں ایک شعر آج بھی لکھا ہوا ہے۔ جسے نجدی حکومت نے بھی نہیں مٹایا۔ ؎

یا خیر من دفنت با لقاع اعظمہ
فطاب من طیبھن القاع والا کم
نفس الفداء لقبر ا نت سا کنہ
فیہ العفاف و فیہ الجو د و الکرم

---

[1] نساء آیت ۶۴۔

یعنی اے وہ سب سے بہتر ذات اقدس جسکا جسم مبارک زمین میں دفن کیا گیا۔تو اس جسم معطر کی خوشبو سے زمین اور اسکے ٹیلے سب خوشبودار ہو گئے۔اس قبر پر میری جان قربان جس میں آپ جلوہ فرماہیں۔اس قبر سے ہر طرح کی حفاظت ملتی ہے اور سب جود کرم ملتا ہے۔اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا:

کیوں تاجدار و خواب میں دیکھی کبھی وہ شے
جو آج جھولیوں میں گدایان در کی ہے
من زاد تربتی وجبت له شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

فصل عاشر

ذکر معراج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱۰۶) وَمَنْ هُوَ الْاٰیَةُ الْکُبْرٰی لِمُعْتَبِرٍ
وَّمَنْ هُوَالنِّعْمَةُ الْعُظْمٰی لِمُغْتَنِمِ

حل لغات:

لِمُعْتَبِرٍ : اسم فاعل از اِعْتَبَرَ یَعْتَبِرُ نصیحت اختیار کرنے والا۔
لِمُغْتَنِمٍ : اسم فاعل از اِغْتَنَمَ غنیمت جاننا۔

سادہ ترجمہ:

اے وہ ذات جو کسی نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے سب سے بڑی نشانی (ہدایت و ایمان) ہے اور جو قدردانوں کے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

منظوم ترجمہ:

میرے آقا خدا کی وہ بڑی سب سے نشانی ہیں
جو اہل قدر کی خاطر ہیں رب کا تحفۂ اعظم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں:

اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کریم میں انسان کو اپنی ہزاروں نعمتیں گنوائی ہیں۔

مگر کسی نعمت پر یہ نہیں فرمایا کہ تم پر میرا احسان ہے۔ ہاں صرف دو نعمتوں پر اللہ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں یہ نعمت دے کر تم پر احسان فرمایا ہے۔ ایک ایمان اور ایک بعثت رسول ﷺ گویا یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمتیں ہیں۔ ایمان کے بارہ میں فرمایا:

قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ مجھ پر اپنے اسلام کے ساتھ کوئی احسان نہ کرو۔ بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دے دی۔[1]

اور بعثت رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں عظمت والا رسول بھیج دیا جو انہی میں سے ہے۔ ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔[2]

اب یاد رکھنا چاہیے کہ امت محمدیہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات ایمان سے بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ ایمان تو پہلی امتوں کو بھی حاصل تھا۔ مگر وہ افضل نہ ٹھہرے۔ ہمیں جو ایمان سے بڑھ کر نعمت دی گئی وہ نسبت مصطفےٰ ﷺ ہے۔ اس لیے ہمیں سب سے افضل امت قرار دیا گیا اور کنتم خیر امۃ کا لقب عطا فرمایا گیا۔ اور یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ ایمان ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ سے ہٹ کر کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ آپ کا ماننا ہی ایمان ہے اور نہ ماننا کفر اور آپ ہی کے ذریعہ ایمان ملا۔ گویا آپ اور ایمان ایک ہی چیز ہیں۔ اور یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ جس پر اللہ ہمیں احسان

---

۱ حجرات، آیت ۱۷

۲ آل عمران ۱۶۴

جتلا رہا ہے۔ اور نعمت کا چرچا کرنا چاہیے۔ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا کرو۔[1]

اب جتنی بڑی نعمت ہو اسکا چرچا بھی اتنا بڑا ہوتا ہے۔ چونکہ سید عالم ﷺ اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی نعمت ہیں۔ تو اس لیے اہل ایمان محافل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کر کے اس نعمت کا عظیم چرچا کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ع

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

---

[1] والضحیٰ، آیت ۱۱

(۱۰۷) سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ
کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

حل لغات:

سَرَیْتَ : فعل ماضی از سَرٰی یَسْرِیْ، رات میں چلنا۔ اسی سے اسریٰ ہے یعنی رات کو سیر کرانا اللہ نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ پاک ہے وہ رب جس نے اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے قلیل وقت میں سیر کرائی۔[1]

دَاجٍ : اسم فاعل از دَجٰی یَدْجُوْ (ن) رات کا تاریک ہونا۔

الظُّلَمِ : ظلمت کی جمع۔

سادہ ترجمہ:

اے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے رات کے کچھ حصہ میں ایک حرم سے دوسرے حرم کی طرف یوں سیر کی جیسے بدر کامل تاریک رات کی اندھیریوں میں اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

شب معراج تھی تاریک آقا تم مثال بدر
چلے تھے اک حرم سے اور پہنچے دوسرے حرم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم کعبہ سے حرم اقصیٰ میں جانا:

اس شعر میں اس آیت مبارک کی طرف اشارہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ

---

[1] اسراء آیت ۱

الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندہ خاص محمد مصطفیٰ ﷺ کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرائی۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے دیکھنے والا ہے۔!

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ معراج شریف کی تاریک رات میں حرم کعبہ سے حرم اقصیٰ کی طرف یوں گئے۔ جیسے تاریک رات میں بدر کامل آسمان کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی طرف سفر کرتا ہے۔ معراج کی رات اس لیے تاریک تھی کہ وہ قمری مہینے کی ستائیسویں شب تھی۔

اور یہ رات تاریک تر ہوتی ہے۔ مگر اس تاریک رات میں نبی اکرم ﷺ براق پر سوار ہو کر فضا میں یوں جا رہے تھے جیسے چاند آسمان کے ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف جاتا ہے۔

معراج شریف کے تین حصے:

رسول اللہ ﷺ کے سفر معراج کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہے۔ اسے قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انکار کفر ہے اسے اسراء کہا جاتا ہے۔ اور اسے سیر زمینی بھی کہتے ہیں۔

دوسرا حصہ زمیں سے ساتویں آسمان تک ہے۔ اسے سیر آسمانی اور معراج کہا جاتا ہے۔ اسے کثیر احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ جو تیس سے زائد صحابہ کبار سے مروی ہے۔ جس میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں۔ اس حصہ سے انکار کرنے والا شخص سخت گمراہ بد دین اور معاند جاہل ہے۔

معراج رسول ﷺ کا تیسرا حصہ ساتویں آسمان سے لامکان تک ہے۔ جس کے آخری کنارہ کو صرف اللہ جانتا ہے اور اسکے رسول ﷺ جانتے ہیں۔

آنجا نہ کس رسد تو آنجا رسیدہ ای
واں را کہ کس نہ دید تو آں را بدیدہ ای

---

1 اسراء آیت ۱

معراج کے اس حصہ کو سیر لامکانی اور اعراج کہا جاتا ہے۔اس کا ذکر ایسی احادیث میں آیا ہے۔ جو صحت کے اعتبار سے صحاح ستہ میں مذکور احادیث معراج کے درجہ پر نہیں ہیں۔اس لیے اس حصہ معراج کا منکر کافر یا گمراہ نہیں ہے۔البتہ یہ کہا جائے گا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ایک عظیم فضیلت کے ماننے سے محروم ہے اور یہ بات قلت محبت پر دال ہے۔

قرآن میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر معراج کیوں بیان کیا گیا؟:

قرآن میں اس حصے کا ذکر صراحت سے اس لیے کیا گیا کہ کفار مکہ نے بارہا سفر فلسطین کیا تھا اور وہ مسجد اقصیٰ کو خوب اچھی طرح جانتے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی فلسطین نہیں گئے اور نہ ہی آپ نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہے۔

اللہ نے چاہا کہ اس حصہ کو صراحت سے بیان کیا جائے تاکہ جب کفار اس پر اعتراض کریں اور انہیں آپ مسجد اقصیٰ کی تمام نشانیاں بتادیں تو انکو سفر معراج کے ماننے سے انکار کی گنجائش نہ رہے۔

چنانچہ اسی طرح ہوا، جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آج رات مسجد قصیٰ سے ہو کر آیا ہوں تو کفار مکہ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے، وہاں تک جانے کے لیے تو ہمارے اونٹوں کے کلیجے خشک ہوجاتے ہیں، آپ وہاں راتوں رات کیسے ہو آئے ہیں؟ اور اگر آپ وہاں گئے ہیں تو ہمیں بتائیں کہ مسجد اقصیٰ کے دروازے کتنے ہیں کھڑکیاں کتنی ہیں وغیرہ۔ حالانکہ انکا یہ سوال بے کار تھا، آپ مسجد اقصیٰ میں ایک مہمان کے طور پر گئے تاکہ وہاں انبیاء کی امامت فرمائیں۔آپ وہاں کی کھڑکیاں اور دروازے گننے نہیں گئے تھے مگر جب کفار نے یہ اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ پریشان ہوئے تب اللہ نے مسجد اقصیٰ کو اٹھایا آپ کے سامنے کردیا۔اور آپ اس کو دیکھ دیکھ کر اسکی سب نشانیاں بیان کرتے جارہے تھے۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے وہ وقت دیکھا کہ جب میں حرم کعبہ میں بیٹھا تھا۔اور قریش مجھ سے میرے معراج کے بارہ میں پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں جو مجھے معلوم نہ تھیں، تب اللہ نے بیت المقدس میرے سامنے کردیا اور وہ جو کچھ مجھ سے پوچھ رہے تھے میں دیکھ کر بتا رہا تھا۔[1]

[1] مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۷۸

(۱۰۸) وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً
مِّنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

حل لغات:

بِتَّ : فعل ماضی از بَاتَ يَبِيْتُ (ض) رات گزارنا۔ جیسے قرآن میں ہے :وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۝ اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ وقیام کرتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں۔[1]

نِلْتَ : ماضی از نَالَ يَنَالُ (ن) حاصل کرنا۔ جیسے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ۝ ظالم لوگ میرا عہد حاصل نہیں کر سکیں گے۔[2]

لَمْ تُدْرَكْ : فعل جحد مجہول از باب افعال اَدْرَكَ يُدْرِكُ کسی چیز کو پانا۔

لَمْ تُرَمِ : فعل جحد مجہول از رَامَ يَرُوْمُ (ن) قصد کرنا۔

سادہ ترجمہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ شب معراج عروج کی منزلیں طے کرتے رہے تا آنکہ آپ نے مقام قاب قوسین کو جا پایا جسے نہ حاصل کیا جا سکتا ہے نہ اسکا ارادہ ہی کیا جا سکتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ بڑھتے بڑھتے جا پہنچے مقام قاب قوسین تک
جو ہے بالائے ادراک اور دور از ہر گمان و وہم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقام قاب قوسین تک رسائی:

یہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

---

[1] یونس آیت ۶۴

[2] بقرہ آیت ۱۲۴

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰی ﴿۹﴾

ترجمہ: پھر وہ جلوہ مزید قریب آیا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔[1]

اور اس کی تشریح میں یہ حدیث بخاری ہے جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا:

ثم علی به فوق ذالك بما لا يعلمه الاالله حتیٰ جاء سدرة المنتهیٰ ودنا الجبار رب العزة فتدلی حتیٰ كان منه قاب قوسين اوادنی فاوحی الله ما اوحیٰ خمسين صلوة علیٰ امتك كل يوم وليلته۔

ترجمہ: یعنی پھر اللہ آپ کو اس سے بھی بلند لے گیا اس قدر بلند کہ جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ آ گیا، اور خدائے جبار ورب العزت قریب آیا پھر اور جھک آیا ،حتیٰ کہ اس سے دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے کم تر ،تب اللہ نے وحی کی کہ آپ کی امت پر ہر رات اور دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔[2]

اس آیت اور حدیث میں یہ لطیف نکتہ ہے کہ شب معراج جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارتقاء و صعود فرمایا اسی طرح اللہ جبار وقدوس اپنی رحمت کے اعتبار سے اپنے حبیب کے استقبال کو قریب آیا پھر اور اتر آیا حتیٰ کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی فاصلہ تو رحمت خداوندی نے نیچے اتر کر طے کیا اور حضور ﷺ کا بڑھنا برائے نام تھا، اسی لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ؎

پر ان کا بڑھنا تو نام تھا حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنی تدلی کے سلسلے تھے

یاد رہے کہ قاب قوسین ایک تشبیہ ہے۔عرب میں جب دو قبیلے باہم عہد محبت باندھتے تو ان کے سردار اپنی کمانوں کو آپس میں ملاتے اس وقت وہ یوں آمنے سامنے کھڑے ہوتے کہ ان کی کمانیں

---

[1] نجم آیت ۹

[2] بخاری شریف کتاب التوحید باب ۳۷ حدیث ۷۵۱۷

باہم مل کر گول دائرہ بنا دیتیں اور کہا جاتا ھما علی قاب قوسین منجد میں ہے ھو علی قاب قوسین وہ نہایت قریب ہے۔ گویا اللہ نے اس طرح شب معراج اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا باہمی قرب بیان کیا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے قریب آنے کو قرب جسمانی پر محمول نہ کیا جائے کیونکہ اللہ جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ بلکہ اس سے معنوی قرب یعنی توجہ اور رحمت مراد ہے۔ مزید تفصیل میں نے اپنی تفسیر برہان القرآن میں اس جگہ لکھی ہے۔

حضرت جبریل امین کا راستہ میں رک جانا اور ساتھ نہ جا سکنا:

امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں امام ابو الربیع بن سبع کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور وہ اللہ کے ہاں میرے سفیر تھے، تا آنکہ وہ میرے ساتھ ایک مقام پر پہنچے اور وہاں رک گئے۔ میں نے کہا:

یَا جبرائیل! افی مثلِ ھٰذا المقامِ یَتْرُکُ الخلیلُ خَلِیْلَہٗ۔

کیا اس مقام پر دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا:

اِنْ تَجَاوَزْتُہٗ اِحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ۔ اگر میں نے یہاں سے تجاوز کیا تو نور ربانی کی تابانی سے جل جاؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ، اے جبرائیل کوئی حاجت ہے تو بتلاؤ (جبرائیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے آگ میں گرائے جانے سے قبل پوچھا تھا۔ ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہے تو بتائیں آج رسول اللہ ﷺ گویا اسکا جواب دے رہے ہیں کہ اے انبیاء سے ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ کہنے والے ملک مقرب آج میں تجھے کہہ رہا ہوں تمہاری کوئی حاجت ہے تو بتاؤ۔)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

یَا مُحمد سَلِ اللہ اَنْ اَبْسُطَ جَنَاحِیْ عَلَی الصِّرَاطِ لِاُمَّتِکَ حَتّٰی

یجُوزُواعلَیہِ.

یارسول اللہ ﷺ اللہ سے میرے لیے یہ سوال فرمائیں کہ جب آپ کی امت پل صراط سے گزرے تو میں وہاں اپنے پر بچھاؤں۔[1]

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے کہ

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام

چوں در دوستی مخلصم یافتی — عنانم زصحبت چرا تافتی

بگفتا فرا تر مجالم نماند — بماندم کہ نیروے بالم نماند

اگر ایک سرموئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی سالار بیت الحرام محمد مصطفیٰ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ اے وحی والے فرشتے اوپر چلو، جب تم نے مجھے دوستی میں مخلص پایا ہے تو اب میرے ساتھ سے رخ کیوں پھیرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اس سے آگے میری مجال نہیں رہی میں عاجز ہوگیا اور میرے پروں میں طاقت ختم ہوگئی ہے اگر میں بال برابر بھی آگے اڑوں گا تو تجلیات الٰہی کی کثرت میرے پروں کو جلا کر رکھ دے گی۔[2]

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کو یوں بیان کرتے ہیں:

تھکے تھے روح الامیں کے بازو — چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو

رکاب چھوٹی امید ٹوٹی — نگاہ حسرت کے ولولے تھے

ایک اور شاعر یوں بولا

رکے جو سدرہ پہ جبریل شاہ نے فرمایا — بڑھو کہ رکنا تمہارا ہمیں نہیں بھایا

کیا یہ عرض بھلا کس کو آپ سا پایا — یہاں سے بڑھنے کا موقع ہمیں نہیں آیا

حضور کو تو خدا نے ہے آپ بلوایا — وصال حق کے اشارے سلام کہتے ہیں

---

[1] مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۸۳ المقصد الخامس ذکر معراج

[2] بوستان سعدی

ستر ہزار حجابات نور طے کرنے کے بعد ادن یا محمد کی ندا آنا:

اس حدیث میں جو امام ابو الربیع نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آگے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے نور میں سے آگے پہنچایا گیا۔ اور میرے لیے ستر ہزار حجابات پھاڑے گئے، ہر حجاب دوسرے حجاب سے مختلف تھا، تب مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لہجے میں کسی پکارنے والے نے پکارا: قِفْ اِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي ٹھہریے آپ کا رب (آپ پر) درود شریف پڑھ رہا ہے۔

میں ابھی سوچ رہا تھا کہ مجھ سے پہلے ابو بکر کی آواز یہاں کیسے ہے؟ تو بلندی سے آواز آئی:

اُدْنُ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اُدْنُ يَا اَحْمَدُ اُدْنُ يَا مُحَمَّدُ لِيَدْنُو الْحَبِيْبُ

ترجمہ: اے بہترین خلق قریب آجاؤ، اے احمد قریب آجاؤ، اے محمد قریب آجاؤ، حبیب کو قریب آجانا چاہیے۔

تو مجھے میرے رب نے قریب کر لیا حتی کہ میرا وہ معاملہ تھا جو اللہ نے فرمایا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ پھر میرے رب نے مجھ سے سوال کیا، میں جواب نہ دے سکا، میرے رب نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا دست قدرت رکھا میں نے اسکی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو اللہ نے مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرما دیا۔[1]

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کا تذکرہ یوں فرمایا:

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

---

[1] المواھب اللدنیہ جلد ۳ مقصد خامس ذکر معراج صفحہ ۸۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

شب معراج خدا تعالیٰ و مصطفیٰ ﷺ کے مابین تحائف کا تبادلہ:

امام ابن عابدین شامی نے رد المحتار حاشیہ در مختار میں اور امام طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اور دیگر ائمہ نے اپنی تصانیف میں صراحت کی ہے کہ نماز کے آخر میں پڑھا جانے والا تشہد اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰاتُ وَ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ دراصل وہ گفتگو ہے جو شب معراج مقام دنیٰ فتدلی میں اللہ رب العزت اور اسکے حبیب لبیب ﷺ کے درمیان ہوئی۔ اللہ کی بارہ گاہ میں پیش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے اپنی عبودیت اور اپنے عجز کے تین تحائف پیش کیے اور عرض کیا: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰاتُ وَ الطَّیِّبَاتُ ، یعنی سب اداب ، سب دعائیں اور سب پاکیزگیاں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ نے خوش ہو کر ان تین تحائف کے جواب میں اپنی طرف سے تین تحائف پیش کیے تو فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ۔ یعنی اے پیارے (نبی ﷺ) آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو ، اسکی رحمت ہو اسکی برکتیں نازل ہوں ، جب اللہ نے آپ کو السلام علیک فرمایا تو ایسے میں نبی اکرم ﷺ کو اپنی گناہگار امت یاد آئی۔ اور آپ نے چاہا کہ جو سلام آج کی رات میں اس عظیم موقع پر مجھے عطا فرمایا گیا اسکا حصہ میری امت کو بھی مل جائے تو آپ نے بارہ گاہ الٰہی میں عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ [1]

یہاں ایک پر لطف نکتہ ہے کہ السلام علینا کہہ کر نبی اکرم ﷺ نے اپنی گناہگار امت کو اپنے ساتھ ملالیا اور اپنے دامن میں چھپا کر جمع متکلم کا صیغہ ارشاد فرمایا۔ اور نیکو کار امت کو عباد اللہ الصالحین کہہ کر اللہ کے حوالے کر دیا۔ گویا زبان حال سے عرض کیا کہ میرے گناہگار غلاموں پر سلام ہو اور اے اللہ تیرے نیک بندوں پر بھی سلام ہے۔ یعنی جو نیکو کار ہیں وہ تیرے ہیں اور جو گناہگار ہیں وہ میرے ہیں،

نبی پاک سے کیں حق نے راز کی باتیں ۔۔۔ سنی بٹھا کے محبت سے ناز کی باتیں
تمام کہہ دیں نشیب و فراز کی باتیں ۔۔۔ ریاض پوچھ نہ تو بے نیاز کی باتیں
بس ایک بات پر تھیں ختم ناز کی باتیں ۔۔۔ سنو کہ ہم تمہیں پیارے سلام کہتے ہیں

---

[1] حاشیہ مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی

پانچ نمازوں کی فرضیت:

اسی مقام دنیٰ فتدلیٰ پر نبی اکرم ﷺ کو آپ کی امت کے لیے تحفۂ نماز عطا فرمایا گیا۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے شب معراج میری طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ تو مجھ پر ایک دن میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف (چھٹے آسمان پر) اترا، انہوں نے پوچھا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟

میں نے کہا: پچاس نمازیں، وہ کہنے لگے: آپ کی امت اسکی طاقت نہیں رکھتی (کہ ایک دن رات میں پچاس نمازیں پڑھے)

میں اپنے رب کے پاس واپس گیا اور عرض کیا اے رب میری امت کے لیے نرمی فرما اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور بتایا کہ اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔

انہوں نے کہا: یہ آپکی امت پر اب بھی بھاری ہیں آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور کمی کی درخواست کریں۔ چنانچہ میں اللہ کے پاس جاتا رہا اور اللہ ہر بار پانچ پانچ نمازیں کم فرماتا رہا تا آنکہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں اور اللہ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) یہ ایک دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز پر دس نمازوں کا ثواب ہے تو یہ پچاس ہو گئیں۔ جو آدمی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے کر نہ سکے تو اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر کرلے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو برائی کا ارادہ کرے اور اسے کر نہ سکے تو وہ اس کے لیے نہیں لکھی جاتی اور اگر برائی کرلے تو ایک ہی لکھی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میں نیچے اترا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انہوں کہا آپ مزید تخفیف کا سوال کریں۔ میں نے کہا: میں اپنے رب کے پاس اتنی بار گیا ہوں کہ اب مجھے حیا آتی ہے۔[1]

یہاں سے اہمیت نماز کا بھی علم ہوا کہ باقی سارے احکام شرع اور ارکان دین زمین پر

---

[1] مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۵۹

اتارے گئے مگر نماز کے لیے حضور ﷺ کو عرش پر بلایا گیا اور بطور تحفہ پیش کی گئی۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے کہ آپ کے بار بار آنے جانے اور رہر بار نوازے جانے نے بتایا کہ اللہ نے اپنے محبوب کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا رکھا ہے جب چاہے آئیں اور جو چاہے مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا، اگر آپ پانچ نمازوں میں تخفیف کے لیے تشریف لیجاتے تو اللہ اس میں بھی کمی ضرور فرما دیتا مگر آپ نے جانے سے حیا فرمائی، اسی لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قصر دنی تک انکی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ساری کثرت پاتے یہ ہیں

اس جگہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے دیدار کی تمنا کی جو پوری نہ ہوئی مگر ان کے دل میں تڑپ رہی آخر جب ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفی ﷺ کو شرف دیدار حاصل ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ میں کھڑے ہو گئے اور بار بار رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے رہے اور آپ کو بارگاہ حق میں بھیجتے رہے تاکہ بار بار ان آنکھوں کو دیکھ لیں جنہوں نے اللہ کا دیدار پایا ہے۔ آگے انہوں نے کسی عربی شاعر کے دو شعر کہے ہیں۔ ع

وانما السر فی موسیٰ یُرَدِّدُہٗ
لِیَجْتَلِیَ حُسْنُ لیلیٰ حِیْنَ یَشْھَدُہٗ
یَبْدُوْ سَنَاھَا عَلٰی وَجْهِ الرَّسُوْلِ فَیَا
لِلّٰهِ دَرُّ رَسُوْلٍ حِیْنَ اَشْھَدُہٗ

یعنی موسیٰ علیہ السلام کا آپ کو بار بار بھیجنے میں راز یہ ہے کہ ان پر حسن لیلائے قدرت ظاہر ہو اور وہ اسکا مشاہدہ کریں، کیونکہ اسکا نور رخ رسول اللہ پر چمک رہا تھا، تو پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی عظمت کیا تھی جب آپ نے ذات حق کا مشاہدہ کیا تھا۔ [1]

---

[1] مواہب الدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۱

کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا:

جب اس شعر میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مقام دنیٰ فتدلیٰ کا ذکر چھیڑا ہے تو یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر اپنے رب کا دیدار حاصل کیا تھا؟ اس بارہ میں صحابہ کرام میں اختلاف ہوا تھا اس بارہ میں حق موقف یہ ہے کہ آپ نے شب معراج اپنے رب کو بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اِبْرَاهِيْمَ بِالْخُلَّةِ وَاصْطَفٰى مُوْسٰى بِالْكَلَامِ وَاصْطَفٰى مُحَمَّدًا بِالرُّؤْيَةِ

ترجمہ: اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت کے ساتھ خصوصاً نوازا۔ موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی عطا فرمایا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا دیدار عطا فرمایا۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے تھے: اِنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ بیشک محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ ایک بار اپنی نگاہوں سے اور ایک بار دل سے۔ [2]

اور ابن عباس وہ ہیں جن کے علم کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ۔

اے اللہ ابن عباس کو دین میں فقاہت دے اور اسے تفسیر قرآن عطا فرما۔ [3]

اور ترمذی شریف کتاب التفسیر سورۃ النجم میں بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ فرمایا: قَدْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ

---

۱ تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۱

۲ معجم اوسط طبرانی جلد ۴ صفحہ ۲۱۵ من اسمہ محمد حدیث ۵۷۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت سن طباعت ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء

۳ مسلم کتاب الفضائل

19B

نے اپنے رب کو نہیں دیکھا؟ وہ فرمانے لگے جب خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں رأیت ربی فی احسن صورۃ فقول النبی ﷺ اکبر من قولھا میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا ہے۔ تو حضور ﷺ کا قول حضرت عائشہ کے قول سے بڑا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی استدلال تھا وہ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ۔ [2] تحت فرماتی تھیں کہ جو شخص حضور ﷺ کے لیے قول دیدار خداوندی کرے اس نے اللہ پر افتراء کیا ہے۔ (بخاری) مگر آپ ادراک کی بات کر رہی ہیں جسکا معنیٰ احاطہ ہے کہ نگاہیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ رب العزت کو ایک حد تک دیکھا یعنی اللہ کا وہ جلوہ خاص دیکھا جو کسی دوسرے کو نہ دکھایا گیا نہ کوئی دوسرا دیکھ سکتا ہے رہ گیا احاطہ تو وہ ناممکن ہے۔ ہم آسمان کو دیکھتے ہیں مگر اسکا احاطہ نہیں کر سکتے۔ ہم پہاڑ کو دیکھتے ہیں مگر اسکی تمام جزئیات کا احاطہ نہیں کر سکتے، تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کبھی کسی نے آسمان یا پہاڑ کو دیکھا ہی نہیں؟ ہاں احاطہ کا انکار کیا جا سکتا ہے یہی معنیٰ قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے۔

---

1. مواہب الدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۷
2. انعام آیت ۱۰۳

(۱۰۹) وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمٖ

حل لغات:

قَدَّمَتْكَ : فعل ماضی از قَدَّمَ يُقَدِّمُ باب تفعیل۔کسی کو مقدم کرنا پہلے رکھنا یہاں انبیاء کا رسول اللہ ﷺ کو اپنا امام بنانا مراد ہے۔

خَدَمٖ : خَادِمٌ کی جمع ہے۔یعنی خدمت گزاران

سادہ ترجمہ:

اور تمام انبیاء کرام اور رسل عظام نے آپ کو شب معراج یوں مقدم کیا جیسے خادمین اپنے مخدوم کو آگے کرتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

کیا سب انبیاء نے آپ کو اقصیٰ میں یوں آگے
کہ جیسے آقا کو کرتے ہیں آگے اس کے سب خادم

شرح:

رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء کا اقصیٰ میں امام بنایا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے واقعہ معراج کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ دَخَلْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِيَ الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَنِي جِبْرَائِيْلُ حَتّٰى اَمَمْتُهُمْ۔

ترجمہ: پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو میرے لیے سب انبیاء کو جمع کیا گیا، تب

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آگے کیا، حتی کہ میں نے ان کو نماز پڑھائی۔[1]

تمام انبیاء کرام کو مسجد اقصیٰ میں رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے جمع کیا گیا۔ تاکہ ان سے وہ وعدہ پورا کروایا جائے جو عالم ارواح میں، لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ کے الفاظ کے ساتھ لیا گیا تھا۔[2]

یعنی انبیاء سے کہا گیا تھا کہ جب وہ رسول معظم ﷺ تشریف لے آئیں جو تمہاری سب عظمتوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم سب کو ان پر ایمان لانا ہوگا اور انکی مدد کرنا ہوگی۔ چنانچہ آج اس وعدہ کو پورا کیا گیا سب انبیاء کرام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر آپ کی امامت وسیادت کو مانا اور آپ کے لیے ناصر بنے:

حرم سے نکلے تو اقصیٰ میں جا قیام کیا — مسافرِ رہ اسراء نے کیا مقام کیا
تمام نبیوں نے بڑھ کر انہیں سلام کیا — بنے وہ مقتدی اور آپ کو امام کیا
سلام پھیرا تو ہر اک نے یوں کلام کیا — عرب کے چاند یہ تارے سلام کہتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ یوں روایت کی ہے کہ نبی کرام ﷺ نے فرمایا:

شب معراج جبرائیل امین علیہ السلام مجھے لے کر بیت المقدس پہنچے، وہاں انہوں نے ایک پتھر میں انگلی ڈال کر سوراخ کیا اور اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔ پھر ہم دونوں صحن مسجد میں پہنچ گئے۔ وہاں حورعین سے ملاقات ہوئی جن کو خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ کہا جاتا ہے۔[3]

آگے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر مسجد میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے کسی اذان کہنے والے نے اذان کہی۔ اور نماز کھڑی ہوگئی ہم سب نے صفیں باندھ لیں اور انتظار کرنے لگے کہ اب امامت کون کرے۔ فَاَخَذَ جِبْرَائِيْلُ يَدِيْ فَقَدَّمَنِيْ فَصَلَّيْتُ بِهِمْ۔ تو جبرائیل امین علیہ السلام نے

---

۱ نسائی شریف کتاب الصلوۃ باب اول حدیث ۴۴۹

۲ آل عمران آیت ۸۱

۳ الرحمٰن: آیت ۷۰

میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا چنانچہ میں نے ان کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے کہا! یا محمد کیا آپ جانتے ہیں آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں وہ کہنے لگے۔

صَلّٰی خَلْفَكَ كُلُّ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ۔ ہر وہ نبی جس کو اللہ نے مبعوث فرمایا ہے اس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔[1]

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنائے اول آخر
وہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

[1] درمنثور بروایت ابن ابی حاتم جلد ۵ صفحہ ۱۸۶

(۱۱۰) وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِيْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

حل لغات:

تَخْتَرِقُ : فعل مضارع از باب افتعال اِخْتَرَقَ يَخْتَرِقُ۔ یہ باب افتعال بمعنیٰ باب تفعیل ہے یعنی اِخْتَرَقَ بمعنیٰ خَرَّقَ ہے جسکا معنی پھاڑنا ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ اللہ نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے۔[1]

مَوْكِبٍ : سواروں یا پیدل چلنے والوں کی جماعت۔ اسکی جمع مواکب ہے۔ اس جگہ فرشتوں کی جماعت مراد ہے جو شب معراج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

صَاحِبَ الْعَلَمِ : جس کے ہاتھ میں جھنڈا ہو، بمعنیٰ سردار لشکر۔

سادہ ترجمہ:

اے پیارے آقا ﷺ آپ شب معراج ساتوں آسمانوں کو چاک کرتے ہوئے گزر گئے جبکہ آپ کے ساتھ جماعت ملائکہ تھی اور آپ ان کے امیر کارواں تھے۔

منظوم ترجمہ:

گزر گئے پھاڑ کر افلاک سبعہ کو تم اے آقا
تھی افواج ملائک ساتھ تم تھے ان کے ذی علم

---

[1] سورہ ملک، آیت ۳

شرح:

حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا سات آسمانوں کو عبور کرنا:

بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا شب معراج ساتوں آسمانوں کو عبور کرنا مروی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے براق پر سوار کیا گیا، جبرائیل علیہ السلام مجھے لے چلے ہم پہلے آسمان پر پہنچے انہوں نے کہا دروازہ کھولو۔ کہا گیا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا یہ وہی ہیں جن کو بلایا گیا ہے؟ کہا، ہاں، کہا گیا: خوش آمدید ان کا آنا مبارک ہو، تو دروازہ کھول دیا گیا۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں آدم علیہ السلام تھے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا، یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کہیے، میں نے سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید، پھر مجھے جبریل لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ ہم دوسرے آسمان پر پہنچے، پھر وہی سوال و جواب ہوا اور دروازہ کھول دیا گیا میں اندر داخل ہوا تو وہاں یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقا ت ہوئی، وہ دونوں خالہ زاد ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صا لح نبی کو خوش آمدید۔ اسی طرح تیسرے آسمان پر سوال و جواب کے بعد دروازہ کھولا گیا اور وہاں یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام ملے۔ چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام ملے اور ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ [1]

گویا ہر آسمان پر پوچھا گیا کہ اے جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) تب کہا گیا کہ کیا یہ وہی ہیں جن کو بلایا گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں معلوم ہوا کہ سب اہل آسمان جانتے ہیں کہ آج جبرائیل علیہ اسلام اکیلے نہیں ہیں ان کے ساتھ محمد ﷺ ہیں اور ان کو اللہ کی طرف سے مہمان خصوصی کے طور پر بلایا گیا ہے۔ لہذا آج دروازہ انہی کے لیے کھولا جائے گا۔ اگر دروازہ جبرائیل علیہ السلام کے لیے کھولا جانا تھا تو وہ اسی وقت کھول دیا جاتا جب انہوں نے اپنا نام بتایا تھا۔

---

[1] بخاری کتاب مناقب الانصار باب ۴۲ مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۵۹

(۱۱۱) حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا وَّالِمُسْتَبِقٍ
مِّنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِّمُسْتَنِمِ

حل لغات:

لَمْ تَدَعْ : فعل از وَدَعَ یَدَعُ بمعنی چھوڑ دینا جیسے وَدَعْ اِذَاهُمْ۔ تم ان کی ایذاء کا خیال چھوڑ دو۔[1]

شَاْوًا : اَلشَّأْوُ بمعنی مدت اور غایت یہاں بمعنی غایت استعمال کیا گیا ہے۔

لِّمُسْتَبِقٍ : اسم فاعل آگے بڑھنے والا، قرآن میں ہے، فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔[۲]

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ : یوسف علیہ السلام اور زلیخا دروازہ کی طرف دوڑے۔[۲]

لِّمُسْتَنِمِ : اسم فاعل از اِسْتَنَمَ بمعنی کسی چیز پر چڑھنا یعنی بلند ہونا۔

سادہ ترجمہ:

حتیٰ کہ آپ نے کسی آگے بڑھنے والے کے لیے قریب آنے کی کوئی غایت نہ چھوڑی اور کسی بلند ہونے والے کے لیے کوئی زینہ باقی نہ رہنے دیا۔

منظوم ترجمہ:

چنانچہ آپ نے اس قرب اور رفعت کو جا پایا
نہیں ہے آپ کا جس میں کوئی ہمسر کوئی حمدم

---

۱ سورہ احزاب، آیت ۴۸

۲ سورہ یوسف، آیت ۲۵

شرح:

نبی اکرم ﷺ جب اس مقام کی طرف بڑھے جہاں عرش علا بھی نیچے رہ گیا، تو پھر کسی کے لیے مجال نہ رہی کہ آپ سے مسابقت بلکہ آپ کے قریب ہی آسکے، کیونکہ اس وقت سارا جہان نیچے تھا۔ عرش و کرسی نیچے تھے، لوح وقلم نیچے، ارض وسما نیچے تھے، اور سب انبیاء وملک نیچے تھے اور آپ کی نعلین پاک کا جوڑا سب سے بلند تھا۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

(۱۱۲) خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ
نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

حل لغات:

خَفَضْتَ : فعل ماضی از خَفِضَ يَخْفَضُ (س) پست کرنا خَفَضَ الْكَلِمَةَ کلمہ کو زیر دینا۔ اسی لیے جر دینے والے عامل کو عربی گرامر میں خَافِض بھی کہا جاتا ہے۔

بِالرَّفْعِ : رَفَعَ سے یہاں بلندی کا معنی مقصود ہے مگر اس کے ساتھ عربی نحو کے اعراب رفعی کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ : یعنی تنہا عالی قدر سردار

سادہ ترجمہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی نسبت عالیہ کے ساتھ بڑے سے بڑے مرتبہ کو اس وقت نیچے کر دیا، جب آپ کو اس بلندی پر یوں پکارا گیا جیسے یکتا عالی قدر سردار کو پکارا جاتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

اضافت کر کے تم نے ہر زبر کو زیر کر ڈالا
تھے تم اس جا منادیٰ مفرد و مرفوع اور علم

شرح:

یہ نہایت عالمانہ شعر ہے جس میں علم نحو کی اصطلات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شعر کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ جب آپ کو اللہ رب العزت نے مقام قاب قوسین پر یا محمد کہہ کر پکارا تھا تو اس وقت آپ کی اضافت یعنی نسبت نے ہر بڑے سے بڑے مقام کو زیر دیدی جیسے عربی نحو میں مضاف اپنے مضاف

الیہ کو جر (زیر) دے دیتا ہے یوں آپ نے ہر مقام کو زیر دیدی یعنی آپ اس وقت فوق العرش فوق الکرسیِ فوق الانبیاءِ فوق الملائکۃِ فوق الجنۃِ فوق السدرۃِ اور فوق کلِ شیٔیِ تھے، یوں آپ نے ہر چیز کو زیر دیدی اور زیر کر دیا۔

اور جب آپ کو اللہ رب العزت نے لامکاں میں یا محمد کہہ کر پکارا تو آپ بہت بلند (مرفوع) یکتا (مفرد) اور بلند قدر (علم) تھے۔ جیسے عربی نحو میں منادیٰ مفرد وعلم مرفوع ہوتا ہے۔ مثلاً یا محمد یا زید یا احمد وغیرہ۔

اس شعر سے امام بوصیری علیہ الرحمہ کی جلالت علمی اور فن شاعری میں انکے ید طولیٰ کا پتہ چلتا ہے۔ کہ انہوں نے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے عربی نحو کے قواعد اور اسکی اصطلاحات کے ساتھ کلام کیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے میری لکھی ہوئی ایک فارسی نعت کا یہ شعر ہے۔

انبیاء و مرسلین خبر مقدم آمدند

اے شہ شاہاں توئی آں را موخر متبدا

یعنی تمام انبیاء و مرسلین خبر مقدم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر کے متبداء موخر ہیں۔

(۱۱۳) كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَيِّ مُسْتَتِرٍ
عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَيِّ مُكْتَتِمِ

حل لغات:

اَيِّ مُسْتَتِرٍ : ای حرف استفہام ہے جو کبھی کمال پر دلالت کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ رَجُلٌ اَیُّ رَجُلٍ، زید کیا ہی کامل مرد ہے۔اسی طرح یہاں معنیٰ ہے کہ وہ وصل کیا ہی مخفی ہے۔

اَيِّ مُكْتَتِمِ : اسم مفعول از باب افتعال اِکْتَتَمَ چھپا ہونا۔

سادہ ترجمہ:

یہ نداء آپ کو اس لیے کی گئی تا کہ آپ ایسا وصل پائیں جو لوگوں کی نظروں سے ہی مخفی ہو اور ایسا راز حاصل کریں جو پوشیدہ رکھا جائے۔

منظوم ترجمہ:

وہ تم نے وصل پایا جو تمام آنکھوں سے مخفی ہے
ملا وہ راز ہے تم کو جو ہے ہر اک سے مکتتم

شرح:

اللہ نے جب آپ کو مقام قاب قوسین پر یا محمد یا احمد اور یا خیر البریۃ کہہ کر پکارا تو اللہ نے آپ کو وہ قرب ووصال دیا جسے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ نے اس وقت آپ سے وہ راز کی باتیں فرمائیں جو راز کسی دوسرے پر نہیں کھولے جا سکتے ۔اسی لیے ان کے بارہ میں اللہ نے فرمایا: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ تو اس وقت اللہ نے اپنے بندۂ خاص محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو وحی فرمائی سو فرمائی ۔[1]

---

[1] نجم: آیت ۱۰

یعنی اللہ نے اس مقام قرب خاص میں اپنے حبیب لبیب ﷺ سے جو راز کہے انہیں اللہ نے ما اوحیٰ کہہ کر پردہ راز ہی میں رہنے دیا۔تو انہیں کون جان سکتا ہے۔تا آنکہ خود رسول اللہ ﷺ ان راز و نیاز کی باتوں سے پردہ اٹھائیں اور کسی حدیث صحیح سے وہ بات ہم تک پہنچے، چنانچہ

مقام قاب قوسین پر اللہ و رسول کی بعض گفتگو:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا اے محمد (ﷺ، کہیے آپ کیا کیا کہنا چاہتے ہیں) آپ نے عرض کیا اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور انہیں ملک عظیم دیا، تو نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے ہاتھ میں لوہا نرم کیا۔تو نے سلیمان علیہ السلام کو بڑی حکومت دی اور ان کے لیے انسان جنات اور شیاطین کو مسخر کیا، اور تو نے عیسیٰ علیہ السلام کو تورات و انجیل کا علم بخشا وہ اندھوں اور کوڑھیوں کو شفاء دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (یعنی اے اللہ ان سب مقامات کے مقابلہ میں مجھے بھی کچھ نوازا جائے)

تو اللہ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) آپ کو میں نے اپنا حبیب بنایا۔آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنایا۔آپ کا سینہ مبارک (علم کے لیے) کھول دیا۔آپ سے آپ کا بوجھ اٹھا دیا، آپ کی خاطر آپکا ذکر بلند کر دیا، چنانچہ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا ضرور ذکر کیا جائے گا۔

میں نے آپ کی امت کو سب امتوں سے افضل بنایا۔آپ کی امت دنیا میں آنے والی سب سے آخری امت ہے اور جنت میں جانے والی سب سے پہلی امت، آپ کی امت کا کوئی خطبہ (جمعہ، عید اور نکاح وغیرہ کے لیے) مکمل نہیں ہوگا جب تک اس میں گواہی نہ دی جائے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔میں نے آپ کی امت کے بعض لوگ ایسے بنائے ہیں جن کے دل مستقل کتابیں ہیں (اس سے حفاظ مراد ہیں)۔میں نے تخلیق میں آپ کو سب سے پہلا نبی بنایا اور بعثت میں سب سے آخری نبی، آپ کی امت کا فیصلہ روز قیامت میں سب امتوں سے پہلے ہوگا۔میں نے آپ کو سبع مثانی عطا فرمائی (یعنی سورہ فاتحہ) کہ اس جیسی سورت کسی نبی کو نہ دی گئی، میں نے آپ کو کوثر عطا فرمایا میں نے آپ کو دین کے آٹھ حصے دیے۔اسلام، ہجرت، جہاد، صدقہ۔نماز، روزہ رمضان،

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اے محمد میں نے آپ کو سلسلہ نبوت کا شروع کرنے والا اور اسے ختم کرنے والا بنایا۔[1]

یہ حدیث مبارک جہاں مقام قاب قوسین کی گفتگو کا بعض حصہ بتاتی ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم فضائل سے آگاہ کرتی ہے، جن میں سے مقام ختم نبوت بھی ہے جس کو اس حدیث نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ آپ بعثت میں آخری نبی ہیں۔ آپ کی امت آخری امت ہے اور آپ سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں اس موضوع پر سیر حاصل تحقیقی بحث کے لیے راقم الحروف کی کتاب دلائل ختم نبوت مع رَدِ قادیانیت کا مطالعہ کیا جائے۔

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۱

(۱۱۴) فَحُزْتَ کُلَّ فِخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَكٍ
وَّجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمٍ

حل لغات:

فَحُزْتَ : فعل ماضی از حَاذَ یَحُوْذُ(ن) جمع کرنا یا کسی چیز کو اپنے لیے مخصوص کر لینا۔

فِخَارٍ : مصدر از باب مفاعلہ فَاخَرَ یَفَاخِرُ فِخَارًا فخر کرنے میں غالب رہنا۔

غَیْرَ مُزْدَحَمٍ : کسی مدمقابل کا نہ ہونا۔

سادہ ترجمہ:

یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہر قابل فخر صفت کو یوں جمع کر لیا کہ اس میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اور آپ نے ہر مقام کو یوں سمیٹ لیا کہ اس میں آپ کا کوئی مدمقابل نہیں۔

منظوم ترجمہ:

مفاخر سب اکٹھے کر لیے تم نے بلا شرکت
نہیں کوئی فضائل میں میرے آقا سے مزدحم

شرح:

کسی فضیلت میں کوئی پیغمبر بھی حضور ﷺ کا ہم پلہ نہیں:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں سب مفاخریوں جمع کر دیے ہیں کہ کسی مفخر و فضیلت میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں یعنی آپ کے ہم پلہ نہیں، چنانچہ اللہ نے انبیاء کرام کو عظیم محامد و محاسن عطا فرمائے لیکن کسی نبی کو کوئی ایسی فضیلت نہیں دی جسکی مثال اپنے محبوب ﷺ کو نہ دی ہو بلکہ اس سے بڑھ کر نہ دی ہو۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے ان گنت ایسے فضائل عطا

فرمائے کہ کسی نبی کو عطا نہ فرمائے گئے۔ جیسے ہر نبی کسی خاص قوم یا علاقہ کے لیے آیا مگر نبی کرام ﷺ کو تمام نسل انسانی کے لیے رسول بنایا گیا اور تا ابد بنایا گیا۔ آپ کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے یعنی چند الفاظ میں علم و حکمت کا دریا بہا دینا۔ آپ کے لیے اموال غنیمت کو حلال کیا گیا۔ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ آپ کی مدد کی گئی۔ آپ کے لیے ساری روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا جہاں چاہو نماز پڑھو، آپ کی امت کے لیے مٹی کو پاک کرنے والی بنایا گیا (تیمم کی رعایت عطا فرمائی گی)

اور آپ پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ آپ کی امت سب سے آخر میں دنیا میں آئی اور سب سے پہلے جنت میں جائے گی۔ آپ کے دنیا میں تشریف لانے پر کفار سے وہ عذابات ختم کر دیے گئے جو پہلی قوموں پر آئے تھے، یوں آپ کی رحمت سے کفار کو بھی حصہ دیا گیا۔ کیونکہ آپ تمام جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپکو قرآن عطا فرمایا گیا جسکا اعجاز لازوال ہے۔ آپ کی امت تمام پچھلی امتوں کی مجموعی تعداد سے دوگنا ہے۔ آپ کو تمام انبیاء کا امام بنایا گیا۔ آپ کو اللہ رب العزت نے اپنا دیدار عطا فرمایا۔ آپکی امت کے وہ فضائل ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے آپ کی امت میں سے ہونے کی تمنا کی۔ روز حشر آپ ہی کے ہاتھوں باب شفاعت کھلے گا۔ لواء الحمد آپ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔ وغیر ذالک۔

اب ان اوصاف و کمالات میں جس وصف و کمال کی بات شروع کی جائے وہی اسقدر طویل ہے کہ ختم نہیں ہو سکتی۔ الغرض اگر کوئی عمر نوح پائے اور آپ کے اوصاف و کمالات بیان کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ ؏

زندگیاں ختم ہوئیں قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہو سکا

(۱۱۵) وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُتَبٍ
وَعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُولِيتَ مِنْ نِّعَمِ

حل لغات:

جَلَّ : فعل ماضی از جَلَّ یَجِلُّ (ض) عظمت و بزرگی والا ہونا۔

وُلِّیتَ : ماضی مجہول از تفعیل وَلّٰی یُوَلِّی تَوْلِیَۃً کسی شخص کو کسی چیز کا انتظام سپرد کیا جانا۔

اُوْلِیتَ : ماضی مجہول از باب افعال اَوْلٰی یُوْلِی. اَوْلٰی فُلَاناً اَلْاَمْرَ. فلاں آدمی کو اس نے اس معاملہ کا ولی مقرر کر دیا۔

سادہ ترجمہ:

یارسول اللہ جو مراتب آپ کو عطا فرمائے گئے انکی قدرومنزلت بہت عظیم وجلیل ہے۔ اور جو نعمتیں آپکو بخشی گئیں ان کا ادراک بھی انسانوں کے لیے ناممکن ہے۔

منظوم ترجمہ:

میرے آقا تیری عظمت تلک کس کی رسائی ہے
ہیں ہر ادراک سے بالا ملی ہیں تم کو جو نعم

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتیں انسانی ادراک سے ورآء ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سراپا معجزہ ہے اور معجزہ وہ ہے جو انسان کی عقل کو عاجز کردے۔ اس لیے آپ کو اللہ نے سراپا دلیل قرار دیا۔ اللہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے عظیم برہان آگئی۔[1]

سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں برہان سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ مراد ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کی فلاں چیز دلیل ہے یعنی آپ کا علم دلیل ہے یا اخلاق دلیل ہے یا معاملات دلیل ہیں۔ نہیں بلکہ آپ کو مطلقاً دلیل فرمایا گیا، معلوم ہوا کہ آپ سر تا بقدم اللہ رب العزت کی عظمتوں کے لیے مجسم دلیل اور سراپا برہان ہیں۔ اسی لیے آپ کی ولادت معجزہ ہے بلکہ معجزات کا خزانہ ہے۔ آپ کا بچپن معجزہ ہے، جوانی معجزہ ہے، اعلان نبوت معجزہ ہے، ہجرت معجزہ ہے بلکہ ہجرت کے معجزات کا ایک طویل مضمون ہے، آپ کا ہر غزوہ معجزات سے بھرا ہوا ہے آپ کا ہر سفر معجزات کا مرقع ہے۔

پھر آپ کے وجود اقدس کے ہر عضو میں شان اعجاز ہے، آپ کے بال مبارک معجزہ ہیں۔ رخ انور معجزہ ہے۔ لعاب دہن معجزہ ہے بلکہ معجزات کا مرقع ہے۔ آپ کی انگشتان مبارک معجزہ ہیں۔ قلب مبارک معجزہ ہے۔ پائے مبارک معجزہ ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے فضلات مبارکہ بھی معجزہ ہیں اور آپ کے بول مبارک کی شان اعجاز بھی احادیث میں موجود ہے۔

سچ یہ ہے کہ آپ کا جسم اقدس بظاہر بشری وعنصری ہے مگر حقیقت میں وہ نور سے بنا ہے یعنی نورانی جسم مقدس ہے۔ اسی لیے اسکا سایہ نہ تھا اور اس کے ہر عضو سے نور کی شعائیں پھوٹتی ہیں۔

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
دندان ولب وزلف ورخ شاہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول
واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

---

1 سورہ نساء، آیت ۱۷۴

2 درمنثور جلد ۲ صفحہ ۷۵۳

(۱۱۶) بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

حل لغات:

بُشْرٰی : بشارت

مَعْشَرَ : جماعت

رُكْنًا : جس سے قوت حاصل کی جائے، قوت وغلبہ۔

سادہ ترجمہ:

ہم اہل اسلام کے لیے بشارت ہے کہ ہمارے لیے (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی) وہ عنایت ہے جو ناقابل انہدام قوت ہے۔

منظوم ترجمہ:

مبارک ہو مسلمانوں سہارا ہم کو حاصل ہے
رسول اللہ کا ممکن نہیں کہ ہو جو منہدم

شرح:

امت محمدیہ کی افضلیت اور خصوصیات:

یعنی امت محمدیہ پر وہ عنایات ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کرسکتا اس امت کو اللہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقے میں وہ عظیم انعامات واحسانات سے نوازا ہے۔ جو اس کو ساری امتوں پر افضل واکرم بناتے ہیں: تو اس پر اللہ نے نص کرتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

اے امت مصطفیٰ ﷺ تم سب سے بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لیے بنائی

گئی ہے۔ [1]

یہاں ہم احادیث صحیحہ سے امت کے چند فضائل لاتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَحْنُ الآخِرُونَ مِنْ اَهْلِ الدُّنیا وَالْاَوَّلون یَوْمَ الْقِیامَۃِ الْمَقْضِیُّ لَھُمْ قَبْلَ الْخَلائِقِ

ہم اہل دنیا میں سب سے آخر ہیں اور روز قیامت سب سے پہلے ہونگے ہمارے لیے سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا۔ [2]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔

بیشک میری امت روز قیامت یوں آئے کہ آثار وضوء کی وجہ سے انکی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہونگے۔ تو تم میں سے جو شخص اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے وہ بڑھالے۔ [3]

یعنی وضوء میں سر کا تھوڑا حصہ اور بازوں پنڈلیوں کا کچھ حصہ بھی دھونے میں شامل کرلے کہ جتنا حصہ اس میں شامل ہو جائے گا۔ قیامت کے دن چمک اٹھے گا، اور یہ اعزاز صرف امت مصطفیٰ ﷺ کو نصیب ہوگا، چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میرے حوض پر میرے پاس آئے گی اور میں دوسرے لوگوں کو اپنے حوض سے یوں ہٹاؤں گا جیسے کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے الگ کرتا ہے (کافروں ملحدوں کو الگ کروں گا) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ہمیں پہچانیں گے؟ آپنے فرمایا: تمہاری نشانی ہوگی۔ جو کسی اور کی نہ ہوگی تم آثار وضوء کی وجہ سے چمکتے چہروں اور چمکتے ہاتھوں پاؤں کے

---

۱ آل عمران آیت ۱۱۰

۲ مسلم کتاب الجمعہ حدیث ۲۳ نسائی کتاب الجمعہ باب اول، ابن ماجہ کتاب الاقامتہ باب ۷۸

۳ بخاری کتاب الوضوء باب ۳ حدیث ۱۳۶، مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۳۵

ساتھ آؤ گے۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر رحم کیا گیا ہے اسکی توبہ قبول کی گئی۔ وہ اپنی قبروں میں اپنے گناہوں کے ساتھ تو داخل ہوگی اور قبروں سے یوں نکلے گی کہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا تمحصی عنها ذنو بها باستغفار المو منین لها۔ان کے گناہ ان سے مٹا دیے جائیں گے کیونکہ اہل ایمان ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ [2]

یہ حدیث ایصال ثواب کے جواز پر صریح دلالت کر رہی ہے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر رحم کیا گیا ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں ہے ،اسکا عذاب صرف دنیا میں ہے، الفتن والزلازل والقتل، فتنے زلزلے اور قتل۔ [3]

---

[1] مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۳۷

[2] معجم اوسط طبرانی جلد اول صفحہ ۵۰۹ حدیث ۱۸۷۹ باب اسمہ احمد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] سنن ابوداؤد کتاب الفتن باب ۷ حدیث ۴۲۷۸

(۱۱۷) لَمَّا دَعَى اللهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

حل لغات:

دَاعِيْنَا : یہ جمع مذکر اسم فاعل از باب دَعَ يَدَعُ ہے اضافت کے سبب نون جمع گر گیا۔

سادہ ترجمہ:

جب اللہ نے ہمارے داعیان کو رسول اللہ کے ذریعے اپنی اطاعت کے لیے بلایا تو چونکہ آپ سب رسولوں سے اکرم ہیں اس لیے ہم سب امتوں سے اکرم ہیں۔

منظوم ترجمہ:

خدا نے آپ کو بھیجا ہماری خیر کی خاطر
وہ اکرم الرسل ٹھہرے تو ہم ہیں اکرم الامم

شرح:

اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ نے داعیان حق کی جماعت تیار کی جنہوں نے آگے امت کو حق کی طرف بلایا تو یوں یہ سلسلہ تاقیامت جاری ہے۔اس لیے آپ اکرم الرسل ہیں اور آپ کی امت اکرم الامم ہے۔یعنی دعوت الی الحق کا جو کام پہلے انبیاء سے لیا گیا وہ اس امت کے سپرد کیا گیا۔کہ امت ہی کفار کو دعوت حق دے کسی پیغمبر کو اس کام کے لیے نہیں بھیجا جائے گا،تو اس سے آپ کی عظمت بھی ثابت ہے اور آپ کی امت کی بھی۔اسی لیے اللہ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: اے امت محمد ﷺ تم سب سے افضل امت ہو جسے لوگوں کی ہدایت کے لیے بنایا گیا ہے تم نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہو۔[1]

اس سے حضور ﷺ کا آخری رسول و نبی ہونا بھی صراحتاً معلوم ہو رہا ہے۔میں نے اس موضوع پر کتاب دلائل ختم نبوت مع ردّ قادیانیت میں خوب داد تحقیق دی ہے وہاں دیکھیں۔

---

[1] سورہ آل عمران،آیت ۱۱۰

فصل حادی عشر:

جہاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱۱۸) رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰی اَنْبَآءُ بِعْثَتِہٖ
كَنَبْأَةٍ اَجْفَلَتْ غُفْلًا مِّنَ الْغَنَمِ

حل لغات:

رَاعَتْ : فعل ماضی از رَاعَ یَرُوْعُ۔خوف زدہ ہونا جیسے قرآن میں ہے فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ ۔جب ابراہیم علیہ السلام کا خوف دور ہوا۔[1]

الْعِدٰی : بمعنیٰ دشمن اسکی جمع اَعْدَاءٌ ہے۔

اَجْفَلَتْ : باب افعال اجلف یُجْلِفُ۔ اسکا معنیٰ جڑ سے اکھاڑنا اور تباہ کرنا۔

غُفْلًا : جمع مذکر مکسر برائے اسم فاعل از غَفَلَ یَغْفُلُ (ن)

سادہ ترجمہ:

آپ کی بعثت مبارکہ کی خبروں نے دشمنان اسلام کے دل یوں خوف زدہ کردیے جیسے بے خبر بکریوں کو اچانک خبر (شیر کی دھاڑ) برباد کردیتی ہے۔

---

[1] ہود آیت ۷۴

منظوم ترجمہ:

نبی کی خبر بعثت سے لرز اٹھے تھے سب اعداء
کہ جیسے دھاڑنے سے شیر کے بھاگ اٹھیں سب غنم

شرح:

بعثت رسول اللہ ﷺ کی خبر سے اعداء کا خوف زدہ ہونا:

جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو طاغوتی طاقتیں لرز اٹھیں مثلاً شیاطین اس سے قبل آسمان کے قریب جا کے فرشتوں کے باتیں سننے کے لیے کان لگایا کرتے تھے جب آپ کی بعثت ہوئی تو اسکے بعد جو شیطان آسمان کے قریب گیا اس پر آگ کا شعلہ پڑا جسے شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔

چنانچہ شیطانی ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ شیاطین ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے شیطان اکبر کے پاس پہنچے اور اسے ماجریٰ سنایا اس نے کہا ضرور زمین پر کوئی بڑا واقعہ ہوا تب کچھ شیاطین مکہ میں آئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے آگاہی ہوئی۔

اس شعر کے پہلے مصرعہ رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰی اَنْبَاءُ بِعْثَتِہٖ میں سے رسول اللہ ﷺ کا کسی میدان جنگ کی طرف نکلنا بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ یعنی جب آپ کسی دشمن کی طرف حکم الٰہی سے بھیجے جاتے تو دشمنان اسلام پر آپ کی آمد کی خبر بجلی بن کر گرتی اور یوں لگتا جیسے بھیڑوں بکریوں نے شیر کی دھاڑ سن لی ہے۔ اور وہ بھاگ کر اپنی جانیں بچانے لگتی ہیں اگلے اشعار اسی معنیٰ کی تائید کر رہے ہیں۔

اسی لیے مشہور حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مِنْ مَسِیْرَةِ شَھْرٍ ، کہ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ [1]

---

[1] مسلم کتاب الطہارۃ

(۱۱۹) مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِيْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ
حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمِ

حل لغات:

مُعْتَرَكٍ : اسم ظرف از باب افتعال اِعْتَرَكَ يَعْتَرِكُ۔ مقابلہ کا میدان۔ کارزار جنگ۔

حَكَوْا : جمع مذکر فعل ماضی از حَكٰى يَحْكِيْ (ض) حکایت کرنا بیان کرنا حکی فلاناً کسی سے مشابہ ہونا۔ یہی معنیٰ یہاں مراد ہے۔

بِالْقَنَا : قَنَاةٌ کی جمع بمعنیٰ نیزہ۔

وَضَم : قصاب کا وہ لکڑی کا تختہ جس پر وہ گوشت کے ٹکڑے کرتا ہے۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر معرکہ جنگ میں کفار کا مقابلہ اس انداز میں کرتے رہے کہ وہ نیزوں کی مار سے اس گوشت کے مشابہ ہو گئے جو تختۂ قصاب پر ہو۔

منظوم ترجمہ:

وہ ہر میداں میں نیزوں سے صحابہ کے ہوئے زخمی
کہ جیسے تختۂ قصاب پر ٹکڑے پڑا ہو لحم

شرح:

اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر میدان جنگ میں فتح سے ہمکنار فرمایا۔ کفار کی حالت یوں ہوتی تھی جیسے تختہ قصاب پر گوشت ہو کہ وہ اسے جیسے چاہے کاٹتا ہے۔ یونہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے نیزے کفار کے جسموں کے ٹکڑے کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ بدر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکیں تو ان میں سے کوئی نہ بچا جکی آنکھوں میں کنکریاں نہ پڑی ہوں اور صحابہ ان کو بڑھ بڑھ کر جیسے چاہتے مار رہے تھے۔

محمد بن قیس اور محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب بدر میں اہل اسلام اور مشرکین ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا یَاشَاهَتِ الوُجوہُ۔ چہرے رسوا ہو گئے، تو دشمنان اسلام میں سے کوئی نہ بچا جسکی آنکھوں میں مٹی نہ پڑی ہو اور صحابہ کرام انہیں بڑھ بڑھ کر قتل کرنے لگے تو انکی شکست رسول اللہ ﷺ کے مٹی پھینکنے سے ہوئی۔ تب اللہ نے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

ترجمہ: جب آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ آپ نے نہیں اللہ نے پھینکی تھیں۔[1]

البتہ صرف میدان احد میں ایسا ہوا کہ بعض صحابہ کرام کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے انکی جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا حالانکہ جنگ کے شروع ہوتے ہی مسلمانوں کا پہلا حملہ اس قدر شدید تھا کہ کفار کے پاؤں اکھڑ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور مسلمان ان کا چھوڑا ہو مال غنیمت سمیٹنے لگے۔ پھر اچانک یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک گروہ جبل رماۃ پر کھڑا کر رکھا تھا اور اسے فرمایا تھا کہ جب تک میں تمہیں نہ کہوں تم نے پہاڑ سے اترنا نہیں ہے۔ جب کفار بھاگ اٹھے تو ان پچاس تیر اندازوں میں سے بعض نے کہا اب فتح ہو گئی، معاملہ ختم ہو گیا نیچے اترو مگر ان میں سے بعض نے کہا جب تک حضور ﷺ ہمیں حکم نہ دیں ہم نہیں اتریں گے خواہ فتح ہو یا شکست۔ وہ نہ اترے اور شہید ہو گئے اور وہ بارہ یا تیرہ ہی تھے باقی اتر آئے،

تو جیسے ہی وہ اترے کفار کا ایک تازہ دم گروہ خالد بن ولید کی کمان میں پہاڑ کے پیچھے کھڑا تھا انہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا اہل اسلام اس اچانک حملے سے گھبرا گئے۔ اور جو کفار بھاگے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے اور جب تک مسلمان خود کو سنبھالتے ان میں سے ستر افراد شہید ہو گئے۔ جب مسلمان سنبھل کر کھڑے ہوئے تو کفار بھی پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ مگر آگے بڑھ کر حملہ آور نہ ہوئے۔

اس ساری کیفیت میں اللہ کی طرف سے اہل اسلام کو تا قیامت سبق دیا گیا کہ مسلمانوں کی فتح ونصرت اطاعت رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہے۔ اگر وہ آپ کے کسی حکم سے مخالفت کریں تو انکی جیتی ہوئی فتح بھی ہار میں بدل سکتی ہے۔

---

1 سورہ انفال، آیت ۱۸

(۱۲۰) وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يَغْبِطُوْنَ بِهٖ
أَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

حل لغات:

وَدُّوا : کفار نے پسند کیا۔
أَشْلَاءَ : شِلْوٌ کی جمع بمعنیٰ جسم کا عضو۔
شَالَتْ : فعل ماضی از شَلَا یَشْلُوْ (ن) اونچا کرنا یا اونچا ہونا۔
الْعِقْبَانِ : عُقَابٌ کی جمع کرگس۔
الرَّخَمِ : گدھ، اسکی جمع رُخَم ہے

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کفار کو بھاگنے سے دلچسپی ہوتی تھی حتیٰ کہ وہ اس پر فخر کرنے لگے گویا وہ ان اعضاء جسم کی طرح ہیں جن کو کرگس اور گدھ لے اڑے ہوں۔

منظوم ترجمہ:

لگے وہ فخر کرنے بھاگنے پر جنگ کے میداں سے
اڑائے کرگسوں چیلوں نے انکے پارہ ہائے جسم

شرح:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ سے کفار کا جنگ سے بھاگنا:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعویٰ غلط نہیں کیا۔ واقعۃً ایسا ہوا کئی بار بڑے بڑے عظیم لشکر بڑی طاقتوں کے ساتھ سامنے آئے مگر آپکے سامنے میدان میں ٹھہر نہ سکے اور انہوں نے فرار ہونے میں اپنی عافیت سمجھی۔ اسکا بڑا مظاہرہ جنگ تبوک میں ہوا سن ہجری ۹ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شاہ

روم مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے کوئی خوف محسوس کیے بغیر ہرقل کے ملک پر حملہ کا پروگرام بنا لیا۔ چنانچہ آپ صحابہ کا ایک لشکر لیکر قطع منازل کرتے ہوئے تبوک جا پہنچے جو ملک شام سے قریب ہے۔ ادھر ہرقل شاہ روم، بہت بڑی فوج لیکر آیا جسکی تعداد ستر ہزار سے زائد تھی۔ جب ہرقل کو پتہ چلا کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اسکے مقابلہ میں تبوک تک آگئے ہیں تو اس پر شدید خوف طاری ہوا حالانکہ وہ اس زمانہ کی سپر پاور سلطنت روم کا فرماں روا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ شاہ روم بھاگ اٹھا۔ تب علاقہ تبوک کے حاکم نے آپ کی اطاعت قبول کر لی اور جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہوگئی۔

آپ کے مقابلہ سے فرار کا ایک واقعہ وہ بھی ہے جب نجران کے عیسائی مقابلہ کے میدان سے بھاگ اٹھے تو نجران کے سارے علاقہ پر اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ اور آخر کار جزیہ کی ادائیگی پر صلح کی گئی، یوں نجران پر اسلامی حکومت کا جھنڈا لہرانے لگا اسی طرح غزوہ بنی مصطلق اور غزوہ مریسیع میں ہوا جب آپ دشمن کے سر پر پہنچ گئے تو ان کو اطاعت ہی اختیار کرنا پڑی اور مقابلہ کی جرات نہ ہوئی، اور یہی معاملہ فتح مکہ کے موقع پر ہوا۔ جب آپ اچانک کفار مکہ کے سر پر پہنچ گئے تو ان کے اوسان خطا ہو گئے، ہوش اڑ گئے دل بیٹھ گئے اور کسی کو سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی، یوں شہر مکہ بغیر لڑائی کے فتح ہو گیا، اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیچھے بتا چکے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہے
اس سر تاج رفعت پر لاکھوں سلام
جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

(۱۲۱) تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَایَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا
مَالَمْ تَکُنْ مِّنْ لَّیَالِی الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

حل لغات:

عِدَّتَهَا : عِدَّۃً مصدر از عَدَّ یَعُدُّ (ن) یعنی گنتی اور شمار۔

اَلْاَشْهُرِ الْحُرُمِ: حرمت والے مہینے یعنی چار قمری ماہ رجب، ذی قعدہ، ذی الحج اور محرم الحرام۔

سادہ ترجمہ:

کفار کی مرعوبیت یہ تھی کہ راتیں گزر جاتیں اور وہ نہ جانتے کہ انکی تعداد کیا ہے۔تاوقتیکہ حرمت والے چار ماہ آجاتے۔(جن میں لڑائی حرام ہے)

منظوم ترجمہ:

وہ مارے خوف کے گنتی دنوں کی بھول جاتے تھے
تا آنکہ ان پر آجاتے مہینے جو ہیں محترم

شرح:

یعنی دشمنان اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں اگر کبھی سکھ کا سانس ملتا تو وہ ان مہینوں میں تھا جن میں لڑائی حرام ہے رجب، ذی قعدہ۔ذی الحج اور محرم الحرام، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان مہینوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کا آغاز نہیں فرماتے ان مہینوں کے سوا کفار پر ہر وقت آپ کا رعب طاری رہتا اور وہ حواس باختگی میں جانتے نہ تھے کہ مہینے کی کتنی راتیں گزری ہیں کتنی باقی ہیں۔

حرمت والے مہینوں میں اب بھی کفار سے لڑائی کا آغاز حرام ہے:

اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

اِنَّ عِدَّۃَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط

ترجمہ: اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ ہی ہے، یہ اللہ کی کتاب میں تب سے تحریر ہے جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے ان میں چار ماہ حرمت والے ہیں۔[1]

یاد رہے رجب میں اس لیے لڑائی کا آغاز کرنے کو حرام کہا گیا ہے تا کہ سال میں ایک مہینہ ایسا ہو جب لوگ تمام اطراف عالم سے بلا خوف وخطر عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ آسکیں اور ذی الحج کے ماہ میں اور اس سے پہلے اور پیچھے ایک ایک ماہ بھی آغاز لڑائی کو حرام کہا گیا تا کہ لوگ بآسانی حج کے لیے آسکیں اور واپس جاسکیں۔اور سچ یہ ہے کہ یہ جنگ کا حرام ہونا اب بھی باقی ہے۔کیونکہ جس علاقہ میں بھی کفار کے ساتھ لڑائی شروع کر دی جائے تو وہ علاقہ غیر محفوظ ہو جاتا ہے وہاں سے بری یا فضائی راستوں کے ذریعہ حج پر آنا لوگوں کے لیے مشکل بن جاتا ہے۔البتہ اگر ان مہینوں میں کفار مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو دفاع میں جنگ کرنا جائز ہے۔جیسے ذی قعدہ میں جب ثقیف نے مسلمانوں پر حملہ کا پروگرام بنایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر طائف کا محاصرہ کرلیا اور اسے فتح کر کے چھوڑا یہ دفاعی کاروائی تھی آپ نے جنگ شروع نہیں کی تھی۔

---

[1] سورہ توبہ، آیت ۳۶

(۱۲۲) كَأَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ
بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدٰى قَرِمِ

حل لغات:

ضَیْفٌ : مہمان جیسے قرآن میں ہے وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارہ میں بتائیں[1] یہ لفظ واحد جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور اسکی جمع ضیوف بھی مستعمل ہے۔

حَلَّ : ماضی از حل یَحُلُّ اترنا۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ ۔[2]

سَاحَتَهُمْ : چند گھروں کا مشترکہ صحن۔

قَرِمٍ : مصدر از قَرَمَ يَقْرِمُ (ض) قَرَمَ الطَّعَامَ کھانا کھانا۔ قَرِمٍ صفت مشبہ از قَرِمَ يَقْرَمُ (س) وہ جسے کھانے کی شدید خواہش ہو۔

سادہ ترجمہ:

گویا دین اسلام ایک مہمان ہے جو دشمنوں کے صحن خانہ میں اترا اور وہ دشمنان اسلام کے گوشت کی شدید اشتہاء رکھتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

تو مہماں دین تھا انکا معیت میں صحابہ کی
تھا اس دعوت کا کھانا بس خدا کے دشمنوں کا لحم

شرح:

جب رسول اللہ ﷺ نے جہاد شروع کیا تو دشمنان اسلام کی مغلوبیت کا حال یہ تھا جیسے اسلام اور مجاہدین اسلام ایک مہمان کی شکل میں ہیں جو دشمنوں کے گھر میں اترا ہے اور وہ اسے اپنا گوشت بطور مہمانی پیش کر رہے ہیں۔

---

[1] سورہ حجر، آیت ۵۱

[2] سورہ رعد، آیت ۳۱

(۱۲۳) يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ
يَرْمِيْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

حل لغات:

يَجُرُّ : مضارع از جَرَّ يَجُرُّ (ن) کھینچنا۔
بَحْرَ : بمعنیٰ سمندر، کبھی دریا کو بھی بحر کہہ دیتے ہیں، یہاں یہی معنیٰ ہے۔
خَمِيْسٍ : بہادروں کا لشکر۔
سَابِحَةٍ : تیز رفتار گھوڑے۔
يَرْمِيْ بِمَوْجٍ: دریا یا سمندر کا متلاطم ہونا۔
الْاَبْطَالِ : بہادران۔
مُلْتَطِمِ : یہ موج کی صفت ہے یعنی متلاطم۔

سادہ ترجمہ:

دین اسلام ان کے پاس ایسے مہمان کی صورت میں آیا جو ایک دریا نما لشکر کو کھینچ لا رہا تھا۔ وہ لشکر تیز رفتار گھوڑوں پر سوار تھا اور بہادروں کی موجزن اور متلاطم فوج پر مشتمل تھا۔

منظوم ترجمہ:

میرے آقا بہادر فوج کا سیل رواں لیکر
یوں بڑھتے تھے کہ جیسے ایک ہو دریائے متلاطم

شرح:

دشمنان اسلام کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ ایسی فوج لیکر نکلتے تھے جو بہادر صحابہ کرام پر مشتمل تھی۔ اور انہیں دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے بہادروں کا ایک موجزن دریا ہو اور لہریں اٹھاتا چلا آتا ہو گویا ہر لہر دوسری لہروں سے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام میں سے ہر گروہ کی تمنا تھی کہ وہ آگے بڑھ کر حملہ کرے انصار مہاجرین سے بے تاب تھے اور مہاجرین انصار سے زیادہ بے قرار۔

(۱۲۴) مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَسْطُوْا بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمٖ

حل لغات:

مُنْتَدِبٍ : اطاعت گزار، اِنْتَدَبَهٗ لِلْاَمْرِ اس نے فلاں کے حکم پر اطاعت کی۔

مُحْتَسِبٍ : ثواب کی نیت رکھنے والا

يَسْطُوْا : حملہ کرنا

بِمُسْتَأْصِلٍ: اسم فاعل از استفعال، جڑسے اکھیڑنے والا۔

مُصْطَلِمٖ : اسکا معنیٰ بھی جڑ سے اکھیڑنے والا ہے۔

سادہ ترجمہ:

لشکر اسلامی اللہ کے لیے ہر مطیع ومخلص بندے پر مشتمل ہوتا تھا جو یوں حملہ کرتا تھا جیسے وہ کفر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔

منظوم ترجمہ:

یہ لشکر تھا خدا کے ان اطاعت کیش بندوں کا
جو قصر کفر کو جڑ سے اکھاڑیں کر دیں منہدم

شرح:

رسول اللہ ﷺ کا ہر صحابی میدان جنگ میں اطاعت خداوندی وفرمانبرداری رسول کی تصویر بن کر اترتا تھا اور اس جذبہ کے ساتھ حملہ آور ہوتا تھا کہ وہ اکیلا ہی عمارت کفر کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

صحابہ کرام کا جذبہ جہاد قرآن وحدیث سے:

اللہ [illegible]رماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ يُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤئِمٍ‌ ؕ ذٰ لِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: مومنو جو تم میں سے مرتد ہو جائے (تو کوئی بات نہیں) اللہ ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ ان کا محبوب ہے وہ مومنوں کے لیے نرم دل اور کافروں پر سخت تر ہیں۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں رکھتے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔[1]

تمام مفسرین کے نزدیک یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکروں کے بارہ میں اتری۔ جب آپ نے منکرین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف عظیم جہاد فرمایا۔ اللہ نے پہلے سے اس کی خبر دی کہ اگر کچھ لوگ مرتد ہونگے تو کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ مجاہدین کے ذریعے انکا قلع قمع کرے گا، اور واقعتاً ان مجاہدین اسلام نے کفر و ارتداد اور الحاد و زندیقیت کی عمارت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ مسیلمہ کذاب ایک لاکھ کا لشکر لیکر مقابلہ میں آیا مگر مجاہدین نے اسکی طاقت کے ٹکڑے کر ڈالے۔ حالانکہ ان کی تعداد چار پانچ ہزار سے زائد نہ تھی۔

جنگ موتہ میں صرف تین ہزار مسلمان تھے اور مقابلہ میں ایک لاکھ کفار تھے ہر ایک مسلمان کے سامنے تینتیس کفار تھے۔ مگر مجاہدین اسلام میں وہ جرأت ایمانی تھی کہ چند گھنٹوں میں انکو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں منبر پر بیٹھ کر صحابہ کو جنگ کا نقشہ یوں کھینچ کر بتا رہے تھے جیسے آج ٹی وی پر کسی کرکٹ میچ کی کمنٹری کی جاتی ہے۔

---

1 سورہ مائدہ: آیت ۵۴

(۱۲۵) حَتّٰی غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِیَ بِهِمْ
مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُولَةَ الرَّحِمِ

حل لغات:

غَدَتْ : ماضی از غَدَا یَغْدُوْا یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور صاد کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہی معنیٰ یہاں ہے۔

مَوْصُولَةَ الرَّحِمِ : جسکی رشتہ داری کالحاظ رکھا جائے۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام کی مجاہدانہ کوششوں کی وجہ سے ملت اسلامیہ ایسی ہوگئی کہ بڑی برادری اور اعزہ واقارب رکھتی ہے جبکہ وہ پہلے غربت اور ضعف میں تھی۔

منظوم ترجمہ:

تھی پہلے ملت اسلام غربت اور ضعیفی میں
مگر پھر ان کے صدقے ہوگئی مضبوط مستحکم

شرح:

یعنی دین اسلام ابتداء میں بہت کمزور اور ضعیف تھا جیسے کوئی غریب الوطن انجان ہو جسے کوئی نہ جانتا پہچانتا ہو یہی حالت ملت اسلام کی تھی پھر صحابہ کرام کی شبانہ روز محنتوں قربانیوں اور جہاد پیہم کی وجہ سے مضبوط تر ہوگیا، ابتداء میں جو چند لوگ اسلام لائے ان پر دشمنان اسلام ظلم وستم ڈھاتے تھے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا اور ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا. حضرت عمار بن یاسر کی بوڑھی ماں کو زندہ چیر دیا گیا۔ پھر یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جدو جہد تھی کہ وہ لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اسلام کی طرف لاتے رہے پھر جب جہاد کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر صحابی دین حق کی چمکتی تلوار بن گیا. تو افسوس ہے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو آج صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور ان پر تبرا کرتے ہیں۔

(۱۲۶) مَكْفُوْلَةً اَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَيْرِ اَبٍ
وَّخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

حل لغات:

مَكْفُوْلَةً : جس عورت یا لڑکی کی کفالت اٹھالی جائے اور وہ اپنی ضروریات و حوائج کے بارہ میں بے فکر ہو جائے۔

بَعْلٍ : شوہر۔ قرآن میں ہے وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا۔ یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ ان کے شوہر ہی انہیں لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔[1]

لَمْ تَيْتَمْ : فعل جحد از يَتِمَ يَيْتَمُ (س) کسی لڑکے یا لڑکی کا یتیم ہونا۔

لَمْ تَئِمِ : فعل جحد از آمَ يَئِيْمُ مثل بَاعَ يَبِيْعُ (ض) عورت کا بیوہ ہو جانا۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام کی وجہ سے ملت اسلامیہ کی کفالت ہوگئی اسے بہترین باپ مل گیا اور بہترین شوہر مل گیا۔ پھر وہ کبھی نہ یتیم ہوئی نہ بیوہ (بے سہارا نہ ہوئی)

منظوم ترجمہ:

صحابہ پاک مشفق باپ یا نگراں ہیں امت کے
نہ ہو گی یہ کبھی مثل یتامیٰ ہم سر ایم

شرح:

(صحابہ کے جہاد سے) ملت اسلام کی جملہ حوائج پوری ہوگئیں اب وہ بے سہارا نہ رہی اگر

---

1 سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸

اسے بیٹی سے تشبیہ دی جائے تو گویا اسے بہترین باپ مل گیا اور اگر بیوی سے تشبیہ دی جائے تو اسے بہترین شوہر مل گیا۔ اور ایسا ملا کہ اب وہ تاقیامت نہ کسی یتیم لڑکی کی طرح بے آسرا ہوگی اور نہ کسی بیوہ عورت کی طرح بے سہارا۔

آج تک دین کا زندہ رہنا صحابہ کرام کی محنتوں کا ثمر ہے:

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آج پوری دنیا میں جو اذانیں ہو رہی ہیں، مسجدیں آباد ہیں۔ طواف کعبہ جاری ہے۔ تلاوت قرآن ہو رہی ہے اور کروڑوں اربوں پیشانیاں اللہ کے حضور جھک رہی ہیں تو یہ صحابہ کرام کی لازوال قربانیوں اور جہاد مسلسل کی وجہ سے ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ جب پہلی مرتبہ باقاعدہ ایک جنگ میں اپنے تین سو تیرہ ساتھیوں کو لیکر میدان بدر میں اترے تو آپ نے اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف خوب اٹھا کر یوں فریاد کی۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَنْ تُعْبَدَ اَبَداً، اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر ہرگز تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔[1]

پرلطف بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ ارشاد کتب اہل تشیع میں بھی ملتا ہے، چنانچہ شیخ علی بن ابراہیم قمی (جو صاحب اصول کافی شیخ کلینی کا استاد ہے) تفسیر قمی میں لکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر میں یوں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ لَا تُعْبَدُ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ لَا تُعْبَدُ لَا تُعْبَدُ

ترجمہ: اے اللہ اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی اور اگر تو یہی چاہتا ہے کہ تیری عبادت نہ ہو تو نہ ہوگی۔[2]

اس روایت کو پڑھ کر شیعوں کو صحابہ کرام پر تبرا کرنے سے قبل سوچنا چاہیے۔

---

[1] مسلم کتاب الجہاد حدیث ۵۸، مسند احمد جلد اول صفحہ ۳۰

[2] تفسیر قمی سورہ انفال وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ تہران ایران

(۱۲۷) هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُّصَادِمَهُمْ
مَاذَا رَأَىٰ مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمٖ

حل لغات:

مُصَادِمَهُمْ : مُصَادِمْ اسم فاعل از باب مفاعلہ صَادَمَ يُصَادِمُ ایک دوسرے کو مارنا۔

مُصْطَدَمْ : اسم ظرف از باب افتعال اِصْطَدَمَ يَصْطَدِمُ یعنی میدان جنگ۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام (ہمت و استقامت کے) پہاڑ ہیں تو تم ان کے مدمقابل سے پوچھ لو کہ اس نے ہر میدان جنگ میں ان کی کیسی ہمت و بہادری دیکھی۔

منظوم ترجمہ:

صحابہ ہمت و ایمان کا کوہ گراں ٹھہرے
گواہ جرات پہ ان کی ہے ابھی تک ہر مقام رزم

(۱۲۸) وَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلُ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

حل لغات:

فُصُوْلُ : فَصْلٌ کی جمع بمعنی موسم۔
حَتْفٍ : موت، کہتے ہیں مَاتَ حتف انفہ وہ اپنی موت آپ مرگیا۔
اَدْهٰى : اسم تفضیل از دَهٰى يَدْهٰى کسی کو مصیبت پہنچانا۔ یعنی ہلاکت آفرین۔
الْوَخَمِ : بیماری

سادہ ترجمہ:

تو تم ارض حنین سے پوچھو، سرزمین بدر سے پوچھو اور میدان احد سے پوچھو، وہ کفار کے لیے موت کے موسم تھے جو ان کے لیے جان لیوا بیماری سے زیادہ ہلاکت آفرین تھے۔

منظوم ترجمہ:

تم ان کی شان پوچھو ارض بدر و احد سے جا کر
پئے کفار تھے وہ ذلتوں اور موت کے موسم

شرح:

ان دونوں اشعار کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں ان کی قربانیوں اور مجاہدانہ مساعی کا حال اگر تم نے جاننا ہے تو اسکی گواہی آج بھی سرزمین حنین اور معرکہ ہائے بدر و احد دے رہے ہیں۔

بدر و احد اور حنین کے غزوات کا مختصر حال:

غزوہ بدر کا حال تو مشہور ہے، صحابہ کرام گھر سے اس ارادہ کے ساتھ نکلے ہی نہ تھے کہ اپنے سے

تین گنا بڑے لشکر کے ساتھ انکا مقابلہ ہوگا۔ وہ تو صرف چالیس افراد پر مشتمل ایک تجارتی قافلہ کو پکڑنے نکلے تھے، مگر حالات ایسے ہوئے کہ وہ قافلہ بچ کر بھاگ گیا اور اسکی مدد کے لیے مکہ سے ایک لشکر نکل پڑا جو صحابہ کرام سے تین گنا بڑا اور اسلحہ و سامان حرب و ضرب سے لوھالاٹ تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ قافلہ نکل گیا اور اسکی مدد کے لیے مکہ سے ایک بڑا لشکر بڑی سرعت کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے اب واپس مدینہ پہنچنے کا وقت نہیں ہے، اب اسوقت ہماری جو تعداد و استعداد ہے اسی کے ساتھ لڑنا ہوگا بتاؤ اب تم کیا کہتے ہو تو سب سے پہلے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہم نے اٹھ کر بہت ایمان افروز باتیں کہیں۔ عرض کیا یارسول اللہ آپ کے ساتھ ہم نے اپنا گھر چھوڑا وطن چھوڑا جائیدادیں چھوڑیں اب ہم آپ کے ساتھ ہیں ہمارا جینا مرنا آپکے ساتھ ہے۔ یہ جواب مہاجرین کی طرف سے تھا جبکہ انصار میں سے مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم قوم موسیٰ علیہ السلام نہیں کہ کہدیں اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔[1]

یارسول اللہ آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو ہم کود جائیں گے چنانچہ صحابہ کے اس جذبہ جہاد کی وجہ سے اللہ نے آسمان سے پانچ ہزار فرشتے نازل فرمائے۔

غزوہ احد میں صحابہ کرام کا جذبہ مثالی تھا پہلے ہی حملہ میں انہوں نے کفار کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، پھر ان میں سے بعض لوگوں کی ایک غلطی سے افراتفری پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا، افراتفری پیدا ہونے پر ہر صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں لگ گیا اور آپ کو بچاتے بچاتے کثیر تعداد میں صحابہ شہید ہوئے۔ پھر ابوسفیان خوشی کے نعرے لگاتا واپس ہوا راستہ میں اسکا ارادہ بدلا اور اس نے پلٹ کر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا، اللہ نے ذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا آپ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ کفار کا تعاقب کیا جائے تاکہ وہ مرعوب ہوں، صحابہ کرام کی اکثریت زخمی تھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی تھے، مگر جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں تعاقب پر آمادہ دیکھا تو انہیں اپنے زخم بھول گئے اور آقا کے ساتھ نکل پڑے حالانکہ وہ زخموں سے چور تھے۔ حدیث میں ہے کہ دو بھائی تھے دونوں زخمی تھے سواری نہیں تھی۔ دونوں یوں چلے کہ کچھ فاصلہ ایک

---

[1] مائدہ آیت ۲۴

بھائی دوسرے کو اٹھاتا اور کچھ فاصلہ دوسرا بھائی پہلے کو اٹھاتا۔ جب کفار کو علم ہو کہ انکا تعاقب ہو رہا ہے تو ان پر ایسا رعب پڑا کہ بھاگ اٹھے اور مکہ پہنچ کر سانس لیا۔ اسی واقعہ کو اللہ نے یوں بیان فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٢﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا حکم مان لیا بعد ازاں کہ انہیں شدید زخم آئے تھے تو ان میں سے احسان وتقویٰ والوں کے لیے اجر عظیم ہے۔[1]

جبکہ غزوہ حنین میں جب صحابہ کرام علاقہ بنو ثقیف میں پہنچے تو وہ راستہ گھاٹیوں میں سے گزرتا تھا کفار پہلے سے گھاٹیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ انہوں نے ہر طرف سے اچانک تیر اندازی شروع کر دی، جس کی وجہ سے صحابہ کرام میں تھوڑی دیر کے لیے بھاگ دوڑ پیدا ہوئی۔ ایسے میں نبی اکرم ﷺ کے حکم سے یہ ندا کی گئی اے سورۂ بقرہ کے ماننے والو! اے بیعت رضوان والو! محمد مصطفیٰ ﷺ ادھر کھڑے ہیں۔ یہ آواز پوری وادی میں گونجی اور صحابہ کرام اس کی طرف یوں لپکے جسے شہد کی مکھیاں لپکتی ہیں آن واحد میں صحابہ جمع ہو گئے۔ اسوقت بھی نبی اکرم ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی تو کوئی کافر نہ بچا جسکے منہ اور آنکھوں میں خاک نہ پڑی ہو۔ اور وہ بھاگ اٹھے۔ اس موقع پر بھی پانچ ہزار فرشتے اترے گویا جنگ بدر کا نقشہ دوبارہ قائم ہو گیا۔ یوں علاقہ ہوازن مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ تفصیلات کے لیے مدارج النبوت مواہب لدنیہ اور سیرت ابن ہشام وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

---

[1] آل عمران ۱۷۲

(۱۲۹) اَلْمُصْدِرِی الْبِیْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ
مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

حل لغات:

اَلْمُصْدِرِی : جمع مذکر اسم فاعل از باب افعال اَصْدَرَ یُصْدِرُ ہے۔ کہتے ہیں اَصْدَرَہٗ عَنْ کَذَا اس نے فلاں چیز سے اس کو واپس کر دیا اسی لیے حج کے آخری طواف کو طواف صدر کہتے ہیں یعنی جس کے بعد اہل حج مکہ سے واپس ہو جاتے ہیں المصدری اصل میں المصدرین ہے اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا۔ اور جب عامل اپنے معمول کی طرف مضاف ہو تو اس پر حرف ال داخل ہو سکتا ہے۔

الْبِیْضِ : یہ اَبْیَضُ بمعنیٰ سفید کی جمع ہے اس سے مراد وہ چمکتی تلواریں ہیں جن کو صیقل کر کے چمکدار و آبدار بنایا گیا ہو۔ یہ لفظ المصدری کے لیے مفعول اور مضاف الیہ ہے۔ یعنی چمکتی تلواروں کو دشمنوں کی کھوپڑیوں میں سے خون آلود کر کے واپس نکالنے والے۔

حُمْرًا : احمر کی جمع۔

کُلَّ مُسْوَدٍّ: مُسْوَدٍّ باب افعلال کا مفعول ہے۔ بمعنیٰ سیاہ، مراد ہے دشمن کی ہر سیاہ کھوپڑی۔

اللِّمَمِ : یہ لِمَّۃٌ کی جمع ہے یعنی زلفیں۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام اپنی چمکتی سفید تلواروں کو خون سے سرخ کر کے واپس کرتے تھے بعد ازاں کہ وہ دشمنوں کی سیاہ زلفوں والی کھوپڑیوں میں اتر جاتی تھیں۔

منظوم ترجمہ:

چمکتی سیفوں کو اپنی وہ خوں سے سرخ کرتے تھے
وہ دشمن کے سروں میں سینوں تک گھس جاتی تھیں یکدم

شرح:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلواریں قہر الٰہی تھیں مولا علی المرتضیٰ شیر خدا، حضرت خالد بن ولید مسلمہ بن اکوع، حضرت عمرو بن العاص، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو دجانہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت طلحہ بن عبید اللہ و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شمشیر زنی کے واقعات کتب حدیث و سیرت میں معروف ہیں۔ ذوالفقار حیدری نے جس طرح غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کا خاتمہ کیا خیبر میں مرحب کے دو ٹکڑے کیے اور بدر میں عتبہ و شیبہ کے پرخچے اڑائے ان سے کون واقف نہیں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلوار نے جنگ موتہ میں ایک لاکھ رومی لشکر کی جس طرح صفیں الٹ دی تھیں وہ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ انسانیت کا غیر معمولی اور محیر العقول واقعہ ہے۔ حضرت عمرو بن العاص کی تلوار سے مصر کی فتح، سعد بن ابی وقاص کی تلوار سے پوری ایرانی سلطنت کا خاتمہ اور ابوعبیدہ بن جراح کے تلوار سے فلسطین کی فتح اور بیت المقدس پر علم اسلام کا لہرانا یہ تاریخ اسلام کے سنہری ترین واقعات ہیں۔

مروی ہے کہ خیبر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار مرحب کے سر میں ایسی پڑی کہ اس کے فولادی خود کو کاٹ کر اسکے سر کو چیرتی ہوئی اسکے حلق میں اتر گئی اور سینے تک پہنچ گئی۔ اور ایک روایت کے مطابق رانوں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔[1]

---

[1] مدارج النبوت

(۱۳۰) وَالْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَاتَرَكَتْ
أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

حل لغات:

بِسُمْرِ الْخَطِّ : سُمر اَسْمَرُ کی جمع ہے بمعنی نیزہ۔ الخط بقول بعض مفسرین بحرین کا کوئی علاقہ ہے جہاں کے نیزے مشہور تھے یا خط بمعنی لغوی تحریر کرنا ہے یعنی لکھنے کے نیزے

مُنْعَجِمِ : اسم فاعل از باب انفعال، کسی حرف کا بغیر نقطہ ہونا کہتے ہیں۔ اَعْجَمَ الْكِتَابَ اس نے تحریر پر نقطے اور اعراب لگائے۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیزوں کو اقلام بنایا اور دشمنان اسلام میں سے کسی کے جسم کو بے نقطہ نہ چھوڑا، سب پر زخموں کے نقطے اور اعراب (زبریں زیریں پیشیں) لگا دیے۔

منظوم ترجمہ:

قلم ہائے سناں سے لکھتے تھے وہ حق کی تحریریں
رہا نہ پھر کوئی بے نقطہ زخم ان سے کوئی جسم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند پایہ شاعر ہیں اور اپنے مقصد کی وضاحت میں نہایت خوبصورت تشبیہات وتمثیلات لاتے ہیں۔ آپ نے اس شعر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تیز نیزوں کو قلموں سے تشبیہ دی۔ کیونکہ جیسے قلم کی نوک کاغذ پر نقطوں اور تحریر کے نشانات لگاتی ہے نیزے کی نوک دشمن کے جسم پر زخموں کے نشانات لگاتی ہے۔ تو صحابہ کرام کے نیزے وہ قلمیں تھیں جن سے دشمنان اسلام کے لشکر کا کوئی فرد ایسا نہ بچتا جسکے جسم پر نیزوں کے گہرے زخم نہ پڑتے۔

(۱۳۱) شَاكِي السَّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ
وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ

حل لغات:

شَاكِي السَّلَاحِ: عربی میں کہتے ہیں رَجُلٌ شاکی السلاح، جو شخص ہتھیار بند ہو۔

سِيمَا : نشانی، قرآن میں ہے۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ انکی نشانی انکے چہروں میں ہے۔[1]

السَّلَمِ : ایک کانٹے دار درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام جب جنگ میں ہتھیار بند ہو کر نکلتے تھے تو ان کے چہرے اپنی نشانی (نور ایمان) کے باعث ممتاز ہوتے تھے جیسے گلاب کا پھول اپنی نشانی (حسن ولطافت) کے ساتھ کانٹے دار درخت سے ممتاز ہوتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ نوری چہرے لیکر جب سر میداں نکلتے تھے
تو لگتا تھا کہ خاروں میں اگے ہوں پھول متبسم

شرح:

صحابہ کرام کے چہروں پر کونسی نشانی تھی:

صحابہ کرام جب مسلح ہو کر میدان جنگ میں اترتے تھے تو جہاں انکا جہادی اور فوجی رعب و

---

[1] فتح، آیت ۲۹

دبدبہ دشمنان اسلام پر خوف طاری کرتا تھا وہاں انکے نورانی چہروں کی ایمانی چمک دشمنوں کو بتاتی تھی کہ یہ لوگ دارا و سکندر کی طرح صرف دنیا کو زیر کر کے اپنی طاقت کا سکہ بٹھانے نہیں نکلے بلکہ یہ اللہ کے محبوب بندے ہیں اسکے دین کا پرچم دنیا میں لہرانے نکلے ہیں اسی چیز کو اللہ نے یوں بیان فرمایا:
سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم ۔انکی نشانی ان کے چہروں میں ہیں ۔[1]

بعض لوگ اس نشانی سے وہ سیاہ داغ مراد لیتے ہیں جو کچھ لوگوں کے ماتھوں میں کثرت سجود یا کسی بیماری سے پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے اس آیت کے تحت ایک شخص نے سیما کا یہی ہی معنی کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی سرزنش کی اور فرمایا میں اسی برس سے نماز پڑھ رہا ہوں میرے ماتھے پر تو ایسا کوئی داغ نہیں۔ (درمنثور) دراصل اس نشانی سے مراد صحابہ کرام کا نور ایمان ہے جو انکے چہروں پر چمکتا تھا۔ اسی لیے اللہ نے فِي وُجُوهِهِم فرمایا ہے فی جباھھم نہیں فرمایا یعنی چہروں میں نور بتایا ہے پیشانیوں میں نہیں فرمایا۔ اور چہرے کا نور اصل میں دل کا نور ہوتا ہے کیونکہ دل کی کیفیات چہرے سے عیاں ہوتی ہیں۔ صحابہ کرام کے قلوب نور ایمان سے روشن و منور تھے۔

---

1 فتح، آیت ۲۹

(۱۳۲) يُهْدِىْ اِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمْ
فَتَحْسِبُ الزَّهْرَ فِى الْاَكْمَامِ كُلَّ كَمِ

حل لغات:

رِيَاحُ النَّصْرِ : مدد کی ہوائیں۔ یہ یُهْدِیْ کا فاعل ہے۔
نَشْرَهُمْ : خبر کا منتشر ہونا۔
اَلْاَكْمَامِ : كِمَّةٌ کی جمع بمعنیٰ کلی۔
كَمِ : اَلْكَمِيُّ بہادر، زرہ پوش۔

سادہ ترجمہ:

فتح و نصرت کی ہوائیں تمہارے پاس صحابہ کرام کی خبریں لاتی ہیں۔ تو تم ان میں سے ہر زرہ پوش مجاہد کو یوں سمجھو گے جیسے شگوفوں میں سے گلاب کے پھول نکلے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ زرہوں میں یوں لگتے تھے کہ جیسے پھول کلیوں میں
ہوائیں آج تک ان کی فضیلت میں ہیں مترنم

شرح:

یعنی صحابہ کرام کی خبریں آج تک ہوائیں تمہارے پاس لا رہی ہیں۔ اور جب وہ زرہوں میں ملبوس ہوتے تھے یعنی پورے جسم پر زرہ اور خود وغیرہ چڑھی ہوتی تھی تو انکے چہرے ان میں سے یوں نمایاں ہوتے تھے جیسے کلی میں سے پھول نکلتا ہے۔

(۱۳۳) كَاَنَّهُمْ فِىْ ظُهُوْرِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا
مِّنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ

حل لغات:

نَبْتُ رُبًا : نبت پودہ، رُبًا رَابِيَةٌ کی جمع۔ بمعنی ٹیلہ۔ یعنی ٹیلوں کا پودہ۔

شِدَّةِ الْحَزْمِ: الحزم مصدر از حَزَمَ يَحْزُمُ (ک) پکے ارادہ والا ہونا یعنی ارادہ کی پختگی۔

شِدَّةِ الْحُزُمِ : اَلْحُزْمَةُ (لکڑی کا گٹھا) کی جمع ہے۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام گھوڑوں کی پشتوں پر ایسے بیٹھے ہوتے تھے جیسے ٹیلے پر پودہ اگا ہو کیونکہ انکے عزائم نہایت مضبوط تھے۔ انکا بیٹھنا گھوڑوں کی پشت پر گٹھڑوں کے باندھنے کی طرح نہ تھا۔

منظوم ترجمہ:

وہ پشت خیل پر گٹھڑا نہ تھے بلکہ کچھ ایسے تھے
کھڑا ہو اک شجر ٹیلے پر جیسے خوب مستحکم

شرح:

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اپنے مضبوط ارادوں کی طاقت کے سبب گھوڑوں کی پشتوں پر جم کر بیٹھتے تھے جیسے ٹیلے پر درخت اگا ہو، ان کا بیٹھنا ایسے نہ تھا کہ جیسے گٹھڑا باندھا ہو۔ کبھی ادھر لڑھک جائے کبھی ادھر، یہ اس لیے فرمایا کہ گھوڑے پر جم کر وہی بیٹھ سکتا ہے جو گھڑسواری میں ماہر ہو، گھوڑا اسکے مکمل کنٹرول میں ہو اور خود اس کا ارادہ و جذبہ فولادی قوت کا حامل ہو، تب ہی وہ گھوڑے پر بیٹھ کر دشمنوں پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اس شعر میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ لفظ شدۃ کو دو بار مختلف معانی میں لائے یہ کسی قادر الکلام شاعر ہی کا حصہ ہے۔

(۱۳۴) طَارَتْ قُلُوْبُ الْعِدٰی مِنْ بِأْسِهِمْ فَرَقًا
فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

حل لغات:

بِأْسِهِمْ : البأس بمعنی بہادری، دلیری۔
فَرَقًا : مصدر از فَرِقَ يَفْرَقُ (س) گھبرانا۔
اَلْبَهْمِ : بکری یا بھیڑ کا بچہ۔
اَلْبُهَمِ : بُهْمَةٌ کی جمع بمعنی وہ بہادر جسکی ہمسری مشکل ہو۔

سادہ ترجمہ:

صحابہ کرام کی بہادری کے سبب دشمنوں کے دل خوف سے یوں اڑ جاتے تھے کہ انہیں بکری کے بچے اور بہادروں کی جماعت میں فرق نہ معلوم ہوتا۔

منظوم ترجمہ:

تو انکے رعب سے دشمن کے ہوش ایسے تھے اڑ جاتے
کہ لشکر سمجھ کر اک بکری کے بچے سے جاتے سہم

شرح:

یعنی صحابہ کرام جب سوئے جہاد نکلتے تو دشمنان اسلام پر ان کا ایسا رعب طاری ہوتا کہ ان کے ہوش اڑ جاتے اور انہیں بکری کے بچے اور بہادروں کی فوج میں فرق نہ محسوس ہوتا یعنی اگر جنگل کی جھاڑیوں وغیرہ میں کوئی بکری کا بچہ بل جل کرتا تو وہ یوں سہم جاتے کہ شائد کوئی لشکر حملہ آور ہو گیا ہے۔

آہ! جب تک مسلمان اللہ سے ڈرتے تھے تو ہر طاقت ان سے ڈرتی تھی۔ ان کے خوف سے

قیصر وکسری اپنے محلات میں لرزہ براندام رہتے تھے۔ پھر مسلمانوں نے اللہ سے ڈرنا چھوڑ دیا تو آج ان پر ہر دوسری قوم کا خوف مسلط ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر
ہر مسلمان رگ باطل کے لیے نشتر تھا
اسکے آئینہ خودی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا
ہے تمہیں موت کا ڈر اسکو خدا کا ڈر تھا

(۱۳۵) وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللهِ نُصْرَتُهُ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسُدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

حل لغات:

الْاُسُدُ : اَسَدٌ کی جمع بمعنیٰ شیر۔
اٰجَامِهَا : اَجَمَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ جھاڑی گنجان درخت۔ شیر کے رہنے کی جگہ۔
تَجِم : مضارع از وَجَمَ يَجِمُ (ض) سر جھکا لینا یا عاجز ہو جانا۔

سادہ ترجمہ:

اور جو شخص رسول اللہ سے نصرت طلب کرے تو (اسے کوئی فکر نہیں) اگر جنگل میں شیر بھی اس کے سامنے آجائیں تو اسکے آگے سر جھکا لیں گے۔

منظوم ترجمہ:

تو ہوں فریاد رس جس کے محمد مصطفیٰ پیارے
اگر جنگل میں اس کو شیر پائیں تو کریں سر خم

صحابہ کرام کے آگے شیروں نے بھی سر جھکا دیے:

اس شعر میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں امام حاکم نے مستدرک میں اور طبرانی و بزار نے اپنے اپنے مسند میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضرت سفینہ کہتے ہیں میں سمندری سفر پر روانہ ہوا، میری کشتی ٹوٹ گئی تو میں ایک جزیرہ میں جا پڑا جہاں شیروں کی بہتات تھی۔ ایک شیر میری طرف بڑھا میں نے کہا:

يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا سَفِيْنَةُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

ترجمہ: اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ہوں۔

فَطَأْطَأَ رَأْسَه وَجَعَلَ يَدْفَعُنِي بِكَتِفَيْهِ حَتّٰى وَضَعَنِي عَلَى الطَّرِيْقِ.

ترجمہ: تو شیر نے اپنا سر جھکا لیا اور مجھے اپنے کندھوں پر (پشت پر) بٹھالیا۔
(یعنی سر کے اشارے سے کہا کہ میری پشت پر بیٹھ جائیں) تا آنکہ اسنے مجھے راستہ تک پہنچا دیا۔

فَلَمَّا وَضَعَنِي عَلَى الطَّرِيْقِ هَمْهَمَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُوَدِّعُنِي

ترجمہ: جب اس نے مجھے راستہ پر ڈال دیا تو ہمہمانے لگا۔ میں نے جان لیا کہ وہ مجھے وداع کہہ رہا ہے۔[1]

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں روایت کرنے کے بعد کہا یہ حدیث شرط مسلم صحیح ہے۔[2]
مستدرک کے حاشیہ پر امام ذھبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور امام ھیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اور ان کے رواۃ ثقہ ہیں۔[3]

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ جب حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کا شیر کے آگے واسطہ لیا تو فوراً شیر کی گردن تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے جھک گئی۔ اور وہ شیر جسکا کام انسان پر حملہ کرنا ہے وہ ان کے لیے سواری بن گیا۔ اور انہیں راستہ پر ڈال کر واپس ہوا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے کہا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

ایک پنجابی شاعر نے کہا:

---

1 دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ فصل ۲۹ صفحہ ۶۴۷ حدیث ۵۳۵ مطبوعہ حلب شام

2 مستدرک جلد ۳ صفحہ ۶۰۶

3 مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۶۶

شیر کہیا سفینے تائیں سن راہی راہ جاندے

جو غلام رسول اللہ دے اساں غلام انہاندے

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی شان تو ساری امت سے بلند تر ہے اولیاء اللہ کا یہ مقام ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ڈھل جاتے ہیں تو ہر مخلوق انکی اطاعت کرتی ہے، شیخ سعدی فرماتے ہیں میں نے دیکھا جنگل میں ایک شخص شیر پر سوار ہے۔ اور ہاتھ میں سانپ پکڑ رکھا ہے۔ میں اسے دیکھ کر خوف زدہ ہوا اس نے کہا:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ

کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

یعنی اے سعدی! تم حکم خدا سے گردن نہ پھیرو تو جہان کی کوئی چیز تمہارے حکم سے گردن نہیں پھیرے گی۔

(۱۳۶) وَلَنْ تَرٰى مِنْ وَّلِيٍّ غَيْرِ مُنْتَصِرٍ
بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرِ مُنْقَصِمٖ

حل لغات:

مُنْتَصِرٍ : اسم فاعل از باب انفعال انتصر ینتصر ،غالب آنا یا ظالم سے بچ جانا۔

مُنْقَصِمٖ : ہلاک ہونے والا۔

سادہ ترجمہ:

جو رسول اللہ ﷺ سے قریب ہو جائے گا تم اسے غیر منتصر نہ پاؤ گے (بلکہ منتصر ہی دیکھو گے) اور نہ ہی تم آپ کے دشمن کو غیر ہلاک شدہ دیکھو گے (بلکہ آپ کا دشمن ہلاکت ہی میں مبتلا نظر آئے گا)

منظوم ترجمہ:

نہ دیکھو گے تم ان کے دوست کو وہ ہو بلا مدد
جو دشمن آپ کا ہو وہ ہے مقہور اور منقصم

شرح:

جو شخص رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت رکھے اسے اللہ رب العزت بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ بلکہ ہر معاملہ میں اللہ اسکی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: مومنوں کو جب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جائے تو ان کا قول تو یہی ہوتا ہے کہ ہم نے تو حکم سنا اور گردن کو جھکایا ہے۔ اور جو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اسکا خوف رکھے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔[1]

اور رسول اللہ ﷺ سے مخالفت رکھے اس کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۟﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: اور جو شخص رسول اللہ ﷺ سے مخالفت رکھے بعد ازاں کہ اس پر ہدایت واضح ہو گئی اور اس نے مسلمانوں سے ہٹ کر الگ راستہ بنایا تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا، اور ہم اسے جہنم میں گرائیں گے اور وہ پھر جانے کا برا انجام ہے۔[2]

مومن انکا کیا ہوا اللہ اسکا ہو گیا
کافران سے کیا پھرا اللہ اس سے پھر گیا

---

[1] نور، آیت ۵۱

[2] نساء آیت ۱۱۵

(۱۳۷ اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِہٖ
كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

حل لغات:

اَحَلَّ : اتارنا، قرآن میں ہے وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ انہوں نے اپنی قوم کو دار ہلاکت میں اتارا۔[1]

حِرْزِ : وہ چیز جس میں قیمتی اشیاء کو محفوظ کیا جائے جیسے صندوق۔

اَلْاَشْبَالِ : شِبْلٌ کی جمع بمعنیٰ شیر کا بچہ۔

اَجَمِ : اَجَمَۃٌ کی جمع ہے جھاڑی شیر کے رہنے کی جگہ۔

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے دین کی حفاظت گاہ میں یوں اتارا جیسے شیر اپنے بچوں کے ساتھ اپنے جنگل میں ٹھہرا ہوتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

اتارا آپ نے امت کو دین کے پختہ قلعہ میں
کہ جیسے شیر ہو مع بچوں کے جنگل میں بس بے غم

شرح:

دین اسلام ایک مضبوط قلعہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اتار کر گئے ہیں اور امت اس میں یوں بے خوف وخطر ہے جیسے جنگل میں شیر بے خوف وخطر ہوتا ہے، جنگل کا کوئی جانور اس کے بچوں کو کچھ کہہ نہیں سکتا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جو شخص بھی دائرہ اسلام میں آجاتا ہے وہ نار جہنم کی

---

[1] ابراہیم، آیت ۲۸

لپک سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ شیر پر تو جنگل میں حملہ کیا جاسکتا ہے مگر جو دین اسلام میں آگیا اور اسی پر اسکی موت واقع ہوئی اسکی نجات قطعی ہے اللہ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[1]

ترجمہ: اللہ مومنوں کا کارساز ہے انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لاتا ہے۔[1]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسی کا دین تھام لیا تو عنقریب ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔[2]

اور اس دنیا میں بھی اگر دین پر عمل کریں تو وہی غالب ہوں کوئی انکی طرف میلی آنکھ سے دیکھ نہ سکے۔

---

[1] بقرہ آیت ۲۵۷

[2] نساء آیت ۱۷۵

(۱۳۸) كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللهِ مِنْ جَدَلٍ
فِيْهِ وَكَمْ خَصَّمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

حل لغات:

جَدَّلَتْ : فعل ماضی از باب تفعیل جَدَّلَ يُجَدِّلُ۔ جدال میں غالب آنا۔
كَمْ خَصَّمَ : یہ کم خبریہ ہے جو تعجب کا معنیٰ دیتا ہے۔ خَصَّمَ بمعنیٰ غَلَبَ فی الخصومۃ ہے۔
خَصِمِ : جھگڑا کرنے والا۔

سادہ ترجمہ:

اللہ کے کلمات (یعنی آیات خداوندی) نے کتنے ہی جدال کرنے والوں جدال میں مغلوب کیا ہے اور کئی خصومت کرنے والوں کو برہان خداوندی نے خصومت میں لاچار و بے بس کر دیا ہے۔

منظوم ترجمہ:

کلام حق کے آیا سامنے جو بھی ہوا مقہور
یہ وہ برہان ہے جس نے کیا مغلوب ہر خصم

شرح:

اللہ کے کلمات میں قرآن کریم کی آیات بھی داخل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی پیش گوئیاں اور غیب کی خبریں بھی داخل ہیں۔ کہ جیسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح واقع ہوگیا جس کے بعد آپ کی نبوت کے بارہ میں کسی جھگڑنے والے کو منہ کھولنے کی گنجائش نہ رہ گئی۔ غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل وعتبہ وشیبہ کی لاشوں کے تڑپنے کے نشانات لگائے تو جہاں جہاں

آپ نے نشانات لگائے انہی مقامات پر اگلے دن انکے لاشے تڑپ رہے تھے۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے آپ نے بدر میں فرمایا اے چچا تم اپنے گھر جو سونے کا ہار چھوڑ آئے ہو وہی اپنے فدیے میں دے دو۔[2]

یہ سن کر حضرت عباس پر رعشہ ہو اطاری
کہ پیغمبر تو رکھتے ہیں دلوں کی بھی خبر داری
خیال آیا مسلمان نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

---

[1] بخاری کتاب المعازی

[2] خصائص کبریٰ جلد ۲

(۱۳۹) كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأْدِيبِ فِي الْيُتُمِ

حل لغات:

التَّأْدِيبِ : کسی کو ادب سکھانا اور ترتیب دینا۔

الْيُتُمِ : مصدر از یتم یَتِیم یہ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے بھی ہے اور کرم یکرم سے بھی۔

سادہ ترجمہ:

تمہارے لیے ایک اُمی کا علم ہی بطور معجزہ کافی ہے کہ جو دور جاہلیت میں تھا اور یتیمی میں اسکی تربیت ہوئی۔

منظوم ترجمہ:

یہ ہے اک معجزہ وہ اُمی ہو کر بحر حکمت میں
یتیمی میں سکھائے کس نے ان کو یہ علوم و حکم

شرح:

رسول اللہ ﷺ کا اُمی ہونا ایک معجزہ ہے:

نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہ دور جاہلیت تھا اہل مکہ کی غالب ترین اکثریت لکھنے پڑھنے سے محروم تھی۔ وہاں کوئی سکول و مدرسہ نہ تھا۔ پورے شہر میں صرف پانچ چھ آدمی خط پڑھ سکتے یا لکھ سکتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ. اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں رسول بھیجا جو نسباً انہی میں سے ہے۔[1]

[1] جمعہ، آیت ۲

پھر رسول اللہ ﷺ نے یتیمی میں بچپن گزارا۔ کوئی ایسا سرپرست نہ تھا جو آپ کو کچھ لکھنا پڑھنا سکھاتا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا اس معنیٰ میں آپ اُمی ہیں۔ مگر یکا یک آپ کی زبان سے قرآن وحدیث کی شکل میں علم وحدیث کا چشمہ ابلنے لگا اور ایسا معجزانہ کلام صادر ہونے لگا کہ سارا عرب مل کر اس جیسی ایک آیت بنانے سے قاصر رہ گیا، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ نے جو کچھ کہا وحی الٰہی سے کہا۔ ہر دانا و منصف سمجھ سکتا ہے کہ جب آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہی نہیں تو آپ کا علم کسی کتاب سے نہیں آیا خدائے وہاب سے آیا ہے۔ اگر آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو آپ کی نبوت لوگوں پر مشتبہ ہو جاتی کبھی لوگ کہتے کہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں آپ نے پہلی کتابوں کا مطالعہ کر کے ایک نئی کتاب بصورت قرآن تیار کر لی ہے، مگر آپ کے اُمی ہونے نے آپ کی نبوت و رسالت کو شمس نصف النہار کی طرح روشن کر دیا۔

السلام اے اُمی و استاد کل
السلام اے صاحب ارشاد کل

اسکا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ کو اللہ نے لکھنا پڑھنا سکھایا ہی نہیں، ابتداء میں آپ کو اس سے دور رکھا گیا تاکہ آپ کی نبوت و رسالت روشن تر ہو جائے۔ جب آپ کی نبوت سب پر واضح ہو گئی تو اللہ نے آپ کو وہبی طور پر لکھنا پڑھنا بھی سکھا دیا۔

چنانچہ معاہدہ حدیبیہ میں جب کفار نے رسول اللہ کے الفاظ پر اعتراض کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے الفاظ کو کاٹ کر ان کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا (بخاری)۔ گویا اس میں یہ راز بھی ہے کہ اللہ کو پسند نہ آیا کہ اسکا محبوب کسی انسان کے آگے بطور شاگرد بیٹھے اور کوئی آپ کا استاد کہلائے۔ اللہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جو کچھ سکھایا خود سکھایا۔

پڑھے لکھے نہ تھے سرکار والا شاگرد رشید حق تعالیٰ

اس لیے جو لوگ آپ کے لقب اُمی کا معنیٰ ان پڑھ کرتے ہیں وہ نرے جاہل اور ان پڑھ ہیں۔ آپ لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہیں مگر کسی انسان کے سکھانے سے نہیں اللہ کے سکھانے سے، مگر پھر بھی آپ اُمی ہی ہیں۔ کیونکہ آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔

فصل ثانی عشر

قصیدہ خوانی کی عمر رفتہ پر افسوس

(۱۴۰) خَدَمْتُهُ بِمَدِيْحٍ اَسْتَقِيْلُ بِهٖ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَّضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

حل لغات:

بِمَدِيْحٍ : مَدِيْحٌ مصدر میمی ہے بمعنی تعریف۔

اَسْتَقِيْلُ : درگزر کی سفارش کرنا۔ اِسْتَقَالَهٗ عَثْرَتَهٗ اس نے فلاں سے خطا سے درگزر کی درخواست کی۔

الْخِدَمِ : خِدْمَةٌ کی جمع۔

سادہ ترجمہ:

میں نے رسول اللہ کی خدمت میں یہ قصیدہ مدح پیش کیا ہے تا کہ اسکے ذریعے میں اللہ سے اپنی تمام عمر کے گناہوں سے درگزر کرو اسکوں، وہ عمر جو (اہل دنیا کے لیے) شعر گوئی اور خدمت گزاری میں بسر ہوگئی۔

منظوم ترجمہ:

گنوادی عمر ساری میں نے مدح اہل دنیا میں
بہ برکت اس قصیدہ کی خدایا بخش میرے جرم

شرح:

یہ شعر بتا رہا ہے کہ اس قصیدہ بردہ کے لکھنے کا باعث کیا ہوا، تو باعث یہی ہوا کہ آپ پر جب فالج کا شدید حملہ ہوا اور آپ ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو اپنی عمر گزشتہ پر افسوس کرنے لگے کہ میں زندگی بھر اہل دنیا کی تعریف میں شعر گوئی کرتا رہا۔ اے کاش میں اپنی زندگی کو مدحت محبوب خدا ﷺ میں بسر کرتا، تب آپ نے قصیدہ لکھا تا کہ عمر گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ آخر آپ کا ستارۂ قسمت چمک اٹھا اور آقائے دو جہاں ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر اپنے جمال جہاں تاب سے مشرف فرمایا۔ اور بیماری سے نجات عطا فرمائی، جیسا کہ میں نے آغاز کتاب میں لکھا ہے۔

(۱۴۱) اذ قلّدانی ماتخشی عواقبہ
کانّنی بہماھدیٌ مّن النّعم

حل لغات:

قلّدانی : قلّدا تثنیہ مذکر غائب فعل ماضی از باب تفعیل۔ قلّد یقلّد گلے میں قلادہ ڈالنا۔ نی ضمیر منصوب متصل برائے مفعول ہے۔

عواقبہ : عاقبت کی جمع بمعنی انجام،

ھدیٌ : حاجی جس جانور کو بطور رکن حج ذبح کرتا ہے اسے ھدی کہتے ہیں۔

النّعم : چوپایہ

سادہ ترجمہ:

کیونکہ ان دو باتوں (چاپلوسی وخدمت گزاری) نے میرے گلے میں وہ مصیبت ڈال دی جس کے انجام بد کا خوف ہونا چاہیے تو میں ان دونوں کی وجہ سے ایسا ہوگیا گویا قربانی کا جانور ہوں۔ (جسے جلد ہی ذبح کر دیا جائے گا)۔

منظوم ترجمہ:

یہ شعر وچاپلوسی کی دبا نے مجھ کو مارا ہے
قلادہ موت کا اب تو گلے میں ہے میرے ہر دم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ افسوس کر رہے ہیں کہ اہل دنیا کے حق میں شعر گوئی اور انکی خدمت گزاری میرے گلے کا طوق بن گیا اور یہ چیز مجھے عمر کے آخری حصے تک کھینچ لائی اب تو میں قربانی کا جانور ہوں جسکے گلے پر کسی وقت چھری پھیر دی جائے گی، یہ کسر نفسی کی کیفیت ہے۔

(۱۴۲) اَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَافِي الْحَالَتَيْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَى الْاٰثَامِ وَالنَّدَمِ

حل لغات:

غَيَّ : مصدراز باب غَوٰى يَغْوِى غَيًّا ،گمراہ ہونا۔

الصِّبَا : بچپن

النَّدَم : مصدراز باب نَدِمَ يَنْدَمُ (س) پشیمان ہونا۔

سادہ ترجمہ:

میں نے ان دونوں حالتوں (قصیدہ خوانی اور خدمت سلاطین) میں بچپن کی سی گمراہی کی پیروی کی ہے۔اور میں نے گناہوں اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں کیا۔

منظوم ترجمہ:

قصیدہ خوانی وخدمت گزاری سے ملا کیا ہے
کمائے ہیں گناہ میں نے فقط اور حسرت وندم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے اور اہل دنیا وسلاطین کی قصیدہ خوانی سے انہیں خوب مال ملتا تھا مگر جب اواخر عمر میں بیمار پڑے اور بستر علالت پر ایڑیاں رگڑنے لگے تو عمر رفتہ پر انکی نظر گئی۔اور محسوس ہوا کہ میں نے ساری زندگی اہل دنیا کی قصیدہ خوانی وخدمت گزاری میں گنوادی ہے۔جس کا مقصد چاپلوسی ومداھنت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

چاپلوسی کی تعریف وتوصیف کی مذمت حدیث سے:

کسی کے منہ پر اسکی یوں تعریف کرنا کہ وہ مبالغہ آرائی پر مبنی ہو اور اسے متکبر ومتفاخر بنانے والی ہو حرام ہے۔حدیث میں اس پر مذمت آئی ہے۔

23B

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سنا ایک شخص دوسرے شخص کی حد سے زائد تعریف کر رہا اور اسے بڑھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ, تم نے اس شخص کی کمر توڑ دی ہے (اسے تباہ و برباد کر دیا ہے)۔[1]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی بڑھا چڑھا کر تعریف کی آپنے فرمایا: قطعت عُنُقَ صَاحِبِكَ, تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی ہے۔ یہ آپ نے بار بار دہرایا۔ پھر فرمایا: جو شخص تم میں اپنے بھائی کی تعریف میں ضرور کچھ کہنا چاہتا ہو تو یوں کہے: اَحْسِبُ فُلاناً وَاللهُ حَسِيْبُهُ, میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔[2]

ایک شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف میں بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے زمین سے مٹی اٹھا کر اسکے منہ پر دے ماری اور فرمایا میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو بڑھا چڑھا کر سراہ رہا ہے تو اسکے منہ پر مٹی مارو۔[3]

آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے سجادہ نشیں پیروں فقیروں نے باقاعدہ ایسے لوگ رکھے ہوئے ہیں جو ان کے سامنے محفل میں انکی تعریف و توصیف میں لمبی قصیدہ خوانی کرتے ہیں۔ جسے سن کروہ پیر فقیر بہت خوش ہوتے سر دھنتے اور مال نچھاور کرتے ہیں اور یوں ان کی پیری مریدی خوب چمکتی ہے ،ایسے سب لوگ ان احادیث کا مصداق ہیں۔

اسی طرح سیاسی لیڈروں کا حال ہے، ان کے بھی ایسے ملازم ہیں جو سیاسی جلسوں میں ان کی تعریفیں کرتے ہیں، انہیں خادم قوم، مخلص قیادت اور بیباک لیڈرشپ کے القابات سے نوازتے اور ان کی تعریف میں دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں، ان کا مقصد اپنے چند ذاتی مفادات کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کو بھی ان احادیث سے عبرت لینی چاہیے۔

---

[1] بخاری کتاب الادب باب ۴ حدیث ۶۰۶۰، مسلم کتاب الزھد حدیث ۶۸ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۴۱۲

[2] بخاری کتاب الشہادات باب ۷ احدیث ۲۶۶۲۔ مسلم کتاب الزھد حدیث ۶۷

[3] مسند احمد

(۱۴۳) فَيَا خَسَارَةَ نَفْسِي فِي تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ

حل لغات:

لَمْ تَسُمِ : فعل جحد از سَامَ يَسُوْمُ، سامان فروخت کی قیمت بتانا۔

سادہ ترجمہ:

افسوس میرے نفس نے اپنی تجارت میں خسارہ ہی حاصل کیا۔ اس نے دنیا دے کر دین حاصل نہ کیا اور نہ ہی درست قیمت بنائی۔

منظوم ترجمہ:

تو دے کر دین دنیا میں نے لے لی ہائے صد افسوس
خسارہ ہی ملا محمد کو نہ پایا ایک بھی درھم

شرح:

یعنی مجھے یوں تجارت کرنا چاہیے تھی کہ دنیا کو دے کر دین حاصل کر لیتا کیونکہ دنیا نے جلد ساتھ چھوڑ دینا ہے اور دین ہمیشہ ساتھ رہے گا۔ مگر افسوس میں نے ایسا نہ کیا میں نے اس کا الٹ کیا۔

امام بوصیری رحمہ اللہ ان اشعار میں توبہ و انابت الی اللہ کا جو اظہار فرما رہے ہیں یہ عمل اللہ کے بال بہت پسندیدہ ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ اگر غلط روش چل رہا ہے تو اپنی اصلاح کرے، گزشتہ اعمال پر اللہ سے توبہ و استغفار کرے اور آئندہ سے تقویٰ کا راستہ اپنائے، اللہ فرماتا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ: مگر جو لوگ توبہ کریں، اپنی اصلاح کریں اور اس کا اظہار کریں تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہوں میں توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہوں۔ [1]

[1] بقرہ، آیت ۱۶۰

(۱۴۴) وَمَنۡ يَّبِعۡ اٰجِلًا مِّنۡهُ بِعَاجِلِهٖ
يَبِنۡ لَّهُ الۡغَبۡنُ فِيۡ بَيۡعٍ وَّ فِيۡ سَلَمٖ

حل لغات:

اٰجِلًا : اسم فاعل اَجِلَ یَأۡجَلُ (س) دیر سے ملنے والی چیز، مراد آخرت ہے

بِعَاجِلِهٖ : عاجل اسم فاعل ہے از عَجِلَ یَعۡجَلُ (س) جلد ملنے والی چیز مراد دنیا ہے۔

الۡغَبۡنُ : تجارت میں نقصان۔

سَلَمٖ : یہ بیع کی ایک قسم ہے جس میں رقم پہلے لے لی جاتی ہے اور مال بعد میں دیا جاتا ہے۔

سادہ ترجمہ:

جو شخص اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے بدلے بیچ ڈالے اسے اپنی بیع اور تجارت میں نقصان کا جلد پتہ چل جائے گا۔

منظوم ترجمہ:

خسارہ اسکے سودے میں تجارت اسکی گھاٹے میں
جو لے لے دنیا اور دے بیچ اپنا دین اور دھرم

شرح:

جو شخص ایسے اعمال کرے کہ اسکی دنیا تو چمک اٹھے مگر آخرت برباد ہو جائے تو اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں۔ اسی میں بدکردار ظالم و جابر حکمرانوں نوابوں اور امراء کی چاپلوسی اور قصیدہ خوانی بھی

ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ یہ شخص ہماری تعریف کا اہل نہیں ہے بلکہ یہ معاشرہ کے لیے ایک ناسور اور تباہی کا باعث ہے پھر بھی ہم اسکی قصیدہ خوانی کر کے اس سے مال بٹورتے ہیں تو گویا ہم اس کے ظلم میں اسکے ساتھی بن رہے ہیں۔اسی طرح کئی لوگ رشوت، فراڈ، ملاوٹ، اور دھوکہ دہی سے مال حرام کی کثرت کر لیتے ہیں اور بلند و بالا عمارات کھڑی کر دیتے ہیں مگر وہ جانتے کہ انہوں نے اپنی آخرت کی کس قدر بربادی کی ہے۔اللہ ہمیں ایسے اعمال سے محفوظ رکھے، آمین

(۱۴۵) اِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ
مِّنَ النَّبِیِّ وَلَا حَبْلِیْ بِمُنْفَصِمٍ

حل لغات:

مُنْتَقِضٍ : اسم فاعل از باب انفعال اِنْتَقَضَ یعنی کٹ جانے والا۔
بِمُنْفَصِمٍ : اسم فاعل از اِنْفَصَمَ یَنْفَصِمُ ٹوٹ جانے والا، منقطع ہونے والا

سادہ ترجمہ:

اگرچہ میں نے گناہ کیا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا عہد ایمان نہیں کٹا اور نہ ہی میرا ان سے محبت کا رشتہ ٹوٹنے والا ہے۔

منظوم ترجمہ:

گناہ گر چہ کیے میں نے مگر رشتہ محبت کا
نہ آقا سے کٹا میرا ہوئی نہ میری الفت کم

شرح:

انسان خواہ کس قدر ہی گناہ گار ہو مگر جب تک اسکا رشتہ ایمان اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قائم ہے اور ان سے محبت کا تعلق استوار ہے تو اسکے لیے جنت کا دروازہ کھلا رہتا ہے اللہ اپنی رحمت سے انسان کی توبہ قبول فرماتا اور بخشش نچھاور کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے بے

شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: اور جو شخص برا کام کرے یا خود پر ظلم ڈھائے پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو ضرور وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے شراب پی اسے لا یا گیا اسکا جرم ثابت ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے (درے) مارنے کا حکم دیا۔ ایک شخص کہنے لگا اے اللہ اس پر لعنت فرما۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے مت لعنت دو یہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (یعنی اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان رکھتا ہے)۔[3]

معلوم ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت رکھنے والا اگر اغواء شیطان اور اضلال نفس کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو جائے تو بھی وہ توبہ کے قریب تر ہوتا ہے۔ ذرا اسکو پیغام حق ملے تو وہ مائل بہ استغفار ہو جاتا ہے۔ اور رحمت خداوندی اسے آغوش میں لے لیتی ہے۔

---

۱ زمر، آیت ۵۳

۲ نساء آیت ۱۱۰

۳ بخاری کتاب الحدود حدیث ۶۷۸۰

(۱۴۶) فَإِنَّ لِي ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِيَتِي
مُحَمَّدًا وَّهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

حل لغات:

ذِمَّةً : عہد، امان، اہل الذمہ کو اسی لیے یہ نام دیا گیا کہ ان کو ایک امان حاصل ہے۔

أَوْفَى : اسم تفضیل از وَفَى يَفِي وفا کرنا، عہد کو نبھانا۔ سب سے بڑھ کر ایفاء عہد کرنے والا۔

سادہ ترجمہ:

بیشک مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امان حاصل ہے کہ میرا نام بھی محمد ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سب مخلوق سے بڑھ کر اپنے عہد کے نبھانے والے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

محمد نام ہے میرا مجھے انکا سہارا ہے
وفاداری ہے انکی سب سے بڑھ کر اور ہے احکم

شرح:

نام محمد (ﷺ) کے فضائل:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ میں خواہ کتنا گناہگار سہی، بہرحال میرا نام محمد (ﷺ) ہے۔ (امام بوصیری کا نام محمد بن سعید ہے)۔ اور رسول اللہ ﷺ اس نام کی ضرور لاج رکھیں گے کیونکہ آپ سب سے بڑھ کر وفا کرنے والے ہیں چنانچہ اس مضمون کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: جس کا نام محمد (ﷺ) ہو گا میں اسکا شفیع ہونگا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت دو آدمیوں کو جنت میں جانے کا اذن ملے گا، وہ دونوں عرض کریں گے اے اللہ ہمیں کس عمل کے سبب جنت کی اجازت ملی ہے ہمارے اعمال تو ایسے نہیں ہیں۔ اللہ فرمائے گا میں نے اپنے ذمہ یہ عہد لیا ہے کہ اس شخص کو ہرگز جہنم میں نہ بھیجوں گا جس کا نام محمد یا احمد ہو۔[2]

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سمیتم محمداً فلا تضربوہ ولا تحرموہ

ترجمہ: جب تم کسی بچے کا نام محمد رکھو تو نہ اسے مارو اور نہ اسے محروم کرو۔[3]

جب نام محمد والے بچے کو مارنے سے منع کیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نار جہنم کی سزا کیوں کر عطا فرمائے گا؟ نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے بارہ میں راقم الحروف کی ایک نعت کے بعض اشعار یہ ہیں۔

عرش علا کا تارا پیارے نبی کا نام
میرے دل کا ہے سہارا پیارے نبی کا نام
رکھ لے گا لاج مولیٰ محمد کے نام کی
بخشش کا استعارہ پیارے نبی کا نام

---

۱ مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۳۱۹

۲ مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۳۱۸ پہلی قسم فصل ۵ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

۳ مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۵۱ باب ماجاء فی اسم النبی ﷺ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت

(۱۴۷) اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ مَعَادِیْ اٰخِذًا بِیَدِیْ
فَضْلًا وَّاِلَّا فَقُلْ یَازَلَّةَ الْقَدَمِ

حل لغات:

مَعَادِیْ : معاد اسم ظرف از باب عَادَ یَعُوْدُ ہے۔ یعنی لوٹنے کا وقت یا مقام، اس سے مراد وقت موت یا وقت حساب ہے۔

وَّاِلَّا : یہ الفاظ شعر میں زائد ہیں کسی نحوی ترکیب میں نہیں آتے۔ اور اہل لغت کے ہاں والا زائد بھی آتا ہے جیسا کہ صاحب قاموس نے کہا۔

سادہ ترجمہ:

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت میں اپنے فضل سے میرا ہاتھ نہ پکڑیں تو پھر تم کہنا کہ اے قدم کی لغزش۔ (تو کیا ہی تباہ کن ہے)

منظوم ترجمہ:

وہ قبر و حشر میں تھامیں گے میرا ہاتھ خود آ کر
نہیں تو کہنا صد افسوس پھسلے کیوں تیرے قدم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اس یقین کا اظہار فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت میں میرا ہاتھ ضرور تھامیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر اے اہل دنیا تم مجھے طعنہ دینا کہ بوصیری تیرے قدم کیوں پھسلے۔

(۱۴۸) حَاشَاهُ اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِىْ مَكَارِمَهٗ
اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمٖ

حل لغات:

حَاشَاهُ : یہ حرف استثناء بھی ہے اور حرف جار بھی، یعنی وہ شخص ایسا نہیں۔ جیسے حرم القوم حاشا زید ساری قوم محروم ہوئی سوا زید کے۔

مَكَارِم : مکرمۃ کی جمع ہے یعنی فضیلت و عظمت۔ الجار اسم فاعل پناہ لینے والا پڑوسی

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ کی یہ شان نہیں کہ آپ کے پاس امید لے کر آنے والا آپ کے فضل و کرم سے محروم رہے یا آپ کی پناہ لینے والا غیر معزز لوٹ جائے۔ (ضرور اسے عزت بھی ملتی ہے اور فضل و کرم بھی)

منظوم ترجمہ:

نہیں ممکن کہ سائل انکا ان سے خیر نہ پائے
پناہ لے آپ کی پھر بھی رہے وہ غیر محترم

شرح:

یہ وہی مضمون ہے جو قرآن میں یوں بیان ہوا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: اور اگر لوگ اپنی جانوں پہ ظلم کریں تو اے محبوب کریم ﷺ آپ کے پاس

آجائیں وہ (آپ کے دربار میں بیٹھ کر) اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول اللہ ﷺ

ان کے لیے سفارش کردیں تو ضرور وہ لوگ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے۔[1]

گویا اللہ رب العزت واضح فرما رہا ہے کہ جو شخص بھی اسکے محبوب حضور سید المرسلین ﷺ کے دربار میں حاضر ہوجائے اور اللہ سے بخشش مانگے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لیے سفارش فرمادیں تو اللہ ضرور اس کی بخشش فرمادے گا۔ یعنی آپ کے پاس حاضر ہونے والا ناکام ونامراد نہیں رہ سکتا۔

انکے دربار اقدس میں جو بھی کوئی غمزدہ آگیا تشنہ کام آگیا

غم غلط ہو گئے معصیت دھل گئی مغفرت عافیت کا پیام آگیا

---

[1] نسآء، آیت ۶۴

فصل ثالث عشر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد

(۱۴۹) وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَهٗ
وَجَدْتُّهٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزَمٖ

حل لغات:

اَلْزَمْتُ : میں نے لازم کردیا ہے۔
مَدَائِحَهٗ : مَدِیْحَةٌ یعنی تعریف۔
مُلْتَزِمٖ : لپٹنے یا پناہ لینے کا مقام

سادہ ترجمہ:

اور جب سے میں نے اپنے افکار کو تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ کرلیا ہے تو آپ کی ذات کو میں نے اپنے غم والم سے دفاع کے لیے سب سے بہتر جائے پناہ پالیا ہے۔

منظوم ترجمہ:

میرے افکار جب سے نعت انکی نظم کرتے ہیں
مصائب سب مٹے میرے گئے سب میرے رنج وغم

شرح:

یعنی جب سے میرے افکار دنیاداروں کی ثناخوانی کی بجائے نعت مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب گئے ہیں تب سے آپ کی ذات میرے لیے غم وآلام دنیا کے مقابلہ میں سب سے بہتر جائے پناہ بن گئی ہے۔ یعنی اب میرے فکر کو وہ دولت سکون ملی ہے جو ہر دولت سے عظیم تر ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ نعت مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین ذکر خدا ہے۔ اور ذکر خدا باعث اطمینان قلوب ہے۔

(۱۵۰) وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِي الْاَكَمِ

حل لغات:

الْغِنٰى : تونگری دولت مندی یہ لَنْ يَّفُوْتَ کا فاعل ہے۔
تَرِبَتْ : ماضی از تَرِبَ يَتْرَبُ (س) محتاج ہونا
الْحَيَا : بارش، تروتازگی۔
الْاَزْهَا : زَهْرَةٌ کی جمع بمعنی کلی۔
الْاَكَمِ : اَكَمَةٌ کی جمع ہے بمعنی ٹیلہ

سادہ ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ سے حاصل ہونے والی تونگری کسی مانگنے والے کے ہاتھ کو حاجت مند نہیں چھوڑتی۔ کیونکہ بارش ٹیلوں پر بھی کلیاں اگا دیتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ حاجت مند سائل کو بنا دیتے ہیں دولت مند
پہاڑوں پر بنا دیتی ہے بارش پھول کے موسم

شرح:

یعنی رسول اللہ ﷺ جب کسی سائل کو کچھ عطا فرماتے ہیں تو اسے اتنا دیتے ہیں کہ اسکی فقیری کو دولت مندی سے بدل دیتے ہیں۔ اسکی مثال یوں ہے کہ بارش جب برستی ہے تو پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بھی پھول کھل اٹھتے ہیں۔ پہاڑوں پر پانی نہیں چڑھ سکتا مگر بارش وہاں بھی تازگی لے آتی ہے۔ یہی حال نبی کرم ﷺ کے فیض کا ہے کہ وہ ہر جگہ پہنچتا ہے، جہاں کوئی مدد کو نہ پہنچے وہاں آپ کا کرم پہنچتا ہے، قبر میں کوئی نہیں مدد کو آتا وہاں سرکار آتے ہیں۔

(۱۵۱) وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي اقْتَطَفَتْ
يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰى عَلٰى هَرِمِ

حل لغات:

اقْتَطَفَتْ : فعل ماضی از باب افتعال اِقْتَطَفَ يَقْتَطِفُ پھل چننا

سادہ ترجمہ:

میں اس دنیوی شان وشوکت کا طالب نہیں ہوں جو زہیر بن ابی سلمیٰ شاعر کے ہاتھوں نے شاہ حرم کی تعریف کرکے حاصل کی تھی۔

منظوم ترجمہ:

مجھے نعت نبی سے دولت دنیا نہیں مطلوب
کہ جس دولت کو پاتا تھا زہیر از مدح شاہ حرم

شرح:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اب اپنی شاعری سے دولت دنیا کا طالب نہیں وہ دولت جو زہیر بن ابی سلمیٰ نے شاہان عرب میں سے سنان بن حرم کی تعریف کرکے حاصل کی تھی۔ بلکہ اب میری شاعری خدمت دین ومدحت خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف ہے۔ زہیر بن ابی سلمیٰ دور جاہلیت کے معروف عربی شعراء میں سے ہے۔ اسی کے بیٹے کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی اور شاعران دربار رسالت میں سے ہیں۔ اسکا سارا گھرانہ شعراء کا ہے اسکی دو بہنیں سلمیٰ اور خنشاء بھی عرب کی مشہور شاعرہ ہیں اور دو بیٹے کعب اور بجیرہ بھی شاعر ہیں۔ زہیر بن ابی سلمیٰ شاہان یمن میں سے سفان بن حرم کی شان میں قصائد لکھ کہ کثیر انعام اکرام پاتا تھا۔

(۱۵۲) يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

حل لغات:

اَلُوْذُ : واحد متکلم فعل مضارع از لَاذَ يَلُوْذُ بمعنی پناہ لینا۔

حُلُوْلِ : اترنا نازل ہونا، قرآن میں ہے اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا فتنہ انکے گھر کے قریب اترے۔[1]

اَلْحَادِثِ الْعَمَمِ : کثیر الوقوع حادثہ۔ عَمَمٌ عامة کا اسم جمع ہے جیسے رَجُلٌ عَمَمٌ کامل عقل والا آدمی۔

سادہ ترجمہ:

اے وہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سب مخلوق سے بڑھ کر جود و کرم فرمانے والے ہیں، جب حادثات کی کثرت اترے تو پھر میں آپ کے سوا کس کی پناہ لوں؟ (پھر آپ ہی میری جائے پناہ ہیں)

منظوم ترجمہ:

تیرے بن پناہ لوں کس کی اے سب سے سخی آقا
حوادث کی بارش مجھ پر میرے آقا جب پیہم

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل حوادث میں کام آتا ہے:

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ مصائب میں گھر جائے تو اسے اللہ کی بارگاہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے، آپ کے وسیلہ سے اللہ رب العزت کا دریائے کرم جوش میں آتا ہے، اسکا یہ معنی نہیں کہ امام بوصیری رحمہ اللہ اللہ کو چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار رہے ہیں اسطرح کہ آپ کو اللہ کی

---

[1] رعد، آیت ۳۱

ضرورت نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایک بار نماز فجر کے بعد میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا تو وہاں ایک نجدی عالم عربی زبان میں درس دینے لگا دوران درس اس نے کہنا شروع کر دیا کہ قصیدہ بردہ ایک شرکیہ قصیدہ ہے اسکا پڑھنا سننا حرام ہے (معاذ اللہ) کیونکہ اس میں اللہ کو چھوڑ کر حضور ﷺ کو مدد کے لیے پکارا گیا ہے پھر اس نے یہی شعر پڑھا۔

يَآ اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُبِهٖ

سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اس نے کہا یہ شرکیہ شعر ہے۔

اور وہ درس دینے والا نجدی مولوی آنکھوں سے اندھا تھا۔ اس کی یہ باتیں سن کر مجھے نہایت دکھ ہوا کئی دنوں تک دل و دماغ پر ایک روحانی تکلیف کا احساس چھایا رہا۔ مگر وہاں سعودیہ میں چونکہ نجدی حکومت ہے وہ نہ صرف درس میں بلکہ جمعہ کے خطبہ میں ایسی گمراہانہ باتیں کہتے رہتے ہیں۔ گویا وہ شخص نہ صرف آنکھوں سے اندھا تھا بلکہ دل و دماغ سے بھی اندھا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ خود اللہ نے قرآن میں تعلیم ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرو؟ اللہ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔[1]

اور رسول اللہ ﷺ نے خود بتایا کہ آپ کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو اللہ قبول فرماتا ہے اور یہ بھی سکھلایا کہ وسیلہ میں آپ کو یا محمد کہہ کر پکارنا بھی چاہیے۔

چنانچہ، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیں اللہ مجھے عافیت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر صبر کر لو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے (آخرت بہتر ہو جائے گی) اس نے کہا آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اچھا وضو کرو پھر یہ دعا کرو:

---

[1] مائدہ آیت ۳۵

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف تیرے رحمت والے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں۔ اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی اس حاجت کو پیش کرتا ہوں تاکہ یہ حاجت پوری ہو اے اللہ آپ کو میرا شفیع بنادے۔[1]

امام ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا: هذا حديث حسن صحيح غريب. یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ غریب اس لیے کہا کہ اس کی سند منفرد ہے مگر حسن صحیح ہے۔ پھر یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔ دیکھیں۔[2]

امام ابن ماجہ اسکے بعد فرماتے ہیں هذا حديث صحيح۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ اسکے علاوہ یہ حدیث مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت میں بھی ہے۔

پھر یہی صحابی رسول عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں لوگوں کو ہر مشکل میں یہ دعاء وسیلہ سکھاتے تھے۔

چنانچہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ان سے ایک شخص نے کہا میں امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں میری کوئی حاجت ہے مگر وہ (اپنی سرکاری مصروفیات کی وجہ سے) توجہ نہیں فرماتے، حضرت عثمان نے اسے کہا تم یہی دعا کرو، جب اس شخص نے یہ دعا کی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے اسکی ساری بات سنی اور اسکی مشکل حل کردی۔ وہ واپس آکر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا آپ کی سفارش سے حضرت عثمان غنی نے میری بات سنی اور مسئلہ حل کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا واللہ میں نے تمہارے بارہ میں ان سے کوئی سفارش نہیں

---

[1] ترمذی کتاب الدعوات باب ۱۱۸ حدیث ۳۵۷۸

[2] ابن ماجہ کتاب اقامتہ الصلوات باب ۱۸۹ حدیث ۱۳۸۵

کی، البتہ میں نے تمہیں جو دعا سکھلائی ہے یہ وہی دعاء ہے، جو ایک نابینا صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے سکھلائی تھی۔ جب اس نے دعا کی تو آنکھیں درست ہوگئی تھیں۔ [1]

امام طبرانی نے اس حدیث کے اختتام پر کہا:

والحدیث صحیح، یہ حدیث صحیح ہے۔

امام طبرانی نے یہ حدیث اپنی معجم کبیر میں بھی روایت کی ہے دیکھیے معجم کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

ان احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے نابینا صحابی کو جو دعا سکھلائی پھر حضرت عثمان بن حنیف نے یہ دعا دور عثمانی میں مزید لوگوں کو سکھلائی، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں

یا محمد انی اتوجه بك الی ربی، اے پیارے آقا محمد مصطفیٰ (ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں، معلوم ہوا حضور ﷺ کو غائبانہ یا محمد کہہ کر پکارنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔ لہٰذا اگر امام بوصیری نے یا اکرم الخلق مالی من الوذبه کہہ کر نبی اکرم ﷺ کو غائبانہ پکارا ہے تو سنت صحابہ ادا کی ہے۔ اسے شرک کہنا محض جہالت وضلالت ہے۔

اے عقل کے اندھو تم حکومت کے زور پر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہو اگر تم میں جرأت ہے تو صحابہ کرام پر بھی فتوائے شرک لگاؤ، بلکہ یہ یا محمد کے الفاظ کے ساتھ دعا، تو خود رسول اللہ ﷺ نے سکھلائی، تو کیا آپ بھی نہ جانتے تھے کہ شرک کیا ہے۔

جو دین رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ) سمجھ میں نہ آیا اور صحابہ کرام کو سمجھ میں نہ آیا وہ آج نجدی مولویوں کی سمجھ میں آیا ہے۔ جو آنکھوں کے نابینا ہوں وہ تو وسیلہ مصطفے ﷺ کی برکت سے بینا ہو جاتے ہیں، مگر عقل کے اندھوں کو بینائی کون دے۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
ہاتھ سے بھیڑ میں کمبخت کے ایمان گیا

---

[1] معجم صغیر طبرانی جلد اول صفحہ ۱۸۳ باب من اسمہ طاہر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۱۵۳) وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللهِ جَاهُكَ بِيْ
إِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

حل لغات:

لَنْ يَّضِيْقَ : فعل ماضی تاکید مستقبل از ضَاقَ يَضِيْقُ (ض) تنگ ہونا، برداشت کرنا۔

رسول اللہ : یہ منادیٰ ہے جسکا حرف ندا محذوف ہے، اصل میں یارسول اللہ ہے۔

مُنْتَقِمِ : انتقام لینے والا، یعنی اللہ رب العزت جو دشمنان دین اور مخلوق خدا پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لیتا ہے۔

سادہ ترجمہ:

اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ کا جاہ و مرتبہ مجھ سے سیاہ کار کے لیے تنگ نہیں ہوگا (بلکہ مجھے بھی برداشت کرے گا اور شفاعت سے محروم نہیں رکھے گا) کیونکہ آپ جیسا کریم خدائے منتقم کے نام سے تجلی پاتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

جلال مصطفیٰ مجھ کو نہیں محروم رکھے گا
کرم اللہ کا جاری ہے گرچہ وہ ہے منتقم

شرح:

یعنی اے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اگرچہ آپ کا جاہ و جلال بہت عظیم ہے مگر مجھے امید ہے کہ آپ مجھ سیاہ کار کو اپنے کرم سے محروم نہیں رکھیں گے۔ کیونکہ اللہ بھی منتقم ہے پھر وہ اپنے بندوں پر سب سے بڑا رحیم بھی ہے۔ یونہی آپ ایسے کریم ہیں کہ اللہ کے اسم منتقم کا پرتو رکھتے ہیں۔ یعنی آپ منکروں اور دین کے دشمنوں پر سخت اور غلاموں پر رؤف و رحیم ہیں۔

(۱۵۴) فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

حل لغات:

ضَرَّتَهَا : ضَرَّةُ الْمَرْأَةُ عورت کی سوتن۔ جسے پنجابی میں سوکن کہتے ہیں۔ اسکی جمع ضراری ہے۔ یعنی دنیا کی سوتن سے مراد آخرت ہے۔ یعنی یہ دونوں ایک دوسری کے لیے سوتنوں کی طرح ہیں کہ جوشخص ان میں سے ایک کو خوش کرے گا دوسری اس سے روٹھ جائے گی۔ جو دنیا کے پیچھے بھاگے وہ آخرت کو برباد کرلے گا اور جو آخرت کو سنوارے گا اسکی دنیا میں ضرور فرق آئے گا، یا یہ کہ اہل دنیا اس سے روٹھ جائیں گے۔

سادہ ترجمہ:

یارسول اللہ ﷺ دنیا اور اسکی سوتن (آخرت) آپ کے جود و کرم کا حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم آپ کے بحر علوم کا ایک جزء ہے (ایک قطرہ ہے)

منظوم ترجمہ:

تیرے جودو کرم کا ایک ذرہ دنیا وعقبیٰ
ہے قطرہ اک تیرے بحر حکم کا لوح اور قلم

شرح ترجمہ:

یارسول اللہ ﷺ آپ کے دریائے جود و کرم کا ایک حصہ دنیا و آخرت ہیں۔ یعنی دنیا بھی آپ کے نور سے تخلیق ہوئی اور آخرت بھی۔ کیونکہ جنت و نار فرشتے اور ارض وسماسب آپ ہی کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ دوسرے مصرعہ میں فرمایا گیا کہ لوح قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ لوح وقلم کا علم تو ان فرشتوں کو بھی حاصل ہے جو کتابت لوح پر مامور ہیں جبکہ آپ کا علم تمام مخلوق سے زائد ہے۔ پھر قرآن لوح کی تفصیل ہے۔ وَتَفْصِيلَ الْكِتٰبِ [1]
اور رسول اللہ ﷺ کو قرآن بھی دیا گیا ہے اور ساتھ میں حکمت بھی دی گئی ہے۔

---

[1] سورہ یونس، آیت ۳۷

(۱۵۵) یَانَفْسُ لَا تَقْنَطِیْ مِنْ زَلَّۃٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْکَبَآئِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ

حل لغات:

لَا تَقْنَطِیْ : واحد مونث حاضر امر حاضر از قَنَطَ یَنْقَطُ (ف) مایوس ہونا۔ جیسے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ. اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔[1]

کَاللَّمَمِ : اَللَّمَمُ چھوٹا گناہ کرنا۔ یا گناہ کے قریب ہونا قرآن میں ہے اِلَّا اللَّمَمَ سوا چھوٹے گناہ کے۔[2]

سادہ ترجمہ:

اے میرے نفس تو بڑی لغزش کی وجہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ مغفرت میں بڑے گناہ چھوٹے گناہ جیسے ہوجاتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

نہ ہو مایوس تو اے دل گناہوں کی بڑائی سے
کبائر کو بھی تیرے بخش دے گا مولا مثل لمم

شرح:

رحمت غفار سے کبائر بھی بخشے جاتے ہیں

امام بوصیری اپنے دل کو سمجھارہے ہیں کہ اگر تم سے بڑے گناہ سرزد ہوئے ہیں تو رحمت خداوندی سے ناامید نہ ہو، جب اللہ کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کو یوں مٹادیا جاتا ہے جیسے وہ بہت چھوٹے گناہ ہوں۔ یہ امام بوصیری کی کسر نفسی ہے۔ اور یہ ہر مومن کی شان ہے، اللہ کا ہر مطیع بندہ ان آیات پر نظر رکھتا ہے، جن میں اللہ نے مغفرت ذنوب کا مژدہ سنایا ہے۔ جیسے اللہ فرماتا ہے:

---

۱ زمر، آیت ۵۳

۲ نجم، آیت ۳۲

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ؕ

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب وہ کوئی بے حیائی کر بیٹھیں یا اپنے اوپر ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر وہ اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون بخشنے والا ہے۔ اور وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے حالانکہ باز آجاتے ہیں۔ ان لوگوں کی جزا یہ ہے کہ ان کے لیے بخشش ہے اور وہ جنتی باغات جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور کام کرنے والوں کا اجر کیا ہی خوب ہے۔[2]

یہ آیت بتا رہی ہے کہ بے حیائی کے کاموں کو بھی بخش دیا جاتا ہے بشرطیکہ انسان اللہ سے بخشش مانگے یعنی توبہ کرے اور اپنے گناہ پر اصرار نہ کرے۔ بلکہ اسے چھوڑ دے۔ یعنی جب بھی انسان کبائر کو ترک کر کے نادم ہوتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ ضرور معاف فرما دیتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر مومن کے دل میں ضرور توبہ ہوتی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جس گناہ پر دنیا میں شرعی سزا مقرر ہو یا آخرت میں اس پر عذاب بتایا گیا ہو یا اس پر لعنت وارد ہوئی ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے اور جس پر ایسی کوئی چیز وارد نہ ہو وہ گناہ صغیرہ ہے۔ صغیرہ گناہ بغیر توبہ اعمال صالحہ کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے۔ مگر گناہ کبیرہ کے لیے توبہ ضروری ہے۔

---

[1] زمر، آیت ۵۳

[2] آل عمران، آیت ۱۳۶

(۱۵۴) لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّیْ حِیْنَ یَقْسِمُهَا
تَأْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ

حل لغات:

یَقْسِمُهَا : فعل مضارع از قَسَمَ یَقْسِمُ (ض) تقسیم کرنا، بانٹنا۔

سادہ ترجمہ:

شائد جب میرا رب اپنی رحمت کو تقسیم کرے تو ہر کسی کو اسکے گناہوں کے حساب سے رحمت عطا فرمائے۔

منظوم ترجمہ:

تو شائد میرے جرموں جتنی رحمت مجھ کو مل جائے
میرے مولا تو بندوں پر ہے اکرم اور ہے ارحم

شرح:

امام بوصیری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ

ترجمہ: مگر جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ انکے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔[1]

یعنی اللہ کا دریائے رحمت جب جوش میں آتا ہے تو توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نہ

---

[1] فرقان آیت ۷۰

صرف معاف فرما دیتا ہے بلکہ انکے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل فرما دیتا ہے۔ یعنی جس قدر ان کے گناہ ہوتے ہیں اسی قدر انکے درجات بڑھا دیے جاتے ہیں۔

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا، حکم ہوگا کہ اس پر اسکے چھوٹے گناہ پیش کرو، اس پر اسکے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے اور بڑے گناہ الگ رکھے جائیں گے، اس سے کہا جائے گا تو نے یہ اعمال کیے تھے؟ تو نے فلاں دن یہ کام کیا فلاں دن یہ کام کیا۔ وہ ان کا اقرار کر رہا ہوگا اور اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ کہیں بڑے گناہوں کا ذکر نہ کیا جائے، تب فرمایا جائے گا اس کے ہر گناہ کے بدلے اسے ایک نیکی عطا کر دو۔ تب وہ کہے گا یا اللہ میں نے فلاں بڑا گناہ اور فلاں بڑا گناہ بھی کیا تھا۔ (یعنی ان کی جگہ مجھے اتنے بڑے درجے دیے جائیں) ابو ذر غفاری کہتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ اس پر یوں مسکرائے کہ آپ کی داڑھیں دکھائی دیں۔[1]

---

[1] ترمذی کتاب صفۃ جہنم حدیث ۲۵۹۶، ابن ماجہ کتاب الفتن باب ۲۱، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۷۰

(۱۵۷) يَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ
لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ

حل لغات:

رَجَائِيْ : رَجَاءٌ مصدر از رَجَا يَرْجُوْ امید رکھنا۔ جیسے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے۔[1]

مُنْخَرِمِ : اسم فاعل باب انفعال اِنْخَرَمَ يَنْخَرِمُ ٹوٹ جانا، کٹ جانا

سادہ ترجمہ:

خدایا میری امیدوں کو تو الٹا نہ کر دینا
میرا کر دے حساب آسان مولا مجھ کو کر بے غم

شرح:

یعنی اے اللہ میں نے تجھ سے یہ امید باندھی ہے تو میرے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا تو خدایا ایسے ہی کرنا اور میرا حساب آسان فرمانا۔ میرا حساب ایسا نہ ہو کہ بعض بڑے گناہ مجھے یوں لے ڈوبیں کہ وہ ساری نیکیوں کو کھا جائیں اور انہی میں سارا حساب مکمل اور عذاب لازم ہو جائے۔

---

[1] کہف آیت ۱۱۰

(۱۵۸) وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ
صَبْرًا مَتٰى تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

حل لغات:

تَدْعُهُ : اصل میں تَدْعُوْهُ ہے حرف شرط متٰی کی وجہ سے خوف علت واؤ گرگیا۔

الْاَهْوَالُ : هَوْلٌ کی جمع یعنی خوف وگھبراہٹ۔

يَنْهَزِمِ : شکست کھاجانا ۔

سادہ ترجمہ:

اے اللہ تو اپنے بندے پر دونوں جہانوں میں لطف وکرم فرما کیونکہ اسکا صبر اتنا کم ہے کہ خوف افزاباتوں کے بلانے پر شکست کھاجاتا ہے۔

منظوم ترجمہ:

خدایا دو جہاں میں اپنے بندے پر کرم فرما
غم و آلام اسکے صبر کو کرتے ہیں منہزم

شرح:

یعنی اے اللہ میرا صبر بہت کم ہے کچھ مسائل ومصائب جمع ہو جائیں تو میں گھبرا جاتا ہوں اور صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے خدایا جب دنیوی مصائب پر میرا صبر نہیں تو آخرت کی پکڑ پر کیسے صبر کروں گا۔ تو مولا مجھ پر دونوں جہانوں پر اپنا لطف وکرم رکھ۔ آمین۔

فصل خامس عشر:

درود و سلام

(۱۵۹) وَائْذَنْ لِّسُحْبِ صَلوٰةٍ مِّنْكَ دَآئِمَةً
عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمِ

حل لغات:

سُحُبِ : سَحَابٌ کی جمع بمعنی بادل، جیسے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللهَ يُزْجِيْ سَحَابًا کیا تم نہیں دیکھتے، کہ اللہ بادل کو بنالاتا ہے۔[1]

مُنْهَلٍّ : اسم فاعل از باب انفعلال اِنْهَلَّ يَنْهَلُّ، سیراب کرنے والا۔

مُنْسَجِمِ : اسم فاعل از باب انفعال اِنْجَسَمَ يَنْجَسِمُ۔ اِنْجَسَمَ الْمَاءُ پانی کا بہنا۔ یعنی موسلا دھار برسنے والا بادل

سادہ ترجمہ:

اے اللہ تو اپنی طرف سے دائمی درود و سلام کے بادل کو حکم فرما کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر یوں ہمیشہ برسا کرے جیسے سیراب کرنے اور موسلا دھار برسنے والا بادل برستا ہے۔

---

[1] نور آیت ۴۳

منظوم ترجمہ:

خدایا میرے آقا پر درودوں کی تو بارش کر
مثال ابر باراں ان پہ جو برسا کرے دائم

شرح:

رسول اللہ ﷺ پر ہمارا درود یہی ہے کہ ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رحمتوں کی برسات کرے۔ آپ اگرچہ ہماری کسی دعا کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ اللہ ہماری دعاؤں کے بغیر ہی آپ پر رحمتوں کے بادل برسا رہا اور رحمتوں کے دریا بہا رہا ہے۔ لیکن ہم اس لیے دعا کرتے ہیں کہ جب ہم آپ کے لیے دعاء رحمت کرتے ہیں تو جو دریائے رحمت آپ کے لیے بہہ رہا ہے اس میں سے کچھ چھینٹے ہم پر بھی مار دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔[1]

---

[1] مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۰۳

(۱۶۰) وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ
اَهْلِ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

حل لغات:

وَالصَّحْبِ : صاحب کی جمع۔
التُّقٰى : مصدر از باب تَقٰى يَتَّقِي تُقًى (ض) پرہیز گار ہونا۔
النُّقٰى : مصدر از باب نَقِيَ يَنْقٰى (س) صاف اور خالص ہونا۔

سادہ ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار، آپ کے صحابہ کرام اور تابعین عظام سب پر درود نازل ہو جو پرہیز گاری، اخلاص، بردباری اور جود و کرم والے لوگ ہیں۔

منظوم ترجمہ:

نبی کے آل و اصحاب اور ان کے تابعیں پر بھی
جو ہیں اصحاب زہد و ورع اور ارباب کرم و حلم

شرح:

یعنی اے اللہ جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی بارش تا ابد نازل ہو وہاں آپ کی آل پاک، آپ کے اصحاب عظام اور آگے تابعین کرام پر بھی درود و سلام کی بارش برسا کرے کیونکہ انہوں نے اسی تقویٰ اخلاص اور کرم و حلم کو اپنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ان کو نظر آیا۔

لفظ آل میں ایک معنیٰ کے اعتبار سے اگرچہ اصحاب بھی شامل ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت شامل ہے مگر چونکہ آل کا دوسرا معنیٰ اولاد و اقرباء کے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے درود پڑھتے ہوئے آل کے ساتھ لفظ اصحاب کو الگ طور پر لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

(۱۶۱) مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيحُ صَبًا
وَّأَطْرَبَ الْعِيسَ حَادِي الْعِيسِ بِالنَّغَمِ

حل لغات:

مَا : یہ مادام کے معنی میں ہے۔
رَنَّحَتْ : بمعنی جھکا دینا۔ رَنَّحَتِ الرِّيحُ الْغُصْنَ: ہوا نے ٹہنی کو جھکا دیا۔
عَذَبَاتِ : عَذَبَةٌ کی جمع ہے بمعنی درخت کی شاخ.
الْبَانِ : بان ایک درخت ہے جسکے بیج سے خوشبودار تیل نکالا جاتا ہے۔
الْعِيسَ : بھورے رنگ والا اونٹ۔
حَادِي : اسم فاعل از باب حَدَا يَحْدُو (ن) بلند آواز سے نغمہ پڑھنا تاکہ اونٹ جوش میں آئے اور تیز چلنے لگے۔ اسی سے اردو میں لفظ حدی خوانی مشہور ہے۔
النَّغَمِ : نَغْمَةٌ کی جمع ہے، جو چیز گائی جائے۔

سادہ ترجمہ:

(درود کی برسات تب تک جاری رہے) جب تک باد صبا بان کی ٹہنیوں کو جھکاتی رہے اور جب تک اونٹوں کا حدی خوان اپنے نغموں سے اونٹوں کو مست کرتا رہے۔

منظوم ترجمہ:

درود ان پر رہے جاری ہوائیں چلتی ہیں جب تک
اور ہیں یہ حدی خواں جادہ پیمائی میں متغنم

شرح:

یعنی جب تک باد صبا (مشرق سے چلنے والی ہوا) اپنے خرام ناز سے شاخ ہائے اشجار کو لوریاں دے رہی ہے اور جب تک ریگ زاران عرب کے حدی خواں اپنے وجد آور نغمات سے اونٹو ں کو مست کر رہے ہیں تب تک نبی مختار شہ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہار واصحاب اخیار پر درود وسلام کی برسات جاری رہے۔

اختتامی الفاظ

یہ آخری الفاظ میں آج نماز فجر کے بعد بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۹ جمادی الا ولی ۱۴۳۵ ہجری مطابق ۲۱ مارچ ۲۰۱۴ء لکھ رہا ہوں، گویا ایک ماہ اور دو دن میں یہ ساری کتاب معرض وجود میں آگئی یہ سب خدائے بزرگ و برتر کا احسان و اکرام ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ومحبت کا صدقہ وصلہ ہے۔ ورنہ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اتنے مختصر وقت میں مجھ ناکارہ انسان سے یہ کام ہوسکتا ہے۔

PRINTEX 0300-4189945

مکتبہ برہان القرآن
مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570